کتاب القراءة خلف الامام

مجلد

تصنیف

إمام ابوبکر احمد بن حسین بن علی البیہقی

۴۵۸ھ

ترجمہ

خالد گھرجاکھی

إداره احیاء السنة

گھرجاکھ ضلع گوجرانوالہ

فہرست مضامین

تمت

دیباچہ

ابتدائے اسلام میں مسلمانوں میں کوئی اختلاف نہ تھا اگر کبھی کوئی چھوٹی موٹی بات سامنے آگئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بالمشافہ پوچھ لیا گیا۔ جھگڑا ختم ہوا اختلاف مٹ گیا۔ آنحضرتؐ کے بعد قرون ثلثہ تک یہ کیفیت تھی کہ نہ کوئی جھوٹ بولتا تھا اور نہ کسی مسلمان میں یہ جرأت تھی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے کوئی غلط بات پیش کرے اور نہ ہی کسی مسلمان کو کسی مسلمان کے متعلق یہ وہم وگمان بھی ہوتا کہ شاید یہ بات جو آنحضرت کے نام پر پیش کی جارہی ہے صحیح نہ ہو۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کسی نے بیان کردی سب کی تسلی ہوگئی۔ تمام زبانیں بند ہوگئیں۔

کبار تابعین کے بعد وہ دور آیا کہ روایات میں تساہل سے کام لیا جانے لگا۔ خدا تعالےٰ نے اپنے دین کی حفاظت کے لیے اپنے بندے مقرر فرمائے۔ ان میں سے بعض لوگ احادیث کو جمع کرنے میں مصروف ہوگئے۔ بعض ان کی تحقیق و تنقید میں لگ گئے اور بعض ان احادیث میں سے مسائل واحکام کا استنباط کرنے لگے۔ خدا ان سب پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔ یہ لوگ گو اپنے لئے میدان عمل الگ الگ رکھتے تھے لیکن ایک بات میں سب مشترک تھے اور وہ تھی پرہیزگاری۔ خدا ترسی۔ خدا شناسی۔ یہ لوگ نہایت درجہ کے پاکباز تھے۔ محاسبۂ آخرت سے ہر وقت لرزاں و ترساں رہتے تھے۔ رحمہم اللہ رحمۃً واسعۃً۔

ان لوگوں نے نہایت دیانتداری سے کام کیا۔ انتہائی جانفشانی دکھائی۔ ہزاروں میل کے سفر طے کئے۔ روایات کو تنقید کی چھلنی سے گذارا اور رات کی تنہائیوں میں دماغ سے کام لیا۔ انسانی کوششوں کی حد ہوگئی۔ لیکن پھر بھی یہ لوگ اپنے آپ کو معصوم نہ سمجھتے تھے۔ انہوں نے فقہ وحدیث کے اصول منضبط کئے اور ان میں صاف لکھا کہ اَلْمُجْتَہِدُ یُخْطِیُٔ وَیُصِیْبُ

يُخْطِئُ وَ يُصِيبُ (مجتہد سے غلطی کا امکان بھی ہے اور صحت کا بھی) لہذا انہوں نے صاف صاف کہہ دیا کہ "جب صحیح حدیث مل جائے تو میرا وہی مذہب ہے" اور کبھی ان الفاظ میں اپنے عقیدتمندوں کو مخاطب فرمایا "جب آنحضرت کی حدیث مل جائے تو میرا قول چھوڑ دینا" کبھی کسی نے فرمایا "ہر وہ قول جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے خلاف ہو وہ اس قابل ہے کہ اسے گندگی میں پھینک دیا جائے" کسی نے فرمایا "ہر آدمی کی بات پر تنقید ہو سکتی ہے۔ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں تنقید سے بالاتر ہے"۔

غرض دین کا چشمہ بالکل صاف تھا نہ کوئی الجھن نہ ضد نہ تعصب، جو بات غلط ثابت ہو گئی وہ بلا چون وچرا چھوڑ دی گئی اور جو درست نکلی اسے بلا حیل و حجت قبول کر لیا گیا۔ یہ نہ دیکھا جاتا تھا کہ اس بات کا قائل کون ہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی تو فرمایا تھا کہ "یہ نہ دیکھا کرو کہ کون کہتا ہے بلکہ یہ دیکھو کیا کہتا ہے"۔ کیونکہ اگر صحیح بات کہنے والا ادنیٰ آدمی ہے تو اس کی وجہ سے وہ بات بے قیمت نہ ہو جائے گی اور اگر غلط بات کسی بڑے آدمی کے منہ سے نکل گئی ہے تو وہ اس کی وجہ سے درست نہ ہو سکے گی۔

غرض دین اسلام میں ایسے اصول وضوابط مقرر کر دیئے گئے کہ اختلاف کی صورت میں اگر صحیح دیانتداری سے کام لیا جائے تو ان کی روشنی میں ہر اختلافی مسئلہ کا حل بالکل صاف اور واضح، تلاش کیا جا سکتا ہے۔ تركتكم على ملة بيضاء ليلها كنهارها

قریباً چار صدیوں تک یہی دستور رہا۔ کوئی آدمی کسی خاص مسلک یا مذہب یا شخصیت کی طرف منسوب نہ تھا بلکہ ہر چیز کو دلائل کی روشنی میں دیکھا جاتا تھا اور یہ خیال نہ کیا جاتا تھا کہ یہ مسئلہ ہمارے مذہب کے خلاف ہے لہذا میں اسے قبول نہ کروں گا۔ اور چونکہ فلاں مسئلہ ہمارے مسلک کے موافق ہے لہذا میں اسے کسی صورت نہ چھوڑوں گا۔ یعنی دین الٰہی کا ابھی بٹوارہ نہ ہوا تھا۔ حدیثیں تقسیم نہیں ہوئی تھیں اپنے مسلک کو درست اور قوی ثابت کرنے کے لیے ضعیف موضوع۔ مجروح اور مرجوح روایات کا سہارا نہ لیا جاتا تھا۔

پھر اس کے بعد یہ قدریں مٹ گئیں اور وہ کچھ ہونے لگا جس کا تصور بھی اسلام میں نہ تھا۔ حب علی رضی اللہ عنہ کی بنا پر نہیں۔ بغض معاویہ رضی اللہ عنہ کی بنا پر روایات کو جمع کیا جانے لگا۔ مرزئی کا رد لکھنا مقصد

قرار پایا اور اس سے غرض نہ رہی کہ حدیث لکھی جا رہی ہے یا حدیث کارد لکھا جا رہا ہے۔ اس بے انصافی کے دور میں بھی ین کے مقابلہ میں معانی الآثار کو کھڑا کیا جانے لگا۔ دلائل کی جگہ شور و غل اور ہنگامہ آرائی آ گئی۔

مدت سے چند ایک مسائل اختلافی چلے آ رہے ہیں جن پر قریباً ہزار سال سے سینکڑوں کتابیں لکھی جا چکی ہیں اور فیصلہ نہیں ہو سکا۔ فیصلہ نہ ہونے کی وجہ یہ نہیں کہ دلائل میں کوئی الجھن ہے۔ کوئی الجھن نہیں۔ احادیث موجود ہیں۔ اسناد لکھی ہوئی ہیں۔ ترجیح اور تطبیق کے اصول مرتب ہیں احادیث کے مراتب و مدارج متعین ہیں اصولوں کو جاننے والوں کی کمی نہیں ہے۔ پھر فیصلہ کیوں نہیں ہوتا؟ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ دلائل کا موازنہ کرتے وقت اپنے مسلک کی تائید مدنظر ہوتی ہے۔ دین کی نسبت گروہی تعصب زیادہ محبوب ہے۔

ایک وبائی بیماری نے دماغ ماؤف کر رکھے ہیں۔ دماغی صلاحیتیں بے کار ہوئی جا رہی ہیں اگر کچھ ان میں سے باقی رہ بھی گئی ہیں تو وہ استدلال اور تفتیش کی بجائے اپنے مسلک کی تائید کے لیے جھگڑنے میں صرف ہو رہی ہیں۔

ان اختلافی مسائل میں سے جن کی فہرست آج بہت طویل ہو چکی ہے ایک مسئلہ فاتحہ خلف الامام کا بھی ہے کہ امام کے پیچھے الحمد پڑھنا چاہیئے یا نہیں؟ صحاح ستہ کی صحیح احادیث، ایک طرف ہیں اور ضعیف، موضوع، مجروح اور مرجوح روایات دوسری طرف ہیں۔ ایسی کھلی بے انصافی کیوں روا رکھی جا رہی ہے۔ ع

آنچہ استاد ازل گفت ہماں میگویم

کا مصداق ہے۔ اس وقت جو بھی ہاتھ آئے اسے میدان میں جھونک دینا چاہیئے اور دراصل یہ لوگ کچھ معذور بھی ہیں۔ الغریق یتثبت بالحشیش۔

لیکن سب لوگ ایک جیسے نہیں ہیں۔ منصف مزاج لوگ بھی ان میں نظر آتے ہیں۔ جن کے اقوال فقہ کی کتابوں میں آپ ملاحظہ فرمائیں گے۔ وہ نہایت دیانتداری سے اقرار کرتے ہیں کہ فاتحہ خلف الامام کے ترک کرنے میں ہمارے پاس کوئی صحیح حدیث موجود نہیں ہے۔ صرف چند ایک آثار پر اعتماد کر لیا گیا ہے۔

زیر نظر کتاب امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے جو پانچویں صدی ہجری میں لکھی گئی۔ انہوں نے محدثانہ طریق پر باسند احادیث نقل کی ہیں (جنکو ترجمہ میں حذف کر دیا گیا ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی اصل عربی متن بھی شائع کیا جا رہا ہے جسمیں تمام اسناد مذکور رہیں) ان میں وہ بھی ہیں جو انہوں نے اپنی سند سے بیان کی ہیں اور وہ بھی ہیں جو صحاح ستہ میں درج ہیں۔ ان کو بھی باسند بیان کیا گیا ہے۔

کتاب آپ سامنے ہے۔ دلائل کا موازنہ کریں۔ رنگ استدلال دیکھیں۔ مخالف کے دلائل بھی ذکر کر دیئے ہیں ان کو بڑے غور سے ملاحظہ فرمائیں ع

وَبِضِدِّهَا تَتَبَيَّنُ الْاَشْيَاءُ

محدثانہ طریق پر تنقید کی گئی ہے۔ مخالف کے اصول اور قواعد اس کو یاد دلائے ہیں۔ اور جگہ جگہ اس کی بددیانتیاں واضح کی ہیں۔ عقل اور قیاس کی ترازو پہ بھی تول کر اس کو بتایا کہ جس چیز کو تم مدت مدید سے زرِ خالص سمجھتے آرہے ہو وہ حقیقت میں بہت ہی کم عیار ہے بہر حال یہ ایک دینی مسئلہ ہے۔ جس پہ زندگی بھر کی نمازوں کی مقبولیت کا دارومدار ہے اس کتاب کو بغور پڑھیں اور خالی الذہن ہو کر پڑھیں۔ یقین ہے کہ تائید خداوندی آپ کی راہنمائی کرے گی۔ اگر کسی صاحب کو مسئلہ کی سمجھ آگئی تو ہم خیال کریں گے کہ ہماری محنت رائیگاں نہیں گئی۔ وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ

محمد سلیمان کیلانی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ كَمَا هُوَ اَهْلُهٗ - وَالصَّلٰوةُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ -

ابواب قراءۃ القرآن کے وجوب میں نماز کی حالت میں امام پر بھی اور مقتدی پر بھی اور اکیلے پر بھی اس کی ہر رکعت میں، اور اس چیز کا بیان کہ قرآن میں سے سورۃ فاتحہ متعین ہے (یعنی جہاں بھی قرأت قرآن نماز میں فرض ہوگی وہاں مراد سورۃ فاتحہ ہی ہوگی)

باب اس بات کی دلیل میں کہ قرآن نماز میں پڑھنا رکن ہے اور واجب ہے اس کی ہر رکعت میں پڑھنا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یٰۤاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ الی الاخرہ اے کملی اوڑھنے والے رات کا کچھ حصہ ضرور قیام کیا کر خواہ نصف رات ہو یا اس سے کم ہو یا زیادہ ہو اور قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کر۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد تک کہ اللہ نے جانا کہ تم اس کی پابندی نہیں کر سکو گے پس تم پر مہربانی فرمائی اب جتنا قرآن تم آسانی سے پڑھ سکو پڑھو۔ یہ آیت قیام اللیل کے منسوخ کرنے کو نازل ہوئی جس کا حکم اس سورہ کی پہلی آیات میں ہوا تھا۔

۱۔ سعد بن ہشام، ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور پوچھا یا ام المؤمنین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قیام لیل کے متعلق ارشاد فرمایئے۔ آپ نے فرمایا تو نے قرآن سے سورہ یٰۤاَیُّهَا الْمُزَّمِّل نہیں پڑھی؟ اس نے کہا پڑھی ہے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اس سورہ کے شروع میں قیام لیل فرض فرمایا۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اور صحابہ کرام بھی ایک سال بھر اتنا قیام فرمایا کرتے تھے کہ پاؤں میں ورم ہو جاتا۔ اس سورت کا پچھلا حصہ سال تک نازل نہ ہوا پھر اللہ تعالیٰ

ـــ صفحات کے باہر عربی کتاب کے صفحات کے نمبر ہیں تاکہ اصل کتاب کو دیکھنے میں سہولت رہے

نے اس سورۃ کا آخری حصہ نازل فرما کر تخفیف فرمادی اور قیام لیل کی فرضیت ساقط فرمادی صرف نفل کے طور پر رہنے دیا۔ اس روایت کو امام مسلم نے اپنی صحیح میں بھی ابوبکر بن ابی شیبہ سے انہوں نے محمد بن بشر سے نقل فرمایا ہے۔

۴۔ استدلال: اس آیت سے یہ ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ما تیسر من صلوۃ اللیل رات کی نماز جتنی بھی ہو سکے) کو قرآن فرمایا ہے۔ جبکہ ارشاد یہ فرمایا ہے فاقرؤا ما تیسر من القرآن کہ قرآن جتنا میسر ہو سکے پڑھو اور مراد اس سے یہ ہے کہ جتنی رات کی نماز تم آسانی سے پڑھ سکو پڑھو۔

یہ استدلال بالکل اسی طرح کا ہے کہ جیسے دوسری جگہ فجر کی نماز کو قرآن فرمایا ہے کیونکہ فجر کی نماز میں قرآن (زیادہ) پڑھا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وقرآن الفجر ان قرآن الفجر کان مشہودا۔

۲۔ حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے۔ تم اکیلے کی نماز سے باجماعت نماز پچیس گنا زیادہ ثواب رکھتی ہے اور فجر کی نماز میں رات اور دن کے فرشتے اکٹھے ہوتے ہیں۔ اس کے بعد ابوہریرہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ تم چاہو تو بطور استدلال قرآن کی آیت پڑھو۔ وقرآن الفجر ان قرآن الفجر کان مشہودا۔ اس روایت کو امام بخاری امام مسلم نے صحیحین میں ابوالیمان سے روایت کیا ہے

استدلال)۔ اللہ تعالیٰ جو سب سے زیادہ جاننے والے ہیں۔ انہوں نے جو دونوں آیات میں نماز کو قرآن فرمایا ہے کہ قرأت نماز کے ارکان میں سے ہے اور باوجود قدرت کے جو نماز میں قرأت نہیں کرتا اس کی نماز نہیں ہوتی۔

فصل: حدیث میں نماز کا نام فاتحۃ الکتاب (سورہ فاتحہ) بھی آیا ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ قرأت سورۃ فاتحہ کی نماز میں متعین ہے اور سورہ فاتحہ کے تمام مقام اور کوئی قرأت نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کی ہر رکعت میں قرأت ما تیسر کا حکم دیا ہے۔ کیونکہ یہ حکم کے مطابق نماز کے ارکان میں سے ہے۔ جس کی شاہد ابوہریرہؓ اور رفاعہ بن رافع کی

روایات ہیں۔

۳۔ ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں داخل ہوئے۔ پھر ایک آدمی نے آکر نماز پڑھی پھر آکر اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام عرض کیا آپ نے اسے سلام کا جواب دے کر فرمایا کہ لوٹ اور دوبارہ نماز پڑھ کیونکہ تو نے نماز نہیں پڑھی (جس طرح پڑھنا چاہیئے تھی) حتیٰ کہ تین مرتبہ اس نے نماز پڑھی اور تین ہی مرتبہ آپ نے اسے فرمایا کہ تیری نماز نہیں۔ تب اس شخص نے کہا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے حق کے ساتھ آپ کو مبعوث فرمایا، میں اس سے اچھی نماز ادا نہیں کر سکتا پس مجھے دکھائیں اور سکھائیں آپ نے فرمایا جب تو نماز کے لیے کھڑا ہو تو اللہ اکبر کہہ پھر تجھے جو میسر ہو قرآن سے وہ پڑھ پھر رکوع کر اتنی دیر کہ تو رکوع پر مطمئن ہو جائے پھر کھڑا ہو جا حتیٰ کہ بالکل سیدھا کھڑا ہو جا پھر سجدہ کر حتیٰ کہ تو سجدہ پر مطمئن ہو جائے پھر بیٹھ حتیٰ کہ تو بیٹھنے پر بھی مطمئن ہو جائے اسی طرح ساری نماز (قرأت و ارکان اطمینان سے) ادا کر۔ اس حدیث کو بخاری و مسلم نے یحییٰ القطان سے روایت کیا ہے۔

۴۔ رفاعہ بن رافع انصاری بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آدمی کو فرمایا کہ جب تو نماز کے لیے کھڑا ہو تو اللہ اکبر کہہ پھر (قرآن) کی قرأت کو پھر رکوع کر حتیٰ کہ تمام اعضاء مطمئن ہو جائیں پھر کھڑا ہو حتیٰ کہ بالکل سیدھا کھڑا ہو جائے پھر سجدہ کر حتیٰ کہ تجھے پوری طرح اطمینان ہو جائے جب تو اس طرح نماز کو پورا کرے گا تو تیری نماز درست ہو گی ورنہ جو تو کمی کرے گا اتنی نماز میں کمی رہ جائے گی

فصل:۔ ان دونوں روایتوں میں (دوسری سندوں کے ساتھ) قرأت کی جگہ قرأت سورہ فاتحہ کے الفاظ بھی مروی ہیں (جیسا کہ آئندہ روایات سے معلوم ہو گا)

۵۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہ بیان کرتے ہیں کہ جب اس شخص نے کہا کہ یا حضرت آپ مجھے نماز سکھلائیے تو آپ نے فرمایا کہ جب تو نماز کے لیے آئے تو وضو کو درست کیا کر پھر اللہ اکبر کہہ اور جب تو قیام میں ہو تو سورۂ فاتحہ پڑھے اور اگر تجھے اور بھی قرآن آتا ہو تو پڑھے پھر تو رکوع کرے حتیٰ کہ رکوع پر مطمئن ہو جائے پھر رکوع سے اٹھے حتیٰ کہ سیدھا کھڑا ہو جائے پھر

سمع اللہ لمن حمدہ کہے پھر سجدہ کرے حتی کہ سجدہ پر مطمئن ہو جائے پھر سجدہ سے اٹھ کر بیٹھ جائے حتی کہ تو مطمئن ہو جائے پھر ایسے ہی تو ساری نماز میں کر۔

۶۔ علی بن یحیی اپنے باپ سے وہ اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں جو کہ جنگ بدر میں شریک ہوئے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے پھر راوی نے پوری حدیث بیان کی پھر آخر میں راوی نے ذکر کیا کہ اس شخص کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تو اس طریقہ پر اطمینان سے نماز ادا کرے گا تو تیری نماز درست ہو گی ورنہ جو تو نماز میں کمی کرے گا وہ نماز میں کمی رہ جائے گی۔

۷۔ اسی روایت کو ابن خزیمہ نے دوسری سند سے ابو ہریرہ کی حدیث کی طرح بیان کیا ہے اس کے لفظ ہیں کہ پھر پڑھ تو ام القرآن (یعنی سورۃ فاتحہ)

۸۔ یہی روایت رفاعہ بن رافع کی تیسری روایت میں بھی یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد فرمایا ہے کہ جب تو نماز کے لیے کھڑا ہو تو قبلہ رخ ہو اور اللہ اکبر کہہ پھر ام القرآن (سورہ فاتحہ) اور اگر کچھ اور بھی قرآن پڑھنا چاہیئے تو پڑھ لے پھر رکوع کرے تو اپنی ہتھیلیوں کو گھٹنوں پر رکھ اور لمبی حدیث بیان کی۔

فصل:۔ اور بھی بہت سی روایتوں میں قرأۃ الفاتحہ مروی ہے۔ جیسا کہ انشاءاللہ عنقریب آئے گا (سورہ فاتحہ کے ساتھ) خاص روایات چونکہ ہم نے نقل کر دی ہیں اس لیے عام (قرأت کی) روایات کے نقل کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ تمام مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے لے کر آج تک قرأت کو سورہ فاتحہ سے ہی شروع کرتے ہیں (یعنی اس پر اجماع امت ہے) اور سورہ فاتحہ کی قرأت کے وجوب کی تنسیخ نہیں ہوئی اور حسب آیت فاقرؤا ما تیسر قراءت فرض ہے۔ اس آیت نے قرأت فاتحہ کی فرضیت کو منسوخ نہیں کیا بلکہ ما تیسر فرما کر رات کی نماز (تہجد) کو منسوخ کیا ہے۔ اسی لیے عبداللہ بن عباس ما تیسر سے سورہ فاتحہ کے علاوہ اور قرأت مراد لیتے ہیں۔

۹۔ قیس بن ابی حازم کہتے ہیں کہ میں نے بصرہ میں ابن عباس کے پیچھے نماز پڑھی تو انہوں نے پہلی رکعت میں سورۃ فاتحہ اور اس کے بعد سورہ بقرہ کی پہلی آیت پڑھی پھر دوسری

لے علی بن یحیی کے باپ کے چچا رفاعہ بن رافع ہی تھے اس کو امام بخاری نے جزء القرأت میں بھی بیان فرمایا ہے (مترجم)

رکعت میں سورہ فاتحہ اور اس کے بعد سورہ بقرہ کی دوسری آیت پڑھی اور رکوع کیا سلام پھیرنے کے بعد متوجہ ہوکر فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے فاقرؤا ما تیسر منہ (یعنے جتنی قرأت علاوہ سورہ فاتحہ کے آسانی سے کر سکتے ہو کرو) امام علیؓ کہتے ہیں کہ اس کی سند حسن ہے۔

ف :- امام (احمد بیہقی) رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ما تیسر میں سورہ فاتحہ بالاولی آجاتی ہے بہ نسبت دوسری سورتوں کے کیونکہ یہ پڑھنے میں زبان پر نہایت آسان ہے اور استاد بھی بچوں کو (قرآن) پہلے سورہ فاتحہ سے ہی شروع کرتے ہیں (یعنی قرآن بھی سورہ فاتحہ سے ہی شروع ہوتا ہے) اور نماز کی قرأت بھی سورہ فاتحہ سے ہی شروع ہوتی ہے۔ حتیٰ کہ آج تک کوئی ایسا نمازی نہیں ہے جو سورہ فاتحہ کے علاوہ قرآن پڑھے اور سورہ فاتحہ نہ پڑھے۔ پس اگر کوئی شخص نماز میں کتنا بھی قرآن پڑھنا چاہے تو پہلے سورہ فاتحہ ہی پڑھے گا پھر قرآن کا دوسرا حصہ پڑھے گا (گویا کہ امت کا اس پر اجماع ہے)

پھر یہ جملہ فاقرؤا ما تیسر کوئی صرف ایک ہی جملہ نہیں ہے کہ جس کی تفصیل قرآن میں نہ آئی ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تفسیر و تبیین نہ فرمائی ہو اور اس طرح مقرر فرما دیا کہ اب سورہ فاتحہ کے علاوہ کوئی قرأت اس کی قائم مقام نہیں ہو سکتی۔

نیز ہم اس تعیین و تفسیر اور قرأت میں سورۂ فاتحہ مقرر کرنے کو۔ قرآن کا نسخ نہیں کہہ سکتے۔ بلکہ یہ صرف قرآن کی آیات کی تفسیر اور تخصیص و تعیین ہے اور بالکل اسی طرح ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز۔ زکوٰۃ اور دیات وغیرہ کی تخصیص و تعیین فرمائی ہے۔ چنانچہ قرآن کی اس آیت سے بھی اور جو احادیث ہم نے بیان کی ہیں وہ بھی اس بات کی دلیل ہیں کہ قرأت (یعنی سورہ فاتحہ واجب ہے ہر نمازی پر خواہ امام ہو یا مقتدی یا اکیلا ہو

لہ یہ علی بن مدینی امام بخاری کے استاد ہیں (مترجم)

لہ یہ دراصل ان لوگوں کا جواب ہے جو کہتے ہیں کہ قرآن کا نسخ حدیث سے نہیں ہو سکتا اور کسی قرآن کے حصہ کی تخصیص حدیث سے کر دینا اسے منسوخ کرتا ہے (مترجم)

باب:- اس بات کی دلیل میں کہ بغیر قرأت کے نماز نہیں ہوتی اور جب سورہ فاتحہ پڑھ لے تو وہ تمام قرآن کے قائم مقام ہو سکتی ہے اس میں کوئی امتیاز نہیں کہ نمازی امام ہو یا مقتدی یا اکیلا (منفرد) ہو۔

۱۰- حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بغیر قرأت کے نماز نہیں ہوتی ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جس جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونچی قرأت کی ہم اونچی آواز سے کرتے ہیں اور جہاں آہستہ آواز سے قرأت کی ہم آہستہ کرتے ہیں اس حدیث کو امام مسلم نے بھی محمد بن عبداللہ سے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔

۱۱- ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں ہر نماز میں قرأت لازمی ہے۔ جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونچی آواز سے قرأت پڑھ کر ہمیں سنائی وہاں ہم بھی تمہیں سناتے ہیں اور جہاں آہستہ آواز سے پڑھی ہم بھی آہستہ پڑھتے ہیں۔ اور جس نے سورہ فاتحہ ہی فقط پڑھ لی تو اسے کافی ہے اور اگر کوئی اس سے زیادہ بھی پڑھے تو وہ افضل ہے۔ یہ روایت امام مسلم نے یحیٰی ابن یحیٰی سے روایت کی ہے۔

۱۲- ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری امامت کراتے پس قرأت اونچی آواز سے بھی کرتے اور آہستہ آواز سے بھی کرتے پس جہاں آپ نے اونچی آواز سے قرأت کی ہم بھی اونچی آواز سے کرتے ہیں اور جہاں آہستہ کی ہم بھی آہستہ کرتے ہیں اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ قرأت کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔

۱۳- ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کیا ہر نماز میں قرأت کرنا چاہیئے فرمایا ہاں یہ واجب ہے۔

یہ روایت ابواسامہؓ کی روایت کی جو انہوں نے ابوہریرہؓ سے مرفوع بیان کی ہے کی شاہد ہے۔

۱۴- ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت نماز پڑھی اس میں سورہ فاتحہ کے علاوہ اور قرأت نہ کی

۱۵- ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نماز میں صرف سورۃ فاتحہ کی قرأت بھی کفایت کر جاتی ہے اور اگر

کوئی زیادہ پڑھے تو افضل ہے۔

۱۶- ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی ایسی دو رکعت جن میں قرأت نہ کی جائے تو وہ بے کار ہیں۔ ایک آدمی نے پوچھا یا رسول اللہ اگر مجھے سورۂ فاتحہ کے علاوہ قرآن یاد ہی نہ ہو تو کیا کروں تو آپ نے فرمایا۔ سورہ فاتحہ ہی تجھے کافی ہے وہ سبع مثانی ہے۔

باب:- بغیر سورہ فاتحہ کے نماز نہیں ہوتی امام ہو یا مقتدی ہو یا منفرد۔

۱۷- عبادہؓ بن صامت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص سورۂ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی۔

۱۸- عبادہؓ بن صامت سے (مزید دو سندوں سے) روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو سورہ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی"۔

امام بخاری نے یہ روایت اپنی صحیح میں علی بن مدینی سے نقل فرمائی ہے اور امام مسلم نے ابوبکر بن ابی شیبہ اور اس کے علاوہ اور تمام محدثین نے سفیان بن عیینہ سے اس کو روایت کیا ہے۔

۱۹- سفیان بن عیینہ کی روایت میں لا صلوۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب کی بجائے متن میں یہ الفاظ ہیں لا تجزی صلوۃ لا یقرأ الرجل فیھا فاتحۃ الکتاب کہ جو آدمی نماز میں سورہ فاتحہ نہیں پڑھتا اس کی نماز اس کے کسی کام نہیں آتی۔

۲۰- عبادہؓ بن صامت سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سورہ فاتحہ تمام قرآن کا عوض ہو سکتی ہے اور سارا قرآن سورۂ فاتحہ کا عوض نہیں ہو سکتا۔

ابوعبداللہ کہتے ہیں کہ اس روایت کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

۲۱- عبادہ بن صامت کی روایت (اور سند سے ہے کہ جو شخص نماز میں سورۂ فاتحہ نہیں پڑھتا اس کی نماز نہیں ہوتی۔ اس روایت کو امام مسلم نے اپنی صحیح میں ابوطاہر عن حرملہ عن ابن وہب سے روایت کیا ہے۔

۲۲- عبادہ بن صامت کی روایت (ایک اور سند سے ہے جس میں لا صلوۃ لمن لم یقرأ

بام القرآن کے الفاظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں ۔

۲۳۔ ایک اور سند سے عبادہ کی روایت انہی الفاظ سے ہے اس کو امام مسلم نے حسن بن علی حلوانی سے نقل کیا ہے ۔

۲۴ و ۲۵۔ مزید دو سندوں سے دو اور حدیثیں عبادہ بن صامت سے انہی الفاظ کی مروی ہیں

۲۶۔ حضرت عبادہ کی روایت کے الفاظ یہ ہیں لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ بام القرآن فصاعداً کہ اس شخص کی نماز نہیں ہوتی جو سورہ فاتحہ نہ پڑھے اس کے بعد کچھ زیادہ بھی نہ پڑھ لے (یعنی سورہ فاتحہ پڑھنا فرض ہے لیکن اس سے زیادہ پڑھ لے تو اچھا ہے فرض نہیں)

۲۷۔ ایک اور روایت اختلاف روایت سے اسی طرح نقل کرنے کے بعد جس کو امام مسلم نے بھی نقل کیا ہے۔ لیکن امام بخاری نے کتاب القرأت خلف الامام میں فرمایا ہے کہ عام ثقات راویوں نے معمر کے جو الفاظ فصاعداً ہیں کسی نے بھی اس کی تائید نہیں کی پھر امام بخاری فرماتے ہیں کہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ عبد الرحمٰن بن اسحاق نے معمر کی متابعت کی ہے اور وہ روایت یہ ہے

۲۸۔ ایک اور روایت فصاعداً والی جسے عبد الرحمن بن اسحاق نے امام زہری سے نقل کیا ہے لیکن امام بخاری فرماتے ہیں کہ کبھی کبھی ابن اسحاق زہری سے پہلے ایک اور راوی کا ذکر کرتا ہے اور ہم اسے جانتے ہی نہیں کہ اس کا روایت کرنا واقعی درست بھی ہے یا نہیں (یعنی ملاقات ہی ثابت نہیں)

ف :۔ بعض لوگ اس روایت پر اعتراض کرتے ہیں کہ عبادہ بن صامت کی روایت سے فرضیت فاتحہ ثابت نہیں ہوتی کیونکہ اس کی ایک روایت میں فصاعداً کا لفظ بھی آیا ہے حالانکہ سورہ فاتحہ سے زائد بالاتفاق واجب نہیں ہے)

امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ اس کی مثال بیان فرماتے ہیں کہ حدیث میں آیا ہے لا تقطع الید الا فی ربع دینار فصاعداً اگر چور کا ہاتھ ربع دینار یا اس سے زیادہ کی چوری سے اگر کم ہو تو ہاتھ نہ کاٹا جائے۔ تو اب اگر چوری دینار کی ہو یا زیادہ کی ہو تو ہاتھ کاٹا جائے گا اور ربع دینار سے کم پر ہاتھ نہ کاٹا جائے گا یعنی لزوم صرف ربع دینار کا ہے باقی کا ہاتھ کٹنے کے لیے زیادہ

ہونا یا نہ ہونا ایک برابر ہے)

علامہ ابن خزیمہؒ نے فرمایا ہے کہ لا صلوٰۃ لمن یقرأ فاتحۃ الکتاب فصاعدا کا بالکل اسی طرح یہ مطلب ہے کہ جس نے سورہ فاتحہ نہ پڑھی اس کی نماز نہیں ہوئی یا جس نے سورۂ فاتحہ اور ہو سکے تو کچھ اور بھی نہ پڑھے اسکی نماز نہیں ہوتی جیسا کہ قتادہ عن ابی سعید کی روایت میں ہے

۲۹۔ چنانچہ عبادہ بن صامت کی اس حدیث کے ساتھ ایک اور روایت بھی ہے جس میں فصاعدا کا لفظ آیا ہے۔ لیکن اسی سند سے اس کی تردید بھی موجود ہے۔ چنانچہ

۳۰۔ امام اوزاعی بیان کرتے ہیں کہ میں نے سوال کیا کہ اگر کوئی شخص نماز میں قرأت کرنا بھول جائے تو اس کی نماز کیسی ہے، اس کے جواب میں امام زہری نے محمود بن ربیع عن عبادہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کی کہ جو شخص سورہ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی۔

۳۱۔ یہ واقعہ ایک اور سند سے بھی نقل فرمایا ہے۔

یہ تمام روایات عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی تھیں۔

اب ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی احادیث شروع ہوتی ہیں۔

۳۲۔ ابوسعید خدری بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ ہم سورہ فاتحہ پڑھا کریں اور اگر کچھ اور قرآن میسر ہو تو وہ بھی پڑھا کریں۔

۳۳۔ دوسری سند میں یہ الفاظ ہیں لا صلوٰۃ الا بقراءۃ فاتحۃ الکتاب فما زاد کہ سورہ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی اور اگر کچھ زیادہ پڑھا جا سکے تو وہ بھی پڑھا کرو

۳۴۔ ایک اور سند سے بھی اسی طرح مروی ہے۔

۳۵۔ امام احمد بیہقیؒ ایک اور سند سے ابوسعید کی حدیث کو روایت کرتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہر نماز میں سورہ فاتحہ پڑھا کرو اور اگر کچھ اور قرآن میسر ہو تو وہ بھی پڑھا کرو۔

۳۶۔ ابوسعید خدری بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وضو

نماز کی کنجی ہے اور تکبیر نماز کو حرمت میں داخل کرتی ہے اور تسلیم نماز کی حرمت کو کھول دیتی ہے اور (نفلی نمازیں) ہر دو رکعت پر سلام پھیرنا ہے اور سورہ فاتحہ اور اس کے ساتھ اور بھی پڑھے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ ابو حنیفہ کہتے ہیں کہ ہر دو رکعت پر سلام سے مراد تشہد بیٹھنا ہے۔

۳۷۔ ایک اور سند سے ابو سعید کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ ہر دو رکعت پر التحیات ہے۔ اور وہ نماز جائز ہی نہیں جس میں سورہ فاتحہ اور اس کے ساتھ کچھ اور نہ پڑھا جائے۔

ف) روایات ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔

۳۸۔ حضرت ابو ہریرہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ میں منادی کر دوں کہ سورہ فاتحہ ومازاد پڑھے بغیر نماز نہیں ہوتی۔

۳۹۔ (دوسری حدیث) ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا پس منادی کی کہ سورہ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی اور کچھ زیادہ بھی۔

۴۰۔ (تیسری حدیث) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نکل اور لوگوں میں منادی کر دے کہ سورہ فاتحہ اور ومازاد کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔

۴۱۔ (چوتھی حدیث دو سندوں سے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ میں مدینہ میں منادی کروں کہ بغیر قرأت کے نماز نہیں ہوتی۔ اگرچہ صرف سورۂ فاتحہ ہی پڑھو

۴۲۔ (پانچویں حدیث) ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ لا صلوٰۃ الا بقراءۃ فاتحۃ الکتاب کہ سورہ فاتحہ پڑھے بغیر نماز نہیں ہوتی۔

۴۳۔ (چھٹی حدیث) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلمؐ نے حضرت ابو ہریرہ کو حکم دیا پس انہوں نے مدینہ کی سڑکوں پر منادی کر دی کہ خبردار بغیر قرأت کے نماز نہیں ہوتی اگرچہ صرف سورہ فاتحہ ہی ہو۔

۴۴۔ (ساتویں حدیث) آنحضرت کے حکم سے ابو ہریرہ نے مدینہ کی سڑکوں پر منادی کی کہ بغیر فاتحہ کے نماز نہیں ہوتی۔

امام احمد بیہقی فرماتے ہیں کہ حضرت سفیان ثوری اور یحییٰ بن سعید القطان دونوں،

بلند پایہ امام وحافظ ہیں۔ انہوں نے سابقہ روایت کے مطابق لفظ نقل کیے ہیں یعنی نمبر ۴۴، کے مطابق اور جنہوں نے نمبر ۴۳ کے مطابق) ولو بفاتحۃ الکتاب نقل کئے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر قرأت سورہ فاتحہ سے زیادہ کرلے تو بہتر ہے اور اگر صرف سورہ فاتحہ ہی پڑھی ہے اور اس سے زیادہ قراءت نہیں کر سکا تو بھی اس کو کفایت کر جاتی ہے جیسا کہ ہم نے مفصل طور پہ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے۔

۴۵۔ حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے وہ کہا کرتے تھے کہ پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور کوئی اور سورۃ بھی پڑھنے چاہیئے اور دوسری دو رکعتوں میں صرف فاتحہ پڑھنی چاہیئے اور فرماتے ہیں کہ ہم (صحابہ کرام) یہ بیان کیا کرتے تھے کہ بغیر فاتحہ یا اس سے کچھ زیادہ کے نماز نہیں ہوتی۔

۴۶۔ (دوسری سند سے) حضرت جابر فرماتے ہیں کہ ہم صحابہ یہ ہی یقین کرتے تھے کہ جس نماز میں سورہ فاتحہ یا کچھ اس سے زیادہ نہ پڑھا جائے وہ نماز کفایت نہیں کرتی۔

(علامہ بیہقی فرماتے ہیں کہ جب صحابی یہ کہے کنا نتحدث او کنا نری کہ ہم صحابہ کرام اسی طرح سمجھتے ہیں تو یہ بات تو واقعی اس کی اپنی اور صحابہ کرام کی طرف سے ہوتی تھی لیکن وہ بات انہوں نے واقعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سب نے یا بعض نے ضرور سنی ہوئی ہوتی ہے۔

باب: اس بات کی دلیل میں کہ جس نماز میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی جائے وہ نماز (خداج) مردہ، بے کار ہے۔ اور اس کا بیان کہ اللہ تعالےٰ نے نماز کو اپنے اور اپنے بندے کے درمیان نصفا نصف تقسیم کر دیا ہے۔ حالانکہ جس چیز کو تقسیم فرمایا ہے وہ صرف سورہ فاتحہ ہے (یعنی سورہ فاتحہ کو ہی نماز فرمایا ہے) یہ اس چیز کی دلیل ہے کہ سورہ فاتحہ نماز کا رکن ہے۔ حتیٰ کہ صرف سورہ فاتحہ کو نماز فرمادیا ہے اور اس میں نمازی امام ہو یا مقتدی یا منفرد اس کا کوئی فرق نہیں کیا ہے اور جس شخص نے آنحضرتؐ کے اس ارشاد کو اٹھایا اور بیان کیا ہے وہ اس کو خوب سمجھتا ہے (یعنی حضرت ابو ہریرہ) انہوں نے اس کو تمام نمازیوں پہ وجوب قرأت فاتحہ پہ محمول کیا ہے اور مقتدی کو خاص کر

حکم دیا ہے کہ اپنے دل میں فاتحہ ضرور پڑھے۔

۴۷۔ (چار سندوں سے) حضرت ابوہریرہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ ۲۰
علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس شخص نے بھی نماز پڑھی اور اس میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی وہ نماز مردہ ہے مردہ ہے پوری ہی نہیں ہوئی (ابو سائب کہتے ہیں) میں نے کہا اے ابوہریرہ اگر ہم امام کے پیچھے ہوں تو کیا کرنا چاہیئے تو حضرت ابوہریرہ نے میرے بازو کو دبایا اور فرمایا اے فارسی اپنے دل میں ضرور پڑھ۔ کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے نماز کو اپنے اور اپنے بندے کے درمیان نصفا نصف تقسیم کر دیا ہے نصف میرے لیے ہے اور نصف میرے بندے کے لئے ہے اور بندے کے لیے ہے جو سوال کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندہ جب کہتا ہے الحمد للہ رب العالمین تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں حمدنی عبدی (میرے بندے نے میری تعریف بیان کی) بندہ کہتا ہے الرحمن الرحیم تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میرے بندے نے میری ثنا بیان کی۔ بندہ کہتا ہے مالک یوم الدین تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مجدنی عبدی میرے بندہ نے میری بزرگی بیان کی بندہ کہتا ہے ایاک نعبد و ایاک نستعین تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یہ آیت نصف میرے لیے ہے اور نصف میرے بندہ کے لیے ہے اب میرا بندہ جو مجھ سے مانگے گا میں دوں گا۔ پھر بندہ کہتا ہے اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یہ میرے بندے کا حق ہے اور بندے نے جو مانگا ہے وہ اسے ملے گا۔

یہ حدیث دارمی نے ابن بکیر اور قعنبی سے روایت کی ہے اور ابن وہب نے مختصر بیان کی ہے۔ امام مالک بن انس نے اپنی کتاب موطا میں "باب القراءت خلف الامام" میں بیان کی ہے۔ امام مسلم نے اپنی صحیح میں عن قتیبۃ عن مالک نقل کی ہے۔ اسی طرح یہ روایت عبدالعزیز بن عبدالعزیز اور ولید بن کثیر اور محمد بن عجلان

اور محمد بن اسحاق بن یسار اور ورقاء بن عمر نے بھی عبد الرحمن عن ابی السائب کے ٢١
واسطہ سے ابوہریرہ سے نقل کی ہیں ۔

اور اقرأ بہا فی نفسک کا مطلب یہ ہے کہ الفاظ اپنے منہ سے نکالے آہستہ آواز سے کہے اونچی آواز سے نہ کہے اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ انسان صرف دل میں فکر کرے اور الفاظ منہ سے نہ کہے کیونکہ تمام اہل زبان یعنی عربی والوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ دل کے ذکر کو قرائت نہیں کہتے اور اس بات پر بھی اہل علم کا اجماع ہے کہ دل کا ذکر بغیر الفاظ کے نہ شرط نماز ہے نہ مسنون ہے پس حدیث کا ایسا معنی بیان نہیں کرنا چاہیئے جو کسی نے بھی نہ کہا اور نہ ہی اہل عرب اس کی توثیق کریں ۔

٤٨۔ (دوسری سند بواسطہ ابن جریج) ابوہریرہ کی یہی حدیث جسکو امام مسلم نے اپنی صحیح میں محمد بن رافع عن عبد الرزاق سے بھی نقل فرمایا ہے ۔

٤٩۔ بواسطہ ولید بن کثیر ابوہریرہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص بھی نماز پڑھے اور اس میں سورہ فاتحہ نہ پڑھے تو وہ نماز مردہ اور نامکمل ہے؎ (خداج غیر تمام) میں نے کہا اے ابوہریرہ اگر میں امام کے پیچھے ہوں
تو فرمایا تجھ پر افسوس ہے اے فارسی دل میں ضرور پڑھ کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ ٢٢
وسلم سے سنا ہے کہ اللہ تعالے فرماتے ہیں میں نے نماز اپنے بندے کے درمیان تقسیم کردی ہے اور میرے بندے کیلئے ہے جو وہ مانگے ۔ جب بندہ پڑھتا ہے ۔ الحمد للہ رب العالمین تو اللہ تعالے فرماتے ہیں حمدنی عبدی جب بندہ کہتا ہے الرحمن الرحیم تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اثنی علی عبدی جب بندہ کہتا ہے ۔ مالک یوم الدین اللہ تعالے فرماتے ہیں مجدنی عبدی اور یہ سب میرے لئے

؎ خداج کا لفظ جس کا ترجمہ مردہ کیا ہے دراصل خداج اس بچے کو کہتے ہیں جو اونٹنی کے پیٹ سے ہی مرا ہوا پیدا ہو اور وقت سے پہلے پیدا ہو اور دوسرا لفظ غیر تمام جس کا ترجمہ نامکمل کیا ہے اصل ترجمہ خداج کی مناسبت سے یہ ہے کہ جو بچہ ابھی پورا بنا ہوا بھی نہ ہو بلکہ ادھورا ہو (مترجم)

ہے اور باقی بندے کے لیے ہے پھر ایاک نعبد سے لے کر ولا الضالین تک پڑھا

۵۰۔ (بواسطہ محمد بن عجلان) ابوہریرہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو بندہ بھی نماز پڑھے بغیر قرأت کے پس وہ خداج ہے خداج ہے خداج (مردہ) ہے۔ ناتمام ہے۔ راوی نے ابوہریرہ سے کہا کہ مجھ سے امام کے ساتھ نہیں پڑھا جاتا۔ فرمایا دل میں ضرور پڑھ۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے نماز اپنے اور بندے کے درمیان تقسیم کر دی ہے پس پہلا حصہ میرے لیے ہے اور درمیان کا حصہ نصف میرا اور نصف میرے بندے کا ہے اور آخری حصہ میرے بندے کا ہے اور جو میرا بندہ مجھ سے مانگے گا میں اسے دوں گا۔ بندہ کہتا ہے الحمد للہ رب العالمین اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں حمدنی عبدی بندہ کہتا ہے الرحمن الرحیم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اثنی علی عبدی بندہ کہتا ہے مالک یوم الدین اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مجدنی عبدی یہ میرا حصہ ہے بندہ کہتا ہے ایاک نعبد و ایاک نستعین تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں عبادت خالص میرے لیے ہے اور استعانت جو مجھ سے مانگی وہ میں بندے کو دونگا پھر بندہ کہتا ہے اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یہ میرے بندے کا حصہ ہے۔

یہ روایت اسی طرح قتیبہ بن سعید سے بھی مروی ہے لیکن قتیبہ نے اس میں وہم کیا ہے۔ کیونکہ حدیث لیث عن ابن عجلان عن العلاء عن ابی السائب سے ہے۔

۵۱۔ (ایک اور سند سے) ابوہریرہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو بھی آدمی نماز پڑھے اور اس میں قرأت نہ کرے تو وہ نماز مردہ ناتمام ہے اور ساری حدیث بیان کی۔ ۲۳

۵۲۔ (محمد بن اسحاق بن یسار کے ذریعہ سے دو سندوں کے ساتھ) ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے بھی نماز پڑھی اور سورہ

فاتحہ نہ پڑھی تو وہ نماز مردہ ہے پھر مردہ ہے ناتمام ہے۔ میں نے کہا اے ابوہریرہ اگر امام بلند آواز سے پڑھے تو میں کیا کروں فرمایا اپنے دل میں پڑھ اور ساری حدیث بیان کی۔

۵۳۔ (ورقاء بن عمر لیشکری کے واسطہ سے) ابوہریرہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ ہر وہ نماز جس میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی جائے وہ مردہ ہے۔ مردہ ہے۔ الحدیث

اس حدیث کو شعبہ بن حجاج، سفیان بن عیینہ، ابراہیم بن طہمان، روح بن قاسم ۲۴
اسمعیل بن جعفر، ابوغسان محمد بن مطرف، عبدالعزیز بن محمد دراوردی۔ جہم بن عبداللہ محمد بن یزید لبصری، زہیر بن محمد عنبری وغیرہ نے عن العلاء عن ابیہ عن ابی ہریرہ بیان کیا ہے (یعنی ورقاء بن عمر لیشکری کی متابعت میں مزید دس راویوں کی روایات ہیں)

۵۴۔ (شعبہ کے واسطہ سے) ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نماز میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی جائے وہ مردہ ہے مردہ ہے۔ مردہ ہے ناتمام ہے۔ شاگرد نے کہا میں امام کے پیچھے ہوتا ہوں فرمایا اے فارسی دل میں پڑھ۔

۵۵ (شعبہ سے ایک اور سند سے بھی اسی طرح روایت ہے۔

۵۶۔ (ایک اور سند سے بھی بواسطہ شعبہ) ابوہریرہ سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ نماز فائدہ نہیں دیتی جس میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی جائے میں نے کہا کہ ان کنت خلف الامام کہ اگر میں امام کے پیچھے ہوں تو۔ انہوں نے میرے ہاتھ کو پکڑا اور فرمایا کہ اے فارسی دل میں پڑھ۔

اس روایت کو ابن خزیمہ نے بھی محمد بن یحییٰ سے بیان کیا ہے اور بطور دلیل پیش کیا ہے کہ تمام روایات میں خداج کا لفظ ہے اور خداج ایسے نقصان کو کہتے ہیں جس کے ہوتے ہوئے نماز کسی کام نہ آسکے۔

۵۷۔ (سفیان بن عیینہ کے واسطہ سے) ابوہریرہ روایت کرتے ہیں کہ ہر وہ نماز ۵
جس میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی جائے وہ مردہ نماز ہے میں نے کہا کہ میں امام کی قرأت

سنتا ہوں۔ فرمایا اے فارسی یا اے فارسی کے بیٹے دل میں پڑھ۔

۵۸۔ (مزید دو سندوں سے) ابو ہریرہ کی روایت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں نے نماز اپنے اور اپنے بندے کے درمیان تقسیم کر دی ہے۔ جب بندہ کہتا ہے الحمد للہ رب العالمین تو اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں حمدنی عبدی جب بندہ کہتا ہے۔ الرحمن الرحیم تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اثنی علی عبدی یا مجدنی عبدی جب بندہ کہتا ہے مالک یوم الدین تو اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں فوض الی عبدی جب بندہ کہتا ہے ایاک نعبد و ایاک نستعین تو اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں یہ نصف میری اور نصف میرے بندے کی ہے اور بندے کے لیے وہ ہے جو اس نے مانگا بندہ کہتا ہے اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین تو اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں۔ یہ میرے بندہ کا حصہ ہے اور بندہ کے لیے جو اس نے مانگا۔

۵۹۔ (ایک اور سند سے) ابو ہریرہ کی روایت کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ ہر وہ نماز جس میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی جائے وہ مردہ ہے مردہ ہے (شاگرد نے کہا کہ جب کبھی میں امام کے پیچھے ہوں تو فرمایا دل میں پڑھ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ ۲۶
وسلم نے فرمایا ہے اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں کہ میں نے نماز اپنے اور بندے کے درمیان تقسیم کر دی ہے (پھر لمبی حدیث بیان کی)

اس حدیث کو امام مسلم نے اپنی صحیح میں اسحاق بن ابراہیم سے اس سے بھی زیادہ مکمل بیان کی ہے۔

۶۰۔ (ابراہیم بن طہمان کے واسطہ سے دو سندوں کے ساتھ) ابو ہریرہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کہ جو شخص بھی نماز پڑھے اور اس میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھے تو اس کی نماز مردہ۔ مردہ ہے ناتمام ہے میں نے کہا ابو ہریرہ ہم جب امام کے پیچھے ہوں اور قرأت بھی سنتے ہوں تو فرمایا اے فارسی کے بچے دل میں پڑھتا جا کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں

میں نے نماز اپنے اور اپنے بندے کے درمیان نصفا نصف تقسیم کر دی ہے اور لمبی حدیث بیان کی۔

٦١۔ (روح بن قاسم کے واسطے سے دو سندوں سے) ابوہریرہ کی روایت ہے کہ جو ٢٧
شخص بھی نماز پڑھے اور اس میں سورہ فاتحہ نہ پڑھے تو اس کی نماز مردہ ہے مردہ ہے۔ مردہ ہے ادھوری ہے۔ میں نے کہا اے ابوہریرہ جب میں امام کے پیچھے ہوں تو کیا کروں تو حضرت ابوہریرہ نے میرے بازو کو جھنجھوڑا اور فرمایا اے فارسی کے بچے دل میں پڑھتا جا کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے اللہ تعالے فرماتے ہیں کہ میں نے نماز اپنے اور اپنے بندے کے درمیان نصفا نصف تقسیم کر دی ہے نصف میرے لیے ہے اور نصف میرے بندے کے لیے اور بندے کے لیے ہے جو بھی سوال کرے (اسی لیے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ پڑھو۔ کیونکہ جب بندہ کھڑا ہوتا ہے اور کہتا ہے الحمد للہ رب العالمین تو اللہ تعالے فرماتے ہیں حمدنی عبدی بندہ کہتا ہے الرحمن الرحیم اللہ تعالے فرماتے ہیں اثنی علی عبدی بندہ کہتا ہے مالک یوم الدین اللہ تعالے فرماتے ہیں مجدنی عبدی اور یہ میرے لیے ہے اور ایاک نعبد و ایاک نستعین نصف میرے لیے ہے اور نصف میرے بندے کے لیے اور باقی سورۃ میرے بندے کے لیے اور میرے بندے کیلئے ہے جو اس نے سوال کیا (یہ الفاظ محمد بن ابوبکر کی روایت کے ہیں)۔

٦٢۔ (اسمعیل بن جعفر کے واسطہ سے) ابوہریرہ کی روایت ہے۔ بلاشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو بھی نماز پڑھے اور اس میں سورہ فاتحہ نہ پڑھے تو اس کی نماز مردہ ہے مردہ ہے۔ مردہ ہے ناتمام ہے۔

٦٣۔ (ابو غسان اور عبد العزیز بن محمد دراوردی ان دونوں کے ذریعے سے) حضرت ٢٨
ابوہریرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ جو شخص بھی نماز پڑھے اور اس میں سورہ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز خداج۔ خداج ناتمام ہے۔ میں نے حضرت ابوہریرہ سے کہا کہ جب ہم امام کے پیچھے ہوں تو کیا کریں فرمایا دل میں پڑھتا

جا کیونکہ میں نے رسول اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ نماز کو میں نے اپنے اور بندے کے درمیان نصف نصف تقسیم کر لیا ہے نصف میرا ہے اور نصف سوال والا حصہ میرے بندہ کا ہے۔ بندہ کہتا ہے الحمد للہ رب العلمین اللہ تعالے فرماتے ہیں حمدنی عبدی بندہ کہتا ہے الرحمن الرحیم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اثنی علی عبدی بندہ کہتا ہے مالک یوم الدین اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مجدنی عبدی اور یہ میرا حصہ ہے اور ایاک نعبد و ایاک نستعین یہ نصف میری اور نصف میرے بندے کی ہے اور آخری سورت سارا سوال والا حصہ میرے بندے کا ہے (اسی لیے) بندہ کہتا ہے اھدنا الصراط المستقیم
- صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین۔

۶۴۔ (اکیلے دراوردی کے واسطہ سے) ابو ہریرہؓ کی روایت اسی طرح ہے۔

۲۹ ۶۵۔ (جعفر بن عبداللہ کے واسطہ سے) ابوہریرہ کی روایت میں ہے کہ اللہ تعالے فرماتے ہیں میں نے تقسیم کر دی نماز اپنے اور بندے کے درمیان نصف میرے لیے ہے اور نصف میرے بندے کے لیے۔ بندہ کہتا ہے الحمد للہ رب العالمین اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں حمدنی عبدی بندہ کہتا ہے الرحمن الرحیم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مجدنی عبدی بندہ کہتا ہے مالک یوم الدین اللہ تعالے فرماتے ہیں اثنی علی عبدی اور یہ میرا حصہ ہے اور اگلی آیت میری اور میرے بندے دونوں کی نصف نصف ہے ایاک نعبد و ایاک نستعین اور باقی حصہ سورۃ کا میرے بندے کا ہے
- اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین۔

۶۶۔ (محمد بن یزید بصری کے واسطہ سے) ابوہریرہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نماز میں بھی سورہ فاتحہ نہ پڑھی جائے وہ خداج ہے خداج ہے خداج ہے ناتمام ہے۔ عبدالرحمن نے کہا کہ اے ابوہریرہ جب میں امام کے پیچھے ہوں تو کیا کروں فرمایا اے فارسی کے بچے دل میں پڑھتا جا کیونکہ میں نے رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں نے نماز اپنے اور بندے ۳۰
کے درمیان نصفا نصف تقسیم کر دی ہے۔ نصف میرا حصہ ہے اور نصف میرے بندے
کا جو سوال والا حصہ ہے۔ جب بندہ کہتا ہے الحمد للہ رب العالمین
تو اللہ تعالے فرماتے ہیں حمدنی عبدی بندہ کہتا ہے الرحمن الرحیم اللہ
تعالے فرماتے ہیں مجدنی عبدی بندہ کہتا ہے مالک یوم الدین اللہ تعالیٰ
فرماتے ہیں اثنی علی عبدی اور گلی آیت میری اور میرے بندے کی ہے ایاک
نعبد وایاک نستعین اور سورۃ کا باقی حصہ بندے کے لیے ہے اھدنا
الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم
ولا الضالین۔

۶۷۔ از بسیر بن محمد عنبری کے واسطہ سے) ابوہریرہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر وہ نماز جس میں سورہ فاتحہ نہیں پڑھی گئی پس وہ مردہ
ہے مردہ ہے اور ساری حدیث بیان کی۔

اس باب میں حضرت سعد بن سعید، یوسف بن عبد الرحمن، سعید بن سلمہ
عبد الرحمن بن اسحاق اور حسن بن عمارہ عن العلاء ابن عبد الرحمن ابیہ عن ابی ہریرۃ۔
کی روایات بھی ہیں۔ لیکن (تطویل) کتاب بڑھ جانے کے خوف سے چھوڑ دی ہیں۔

۶۸۔ ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر وہ نماز
جس میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی گئی ہو وہ مردہ نا تمام ہے۔ ایک آدمی نے کہا اے
ابوہریرہ میں امام کے پیچھے ہوں تو کیا کروں تو فرمایا دل میں پڑھتا جا اے فارسی ۳۱
کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے اللہ تعالے فرماتے ہیں کہ میں نے
یہ سورۃ (فاتحہ) اپنے اور اپنے بندے کے درمیان تقسیم کر دی ہے نصف میرے
لیے ہے اور نصف میرے بندے کے لیے ہے۔ جب بندہ کہتا ہے بسم اللہ
الرحمن الرحیم اللہ تعالے فرماتے ہیں ذکرنی عبدی بندہ کہتا ہے الحمد
للہ رب العالمین اللہ تعالے فرماتے ہیں حمدنی عبدی اسی طرح ساری حدیث

ذکر کی ہے۔

یہ زیادت اس حدیث میں ابن سمعان کی ہے جو قوی نہیں اور اس زیادت کے علاوہ یہ حدیث ابن سمعان سے بالکل محفوظ ہے۔ علاء اور ابو سائب کی روایتوں سے زیادہ صحیح ہے۔ صرف ایک بات ہے کہ علاء بن عبد الرحمن کبھی یہ حدیث اپنے باپ سے بیان کرتا ہے کبھی ابو السائب اور کبھی دونوں سے روایت کرتا ہے لیکن اس کی صحت پر یہ دلیل ہے کہ ثقات کی ایک جماعت نے دونوں سے روایت کی ہے۔

۶۹۔ (مزید) ابو ہریرہ کی روایت ہے کہ جو شخص بھی نماز پڑھے اور اس میں سورہ فاتحہ نہ پڑھے پس وہ مردہ ہے۔ مردہ ہے ناتمام ہے۔ میں نے کہا اے ابو ہریرہ جب کبھی میں امام کے پیچھے ہوں تو کیا کروں۔ حضرت ابو ہریرہ نے میرے بازو کو جھنجھوڑا اور فرمایا اے فارسی دل میں پڑھ کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ اللہ تعالٰی فرماتے ہیں کہ میں نے نماز اپنے اور بندے کے درمیان تقسیم کر لی ہے نصف میرا اور نصف میرے بندے کا ہے جو سوال والا حصہ ہے۔ بندہ کہتا ہے الحمد للہ رب العالمین اللہ تعالٰی فرماتے ہیں حمدنی عبدی بندہ کہتا ہے الرحمن الرحیم اللہ تعالٰی فرماتے ہیں اثنی علی عبدی بندہ کہتا ہے۔ مالک یوم الدین اللہ تعالٰی فرماتے ہیں مجدنی عبدی اور ایاک نعبد و ایاک نستعین میری اور میرے بندے کی ہے۔ سارا سوال والا حصہ میرے بندے کا ہے اھدنا الصراط المستقیم سے آخر تک۔ اس روایت کو امام مسلم نے اپنی صحیح میں عن احمد بن جعفر عن النضر ابن محمد عن ابی اویس سے درج فرمایا ہے۔

۷۰۔ مزید ایک اور سند سے ابو ہریرہ کی روایت ہے۔

۷۱۔ ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ جس نے نماز پڑھی اور اس میں قرآن سے کچھ نہ پڑھا اس کی نماز خداج ہے خداج ناتمام ہے۔ اس روایت کو امام زہری نے بھی بیان کیا ہے۔

۷۲۔ ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص ۳۴
بھی نماز پڑھے اور اس میں سورہ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز مردہ ناتمام ہے میں نے
کہا کہ اے ابوہریرہ میں امام کے پیچھے ہوتا ہوں فرمایا تجھ پر افسوس ہے اے فارسی
دل میں پڑھ کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ اللہ تعالی فرماتے ہیں
میں نے نماز اپنے اور بندے کے درمیان تقسیم کر دی ہے اور سوال بندے کے
لیے ہے۔ جب بندہ کہتا ہے الحمد للہ رب العالمین تو اللہ تعالی فرماتے ہیں
حمدنی عبدی بندہ کہتا ہے الرحمن الرحیم اللہ تعالی فرماتے ہیں اثنی علی عبدی
بندہ کہتا ہے مالک یوم الدین اللہ تعالے فرماتے ہیں مدحنی عبدی اور رجو باقی ہے
بندے کا حصہ ہے اور سورہ آخر تک پڑھی۔

اس روایت کو صفوان بن سلیم نے بھی ابوسائب سے بیان کیا ہے۔

۷۳۔ ابوہریرہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے
بھی نماز پڑھی اور اس میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی تو وہ نماز بے کار ہے۔ (خداج
یعنی مردہ)

۷۴۔ ابوہریرہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے نماز
پڑھی اور اس میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی تو وہ مردہ ناتمام ہے۔

اس روایت کو علا بن عبدالرحمن عن ابیہ اور عن ابی السائب کے واسطہ کے علاوہ بھی بیان کیا گیا ہے جو آگے بیان ہیں

۷۵۔ ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر وہ ، ۳۴
نماز جس میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی گئی ہو وہ مردہ ناتمام ہے۔

۷۶۔ ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر وہ نماز
جس میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی جائے مردہ ہے تین مرتبہ فرمایا ہے۔ ابوعلی کہتے ہیں کہ یہ
روایت محمد بن عمرو پر موقوف ہے۔

۷۷۔ یہ ہی روایت ایک اور سند سے بھی مروی ہے اور وہ بھی موقوف ہے۔

۷۸ ابوہریرہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر وہ نماز جس میں

سورہ فاتحہ نہ پڑھی جائے وہ مردہ ہے مردہ ہے اس روایت کو معمر بن سلیمان نے بھی بیان کیا ہے لیکن وہ سند موقوف ہے اور اس روایت کے الفاظ اس طرح ہیں کہ جب ہم امام کے پیچھے ہوں اور امام قرائت کر رہا ہو تو کیا کریں۔ تو ابوسلمہ نے جواب دیا کہ امام دو دفعہ نماز میں قرائت سے رکتا ہے ان کو غنیمت جانو اور اس میں پڑھ لو للامام سکتتان فاغتنموهما۔

یہ روایت ایک اور سند سے مرفوعاً بھی مروی ہے۔

۴۵ ایک روایت میں عبدالرحمٰن بن یعقوب اور ابوالسائب عن ابی ہریرہ بھی ہے جو کہ اس کے (رفع کے) لیے کافی ہے اور عبدالرحمن ثقات معروفین میں سے ہے اور ابوسائب مدنی آزاد شدہ غلام ہیں ہشام بن زہرہ کے اور وہ ابوہریرہ کے ہم مجلسوں میں سے تھے۔ ابوسائب نے ابوہریرہ، ابوسعید خدری اور مغیرہ بن شعبہ سے روایات کی ہیں اور ابوسائب سے یہ روایت علاء بن عبدالرحمن بن یعقوب نے کی ہے اور وہ اس سے بالکل صحیح مروی ہے جیسا کہ ہم نے پہلے اس کا ذکر کر دیا ہے۔

پھر یہ روایت امام زہری اور صفوان بن سلیم سے بھی مروی ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کر دیا ہے۔

پھر یہ روایت اس سے شریک بن عبداللہ اور بکر بن عبداللہ اور صیفی مولیٰ فلح اور محمد بن عمرو بن عطا اور عبداللہ عمر نے بھی ہر ایک نے علیحدہ سند سے بھی روایت کی ہے۔ اور جس شخص سے ایسے ثقات روایت کریں اس کی تو موقوف روایت بھی قابل قبول ہے اس کے باوجود ہم نے اس روایت کی متابعت عبدالرحمن بن یعقوب سے بیان کر دی ہے۔

اس کے علاوہ ہم نے روایات جابر بن عبداللہ انصاری اور اس کے علاوہ اور صحابہ سے بھی روایات نقل کی ہیں۔

باب:۔ ابوہریرہ کی خداج والی روایت کے دوسرے ساتھی صحابی جن میں یہ الفاظ

ہیں کہ جس نے سورہ فاتحہ نماز میں نہ پڑھی اس کی نماز مردہ ہے اور فرق نہیں کیا گیا کہ امام ہو یا مقتدی یا منفرد ہو۔

۲۶ ۷۹۔ حضرت جابر بن عبداللہ سے (دو سندوں سے) روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ نماز کو میں نے اپنے اور بندے کے درمیان تقسیم کر لیا ہے۔ اور بندے کیلئے ہے جو اس نے مانگا۔ بندہ کہتا ہے الحمد للہ رب العالمین اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں حمدنی عبدی جب بندہ کہتا ہے الرحمن الرحیم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اثنی علی عبدی جب بندہ کہتا ہے مالک یوم الدین اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مجدنی عبدی پس یہ میرے لیے ہے اور باقی بندے کے لیے ہے۔

۸۰۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے (دو سندوں سے) روایت ہے کہ رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص بھی نماز پڑھے اور اس میں سورہ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز مردہ ناتمام ہے۔

(دو سندوں میں سے جو) وہی والی روایت ہے اس میں غیر تمام کا لفظ نہیں ہے۔

پھر ان دونوں سندوں کی متابعت یزید بن ہارون وغیرہ نے ابن اسحاق سے کی ہے امام بخاری نے بھی جزء القراء میں اس سے احتجاج کیا ہے۔ اگرچہ اپنی جامع میں درج نہیں کیا

پھر یہ روایت ایک اور سند سے بھی مروی ہے ہشام بن عروہ عن ابیہ عن عائشہ رضی اللہ عنہا۔

پھر نفس مسئلہ میں اگرچہ ہمیں ضعیف روایات بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن پھر بھی (بطور شاہد کے) بعض کو بیان کیا ہے اور اعتماد ثقات کی روایات پر ہی ہے۔

۲۷ ۸۱۔ (ایک اور سند سے) حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نماز میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی جائے اور کچھ زیادہ بھی تو وہ مردہ ہے

۸۲۔ (ایک اور سند سے) حضرت عائشہ رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نماز میں سورۂ فاتحہ کی قرائت نہ کی جائے وہ مردہ ہے تین مرتبہ فرمایا۔

ابو احمد کہتے ہیں کہ اس کی سند میں جو عمارہ بن غزیہ عن ہشام ہے۔ میرے علم کے مطابق ہشام بن عروہ سے عمارہ بن غزیہ نے صرف یہی حدیث بیان کی ہے۔

۸۳۔ حضرت علی سے روایت ہے کہ ہر نماز جس میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی جائے وہ مردہ ہے اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔

اس روایت کو ابو عبداللہ نے اپنی کتاب میں لکھا ہے اور جس نے اسے روایت کیا ہے اس کی کتاب میں میں نے خود لکھا دیکھا ہے اس نے حسین بن حسن طوسی عبدالملک بن مسلمہ سے روایت ہے جو کہ بالکل درست ہے۔

قعنبی عبداللہ بن مسلمہ نے بھی عبدالرحمن سے روایت کیا ہے لیکن وہ سند مرفوع نہیں ہے اس سے آگے سند بیان کی ہے۔

۸۳ ۸۴۔ عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ (دو سندوں سے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں فرمایا کہ جس نماز میں بھی سورہ فاتحہ نہ پڑھی جائے وہ مردہ ہے مردہ ہے مردہ ہے۔

ایک سند میں لفظ (نام سورہ فاتحہ کا) امّ الکتاب ہے اور دوسری میں فاتحۃ الکتاب ہے۔

اس روایت کو امام بخاری نے بھی اپنی جزء القراءت میں درج فرمایا ہے۔

۸۵۔ (ایک اور سند سے) عمرو بن شعیب سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر وہ نماز جس میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی جائے وہ مردہ ہے۔

اس کو حسین المعلم نے بھی روایت کیا ہے اور اس سے بھی امام بخاریؒ نے احتجاج کیا ہے۔

۸۶۔ عبداللہ بن عمر روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جس نے بھی نماز پڑھی اور اس میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی تو اس کی نماز مردہ اور نامکمل ہے۔

۸۷۔ (ایک اور سند سے) عبداللہ بن عمر کی روایت ہے جس کے الفاظ ہیں کہ ہر وہ نماز جس میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی جائے مردہ ہے۔

۸۸۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہا سے روایت ہے لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ ۳۹
بفاتحۃ الکتاب کہ جس نے سورہ فاتحہ نہیں پڑھی اس کی نماز نہیں۔

۸۹۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بھی انہی الفاظ سے یہ روایت ہے۔

۹۰۔ حضرت جابر سے ایک اور سند سے بھی یہ روایت ہے۔

باب: ہر نمازی کی نماز کا افتتاح ہی سورہ فاتحہ سے ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ اس میں امام مقتدی اور منفرد کا کوئی فرق نہیں۔

۹۱۔ ابو ہریرہ، ابی بن کعب سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا نہ سکھاؤں میں تجھ کو ایک ایسی سورت جو نہ تو تورات میں اتاری گئی نہ انجیل میں نہ زبور میں اور نہ ہی قرآن میں اس جیسی کوئی سورت اور ہے میں نے کہا حضرت ضرور سکھلائیے آپ نے فرمایا تجھے مسجد کے دروازہ سے باہر نکلنے سے پہلے سکھا دوں گا۔ حتیٰ کہ جب حضرت باہر جانے کے لیے کھڑے ہوئے تو میں بھی ساتھ ہی کھڑا ہوا۔ میرا ہاتھ آپ کے ہاتھ میں تھا اور آپ باتیں کر رہے تھے۔ میں آہستہ آہستہ آپ کے ساتھ چلتا رہا کہ کہیں آپ بتانے سے پہلے ہی تشریف نہ لے جائیں جب ہم دروازہ کے قریب ہوئے تو میں نے عرض کیا حضرت وہ سورت جس کا آپ نے وعدہ فرمایا تھا آپ نے فرمایا کہ جب تو نماز پڑھتا ہے تو کیسے قراءت
کرتا ہے میں نے سورۂ فاتحہ پڑھ کر سنائی تو آپ نے فرمایا یہی ہے اور یہ سبع مثانی ہے ۴۰
(ایسی آیتیں ہیں جو بار بار دہرائی جاتی ہیں) جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ولقد اتینٰک سبعا من المثانی والقراٰن العظیم یہ ہی ہے جو ہیں دیا گیا ہوں۔

۹۲۔ حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ پر ایک ایسی

ایسی سورۃ نازل کی گئی ہے کہ اس جیسی سورۃ آج تک نازل نہیں ہوئی پس حضرت ابی نے پوچھا تو آپ نے فرمایا تیرے دروازہ سے نکلنے سے پہلے بتاؤں گا کہ تو جان لے گا پھر میں آہستہ سے چلا اور حضرت ابی نے پوچھا تو آپ نے فرمایا تو اپنی نماز میں قرأت کیسے کرتا ہے تو اس نے سورۃ فاتحہ پڑھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اس جیسی سورت نہ تو رات میں نازل ہوئی نہ انجیل میں نہ قرآن میں۔

(راوی نے شک کیا کہ آپ نے قرآن میں کہا) یا فرقان میں۔ اور یہ سبع المثانی اور قرآن عظیم ہے جو میں دیا گیا ہوں۔

۹۳۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابی بن کعب کے پاس سے گذرے اور ابی اس وقت نماز پڑھ رہے تھے تو آپ نے آواز دی اے ابی ادھر آؤ پس ابیّ بن کعب نے جلدی جلدی نماز ختم کر کے آنحضرت کی خدمت میں حاضری دی۔ آپ نے فرمایا اے ابی میں نے تجھے بلایا تو تو نے آنے میں دیر کیوں کر دی۔ کیا تجھے علم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے یا ایہا الذین آمنوا استجیبوا للہ و للرسول اذا دعاکم الآیۃ کہ جب تجھے اللہ کا رسول بلائے تو فوراً قبول کرو۔ تو ابیّ نے کہا یا حضرت غلطی ہوئی آئندہ آپ جب بھی بلائیں گے حاضر ہو جایا کروں گا اگرچہ میں نماز ہی کیوں نہ پڑھتا ہوں۔ پھر آپ نے فرمایا کیا نہ سکھاؤں تجھے ایسی سورت کہ نہ اس جیسی توراۃ میں نازل ہوئی نہ انجیل میں نہ زبور میں اور نہ ہی قرآن میں کوئی سورت اس جیسی ہے۔ ابیّ نے کہا حضرت ضرور ارشاد فرمایئے آپ نے فرمایا تیرے دروازہ سے باہر نکلنے سے پہلے بتاؤں گا اور آپ دروازہ کی طرف جا رہے تھے۔ جب آپ دروازہ سے نکلنے لگے تو ابیّ نے کہا حضرت پھر بتایئے وہ سورت آپ نے فرمایا اچھا تو بتاؤ نماز میں قراءت کیسے کرتے ہو تو حضرت ابی نے سورہ فاتحہ پڑھی پس فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ یہ سورت نہ تورات میں نازل ہوئی نہ انجیل میں نہ زبور میں اور نہ ہی قرآن میں کوئی سورت اس جیسی ہے اور یہ وہی سبع مثانی ہے جو اللہ

ہے مجھے عطا فرمائی ہے۔

۹۴۔ (ایک اور سند سے) ابوہریرہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابی بن کعب کے پاس سے گذرے اور ساری لمبی حدیث بیان کی اس میں یہ الفاظ ہیں کہ یا حضرت جو آپ نے وعدہ فرمایا تھا وہ سورت ارشاد فرمایئے تو آپ نے فرمایا تو نماز میں قرارت کیسے کرتا ہے پھر میں نے سورہ فاتحہ پڑھی۔

اسی طرح ایک اور روایت حفص بن میسرہ عن العلاء بن عبدالرحمن نے موصولاً بیان کی ہے۔

علاء بن عبدالرحمن کے واسطے سے ابی بن کعب کی اور سندیں بھی ہیں جن کو۔۔۔۔امام مالک نے اپنے موطا میں درج فرمایا ہے۔

۹۵۔ عامر بن کریز، حضرت ابی بن کعب سے (دو سند سے) روائت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابیؓ بن کعب کو بلایا اور وہ مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے نماز سے فارغ ہو کر گئے تو آپ نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں پکڑ لیا اور آپ مسجد سے باہر نکلنے کا ارادہ کر رہے تھے تو آپ نے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ تیرے مسجد سے نکلنے سے پہلے تجھے ایک ایسی سورت سکھاؤں جو نہ تورات میں نازل ہوئی ہو نہ انجیل میں اور نہ اس جیسی قرآن میں ہی اور ہو۔ حضرت ابیؓ نے کہا کہ میں نے دیر کی تاکہ آپ سے پوچھ کر جاؤں .... پھر میں نے کہا حضرت جس سورت کا آپ نے وعدہ فرمایا تھا وہ ارشاد فرمائیں۔ آپ نے فرمایا کہ جب نماز شروع کرتا ہے تو کیسے کرتا ہے میں نے سورہ فاتحہ آخر تک پڑھ دی آپ نے فرمایا یہ ہی وہ سورت ہے اور یہ سبع مثانی اور قرآن عظیم ہے جو میں دیا گیا ہوں۔

استدلال: حضرت امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابی بن کعب کو فرمایا کہ تو نماز کیسے پڑھتا ہے تو انہوں نے جواب میں سورت فاتحہ سنائی اور کسی قسم کی تخصیص نہ کی کہ امام ہو یا مقتدی ہو یا منفرد ہو یہ اس چیز کی دلیل ہے کہ سب پر قرأت فاتحہ فرض ہے۔

نیز اس بات پر بھی یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ صحابہ کرام میں بالکل مشہور و معروف تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ فاتحہ کو متعین فرما دیا ہے۔ کیونکہ یہی سکھلانا مقصود تھا کہ قرأت فی الصلوۃ میں سورۃ فاتحہ لازم ہے۔ اگرچہ سورۃ فاتحہ کے علاوہ بھی قرأت کرنا مستحب اور کار ثواب ہے۔

(یہاں تک امام بیہقی رحمۃ اللہ نے وہ احادیث ارشاد فرمائیں جن سے صرف قرأت کا لزوم ثابت ہوتا ہے اور ہر نمازی کے لیے عام روایات تھیں۔ اب وہ روایات بیان ہوں گی جو صرف مقتدی کے لیے خاص ہیں۔)

باب

وہ احادیث جو خاص طور پر مقتدی پر فاتحہ کو واجب کرتی ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد کہ اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ نمازی خواہ امام ہو یا مقتدی ہو یا منفرد ہو۔ اور نماز بھی خواہ جہری قرأت والی ہو یا سرّی قرأت والی ہو۔

۹۶ ۔ عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی روایت (دو سند سے) ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز پڑھائی ۔ آپ پر قراءت کچھ بوجھل ہوئی جب نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا میں یہ سمجھتا ہوں کہ تم امام کے پیچھے قراءت کرتے ہو۔ تمام صحابہ نے جواب دیا کہ ہاں اے اللہ کے رسول ہم بھی جلدی سے پڑھ لیتے ہیں تو آپ نے فرمایا مت کیا کرو سوائے سورہ فاتحہ کے کیونکہ جو وہ نہیں پڑھتا اس کی نماز نہیں ہوتی ۔ ۴۳

احمد بن خالد کی روایت میں قلنا اجل واللہ یا رسول اللہ کے لفظ ہیں اور یزید کی روایت میں قلنا نعم یا رسول اللہ ھذّا ہیں ۔

۹۷ ۔ یہی روایت مزید (پانچ سندوں سے) انہی الفاظ اور اسی معنی سے عبادہ بن صامت سے مروی ہے ۔

نیز اس روایت کی متابعت یزید بن ابی حبیب، حماد بن سلمہ، محمد بن ابی عدی، عبد الاعلی بن عبد الاعلی اور عمر بن حبیب عن محمد بن اسحاق بن یسار نے بھی روایت کیا ہے ۔ ۴۴

۹۸ ۔ عبادہ بن صامت سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز پڑھائی صبح کی پس آپ پر قرأت بوجھل ہوئی تو آپ ہم پر متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ میرا خیال ہے کہ تم امام کے پیچھے قرارت کرتے ہو جب کہ امام اونچی آواز سے قرأت کرتا ہے ہم نے کہا ہاں اے اللہ کے رسول۔ تو آپ نے فرمایا کہ نہ پڑھا کرو سوائے سورۃ

فاتحہ کے کیونکہ جو سورۃ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی۔

۹۹۔ ایسے ہی ایک اور سند سے بھی یہ روایت ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔ کیونکہ اس میں محمد بن اسحاق کے مکحول سے سماع کا صریح ذکر ہے۔ اس کو امام بخاری نے بھی جزء القرأت میں بیان کیا ہے۔ اس کی سند احمد بن خالد وہبی عن محمد بن اسحاق ہے اور اس سے احتجاج کیا ہے نیز فرمایا ہے کہ میں نے علی بن عبداللہ المدینی کو دیکھا وہ بھی ابن اسحاق کی حدیث سے احتجاج کرتے تھے اور علی بن مدینی۔ ابن عیینہ سے بیان کرتے ہیں کہ اس روایت میں کسی نے بھی ابن اسحاق کو متہم نہیں کیا ہے۔

امام زہری نے بھی کہا ہے کہ جس نے مغازی حاصل کرنا ہو تو اسے محمد بن اسحاق سے سیکھنا چاہیئے۔

ابن عیینہ فرماتے ہیں کہ میں نے کوئی بھی نہیں دیکھا ہے جو ابن اسحاق کو متہم کرتا ہو۔

ابن مدینی فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک ابن اسحاق ثقہ ہے اس میں اس کے سوا اور کوئی بات نہیں کہ وہ (مغازی میں) اہل کتاب سے روایات لے لیتا ہے۔

حضرت سفیان بن عیینہ کہتے ہیں کہ امام زہری کے پاس محمد بن اسحاق تشریف لائے تو انہوں نے دیر کی۔ جب ملے تو امام زہری نے پوچھا کہ تم کہاں تھے تو ابن اسحاق نے کہا کہ تیرے دربانوں کے ہوتے ہوئے تجھ سے کون مل سکتا ہے۔ چنانچہ امام زہری نے اسی وقت اپنے دربانوں کو بلا کر کہا کہ ابن اسحاق جب تشریف لائیں تو انہیں مت روکا کریں۔

ابن عیینہ کہتے ہیں کہ ابو بکر ہذلی سے میں نے سنا وہ کہتے ہیں کہ امام زہری کہا کرتے تھے کہ ابن اسحاق جب تک مدینہ میں ہیں اس وقت تک مدینہ میں علم کی فراوانی رہے گی۔

امام شعبہ کہتے ہیں کہ محمد بن اسحاق محدثین کے امام ہیں پوچھا گیا کس وجہ سے فرمایا اس کے حافظہ کی وجہ سے۔ یہ روایت امام بخاری نے اپنی تاریخ میں عبید بن یعیش سے روایت کی ہے۔

حضرت شعبہ کہتے ہیں کہ اگر میرے بس میں ہو تو میں محمد بن اسحاق کو محدثین پر امیر مقرر کر دوں

نیز فرماتے ہیں کہ محمد بن اسحاق کے ساتھ رہنا کیونکہ وہ حافظ ہے۔

ابوالعباس کہتے ہیں کہ محمد بن اسحاق بن یسار مغازی میں امام تسلیم کئے گئے ہیں اور روایت میں بہت سچے ہیں۔ یہ ہیں اقوال ہمارے اماموں کے محمد بن اسحاق کے بارے میں۔

اب رہی وہ بات جو امام مالک بن انس سے ان پہ جرح نقل کی گئی ہے تو اس کے متعلق یہ بات ہے کہ محمد بن اسحاق نے امام مالک کے نسب کے متعلق کوئی بات کہی
تھی اور امام مالک کو اس سے یہ بات پہنچی تھی کہ اس نے کہا کہ امام مالک کے علم کو مجھ پیش کرو میں اس کا ڈاکٹر ۲۶
ہوں تو یہ بات امام مالک کو ناگوار گذری تو انہوں نے یہ جرح کی۔

امام بخاری فرماتے ہیں اگر امام مالک کی بات واقعی درست ہے تو یہ بھی ہوتا ہے، کہ آدمی کسی شخص کی ایک بات کو غلط کہہ دے، اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ ہر بات میں متہم سمجھتا ہے۔

امام بخاری نقل کرتے ہیں ابراہیم بن منذر سے وہ محمد بن فلیح سے کہ امام مالک نے مجھے قریش کے دو بزرگوں سے حدیث لینے ..... سے روکا۔ اور خود ہی ان سے موطا میں روایات کیں اور ان کو قابل احتجاج سمجھا (۳۳)

امام بخاری فرماتے ہیں کہ اکثر ائمہ نے بعض الناس (احناف کی بات کو قبول نہیں کیا۔ بالکل اسی طرح جیسا کہ ابراہیم کی بات شعبی کے معاملہ میں قبول نہیں اور شعبی کی بات عکرمہ کے معاملہ میں قبول نہیں کی۔ اور ایسی جرح کو اہل علم نے بغیر دلائل کے قابل التفات نہیں سمجھا اور نہ ہی بلا دلیل ثابت کسی کی عدالت ساقط ہوتی ہے۔

محمد بن اسحاق سے امام شعبہ۔ امام ثوری - ابن ادریس - حماد بن زید - یزید بن زریع ابن علیہ - عبدالوارث - ابن مبارک نے روایت کی ہے اور اسی طرح امام احمد بن حنبل اور یحیی بن معین اور عام اہل علم نے ان کی روایت قبول کیا ہے۔

پھر امام بخاری فرماتے ہیں کہ (مدینی) علی بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ میں نے محمد بن اسحاق کی کتاب (بیاض) کو دیکھا مجھے صرف دو حدیثوں کے متعلق تردد ہوا اور ممکن ہے کہ وہ بھی صحیح ہی ہوں۔

امام احمد بیہقی فرماتے ہیں کہ جن دو حدیثوں کے متعلق (علی بن عبد اللہ نے تردد بیان کیا) ان کی تفسیر یعقوب بن سفیان نے علی بن عبد اللہ سے کی ہے کہ ابن اسحاق کی صرف دو حدیثیں مجھے منکر معلوم ہوئی ہیں ایک نافع عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ اذا نعس احدکم یوم الجمعۃ اور دوسری زہری عن عروۃ عن زید بن خالد کی اذا مس احدکم فرجہ کہ یہ دو روایتیں ان کے علاوہ کسی اور نے روایت نہیں کیں۔

امام احمد بیہقی فرماتے ہیں علی بن مدینی نے پہلی روایت کو اس لیے منکر کہا ہے کہ وہ عمرو بن دینار عن ابن عمر سے موقوف روایت ہے جس کو محمد بن اسحاق نے دوسری سند سے عن نافع عن ابن عمر مرفوع بیان کی ہے حالانکہ واقعی یہ روایت اور سند سے مرفوع ثابت ہے چنانچہ وہ حدیث یہ ہے۔ اخبرنا ابو زکریا بن ابی اسحاق اخبرنا عبد الباقی بن قانع حدثنا محمد بن نصر بن منصور الصائغ حدثنا احمد بن عمر الوکیعی حدثنا عبد الرحمن بن محمد المحاربی عن یحیی بن سعید الانصاری عن نافع عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا نعس احدکم فی الصلوۃ فی المسجد یوم الجمعۃ فلیتحول من مجلسہ الی غیرہ

اور دوسری حدیث جو عروہ عن بسرۃ بنت صفوان سے مشہور ہے اس کو ابن اسحاق نے عن عروۃ عن زید بن خالد الجہنی عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا ہے انہ قال اذا مس احدکم ذکرہ فلیتوضأ (یعنی لہذا صحیح روایت کیا ہے) حالانکہ اس روایت کو اکیلے محمد بن اسحاق نے ہی بیان نہیں کیا بلکہ امام احمد بن حنبل نے بھی اسی طرح روایت کیا ہے۔ پس محمد بن اسحاق اس اعتراض سے بھی بری الذمہ ہو گئے جیسا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ ممکن ہے کہ یہ دونوں حدیثیں بھی صحیح ہوں۔

ایک اور اعتراض جو ہمیں علی بن مدینی سے پہنچا ہے یہ ہے کہ ابن اسحاق حدیث

بیان کرتے ہیں فاطمہ بنت منذر سے۔ کیا ابن اسحاق فاطمہ بنت منذر سے ملے تھے؟ اس کا جواب امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے دیا ہے کہ اہل مدینہ کے نزدیک لکھ کر دی ہوئی حدیث کی روایت بھی درست ہے۔ ہو سکتا ہے کہ فاطمہ بنت منذر نے حدیث لکھ دی ہو۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ پردہ کے پیچھے سے سنا ہو جو فاطمہ بنت منذر نے اس کے لیے بیان کیا ہو اور ہشام (جو معترض ہے اور فاطمہ بنت منذر کا خاوند ہے) اس وقت پاس نہ ہو۔

ابواحمد بن عدی کہتے ہیں کہ میں نے محمد بن اسحاق کی تمام روایات کی پوری طرح تفتیش کی لیکن ان میں کوئی بھی ایسی حدیث نہ تھی جس کو بوجہ ضعف کے قطع کیا جا سکے۔ (یعنی ناقابل قبول گردانا جائے) اور نہ ہی ائمہ ثقات نے ان کی روایت قبول کرنے سے انکار کیا ہے۔

۹۸ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عبادہ بن صامت کی حدیث میں محمد بن اسحاق کی متابعت مکحول وغیرہ شامی ثقات نے بھی کی ہے (جیسا کہ آگے آ رہا ہے۔

۱۰۰۔ بواسطہ مکحول) عبادہ بن صامت کی روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے کہ اس شخص کی نماز نہیں ہوئی جس نے سورہ فاتحہ نہیں پڑھی خواہ امام ہو یا امام کے علاوہ (یعنی مقتدی) ہو۔

اس کو عبداللہ بن عمرو بن حارث عن محمود بن ربیع نے اسی طرح بیان کیا ہے جیسا ابن اسحاق نے عن مکحول عن محمود بیان کیا ہے۔ یعنی مکحول کے علاوہ اور متابعت ہے۔

۱۰۱۔ محمود جو عبادہ بن صامت کے شاگرد ہیں انہوں نے عبادہ کے ساتھ کھڑے ہو کر نماز پڑھی۔ حضرت عبادہ امام کے پیچھے قرائت کرتے رہے (یعنی سورہ فاتحہ پڑھتے رہے) جب نماز ختم ہوئی تو محمود نے ان سے قرآت کے متعلق پوچھا تو حضرت عبادہ نے فرمایا ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے بعد ہم سے پوچھا جبکہ قرائت میں کچھ غلط ہوا کہ میرے ساتھ تم بھی قرائت کرتے ہو ہم نے کہا کہ ہاں آپ نے فرمایا کہ میں تعجب کرتا تھا کہ میرے

ساتھ قرآن میں منازعت (جھگڑا) کون کر رہا ہے آئندہ جب امام قراءت
کرے تو اس کے ساتھ قرائت مت کرو سوائے سورہ فاتحہ کے۔ اس حدیث کو
ایک جماعت نے عمرو بن عثمان حمصی سے روایت کیا ہے۔

۱۰۲۔ (ایک اور سند سے) یہ ہی واقعہ کہ عبادہ بن صامت کے شاگرد محمود نے ان ۴۹
کے ساتھ کھڑے ہو کر نماز پڑھی۔ پس اس نے سنا کہ حضرت عبادہ امام کے پیچھے قرارت
کر رہے ہیں اسی طرح اوپر کی روایت کے مطابق واقعہ فرمانے کے بعد الفاظ یہ ہیں
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تعجب کرتا تھا کہ کون مجھ سے قرآن چھین
رہا ہے جب امام قرارت کرے تو تم میں سے کوئی بھی اس کے ساتھ قرائت نہ
کرے سوائے ام القرآن کے

اس کو سعادیہ بن یحیی نے بھی روایت کیا ہے۔

۱۰۳۔ (ایک اور سند سے) محمود بن ربیع انصاری بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبادہ
میرے ساتھ کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے پس انہوں نے امام کے ساتھ قرارت
کی اور امام بھی قرائت کر رہا تھا۔ پس جب نماز ختم کر کے پھرے تو میں نے کہا اے ابو
ولید (حضرت عبادہ بن صامت کی کنیت ہے) تیری قرائت سنی جاتی تھی۔ حالانکہ امام اونچی
آواز سے قرائت کر رہا تھا۔ انہوں نے کہا ہاں ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ
قرارت کی تو حضرت بھول گئے پھر تسبیح پڑھی ... پھر جب نماز پڑھ لی تو آپ نے سلام
بعد فرمایا کیا میرے ساتھ قرارت کرتے ہو۔ ہم نے کہا ہاں آپ نے فرمایا کہ تعجب
کرتا تھا کہ مجھ سے قرآن میں کون جھگڑ رہا ہے جب امام پڑھے تو تم اس کے
ساتھ مت پڑھو سوائے سورہ فاتحہ کے کیونکہ جو اسے نہ پڑھے اس کی نماز
نہیں ہوتی۔

امام احمد بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ روایات تو ہم نے بیان کر دیں لیکن
اعتماد اسی ابن اسحاق کی روایت پر رہی ہے اور اس کی متابعت کی روایات پر۔
نیز اس حدیث کو زید بن واقد نے حرام بن حکیم سے بھی بیان کیا ہے اور مکحول نے نافع بن

محمود سے بھی بیان کیا ہے (یعنی دو اور سندیں متابعت میں ہیں) جیسا کہ ابھی آگے آرہا ہے۔

۱۰۴ (دو سند سے) محمود انصاری عبادہ بن صامت کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ وہ ایلیا ۵۰
کے گورنر تھے۔ ایک دن صبح کی نماز میں دیر سے پہنچے اور ابو نعیم نے نماز پڑھانا شروع کر دی۔ ابو نعیم وہ شخص ہے جس نے سب سے پہلے بیت المقدس میں اذان کہی۔ پس میں حضرت عبادہ کے ساتھ آیا۔ اور ہم دونوں صف میں کھڑے ہو گئے اور ابو نعیم اونچی آواز سے قرائت کر رہے تھے پس عبادہ بن صامت نے سورہ فاتحہ پڑھی حتیٰ کہ اس کو ختم کیا۔ حافظ کی روایت میں ہے کہ میں سمجھ رہا تھا کہ حضرت عبادہ سورہ فاتحہ پڑھ رہے ہیں۔ یعنی آہستہ آہستہ آواز سے پڑھا) جب سلام پھیری تو میں نے کہا کہ میں آپ کو سورۃ فاتحہ کی قرأت کرتے سن رہا تھا انہوں نے کہا ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اونچی قرأت والی نماز پڑھائی اور اس کے بعد آپ نے ہمیں حکم دیا کہ مت پڑھے تم میں سے کوئی بھی جب میں اونچی آواز والی قرارت کروں سوائے سورہ فاتحہ کے

۱۰۵۔ (ایک اور سند سے) محمود بن ربیع کہتے ہیں کہ میں حضرت عبادہ کے ساتھ صبح کو مسجد میں جایا کرتا تھا۔ پس ایک دن دیر ہو گئی جب ہم مسجد میں آئے تو ابو نعیم لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے صبح کی پس ہم ان کے پیچھے صف میں کھڑے ہو گئے پس میں نے سنا کہ حضرت عبادہ نے سورہ فاتحہ پڑھی جب انہوں نے نماز ختم کی تو میں نے کہا اے ابو ولید آپ نے امام کی قرأت کے ساتھ ہی قرارت (فاتحہ) شروع کر دی یہ میں نہیں جانتا کہ آپ نے یہ کام عمداً کیا یا بھول کر انہوں نے کہا میں بھولا نہیں بلکہ عمداً کیا کیونکہ ہم نے بعض اونچی قرأت والی نمازوں میں سے آنحضرت کے پیچھے نماز پڑھی اور آپ پر کچھ التباس ہوا۔ آپ نے نماز ختم کرنے کے بعد پوچھا کیا تم بھی میرے ساتھ نماز پڑھتے ہو۔ انہوں نے کہا ہاں فرمایا سورہ فاتحہ کے سوا اور کچھ نہ پڑھا کرو کیونکہ سورہ فاتحہ پڑھے بغیر نماز نہیں ہوتی
اس کے رواۃ ثقہ ہیں اور اس کی سند صحیح ہے اس کو امام ابو داؤد اپنی سنن میں ۵۱
محمد بن اسحاق کی روایت کے بعد لائے ہیں۔

۱۰۶۔ ایک اور سند سے بھی یہ روایت وارد ہے - - - - - - - - - - - - - -

۱۰۷۔ (ایک اور سند سے) نافع بن محمود نے واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک دن فجر کو عبادہ مسجد میں دیر سے پہنچے تو ابونعیم نے جو........ مسجد کے موذن تھے انہوں نے نماز کھڑی کر دی پھر سارا واقعہ بیان فرمایا اور آخر میں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرمایا کہ نہ پڑھا کرو کوئی شے قرآن سے جب میں جہر سے پڑھوں سوائے سورہ فاتحہ کے امام دارقطنی فرماتے ہیں کہ اس کے سارے راوی ثقہ ہیں۔

امام احمد بیہقی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک اور سند بھی ہے (جس میں محمد بن اسحاق نہیں آتا۔ کیونکہ اوپر کی حدیث کی سند میں محمد بن اسحاق ہے چنانچہ آگے سند بیان فرمائی ہے)

۱۰۸۔ (ایک اور سند محمد بن اسحاق کے علاوہ) عبادہ بن صامت نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ فرماتے تھے۔ کہ نہ پڑھے تم میں سے کوئی امام کے ساتھ مگر صرف سورۃ فاتحہ

۱۰۹۔ ابوعبداللہ کہتے ہیں کہ ابوعلی حافظ نے بیان کیا ہے کہ یہ حدیث مکحول نے محمود بن ربیع سے بھی سنی ہے اور اس کے بیٹے نافع سے بھی سنی ہے۔ نیز اسی طرح...... محمود بن ربیع اور اس کا لڑکا نافع بن محمود بن ربیع دونوں نے حضرت عبادہ بن صامت سے سنا ہے یعنی دونوں باپ بیٹا ان کے شاگرد ہیں۔ ۵۲

۱۱۰۔ ابوعبداللہ ابوعلی سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے احمد بن عمیر سے انہوں نے موسیٰ بن سہل و علی سے سنا اور وہ علی بن سہل کے بھائی ہیں انہوں نے کہا مکحول نے محمود بن سحا سے بھی سنا ہے اور نافع بن محمود سے بھی یعنی دونوں باپ بیٹوں سے سنا ہے۔

۱۱۱۔ امام احمد بیہقی رحمتہ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ آئندہ آنے والی روایت کی سند میں ولید نے غلطی سے عن محمود عن ابونعیم بیان کر دیا ہے حالانکہ روایت کا راوی ابونعیم نہیں بلکہ محمود ہے اور ابونعیم موذن تھا بیت المقدس کی مسجد کا جس نے امامت کرائی تھی (اس روایت کے لفظ یہ ہیں کہ عبادہ بن صامت فرماتے ہیں کہ میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ فرماتے تھے کہ کیا تم میرے ساتھ قرات کرتے ہو تو انہوں نے کہا کہ ہاں تو آپ نے فرمایا لاتفعلوا الا بفاتحۃ الکتاب سورہ فاتحہ کے سوا کچھ نہ پڑھا کرو۔

امام بیہقی فرماتے ہیں کہ ابو نعیم موذن تھا اور عبادہ سے روایت کرنے والے محمود بن ربیع نہیں اس میں ولید نے غلطی کھائی ہے ۔ نیز ہم نے زید بن واقد کی روایت بیان کی ہے، اس میں بھی اس غلطی کا ذکر ہے ۔

نیز فرماتے ہیں شامی علماء کی ایک جماعت نے مکحول کے واسطہ سے عبادہ بن صامت کا یہ واقعہ نماز کا مرسل طور پر بھی بیان کیا ہے ....

...... ان میں سے نعمان بن منذر ۔ سعید بن عبدالعزیز ۔ عبدالرحمٰن بن یزید عبداللہ بن علاء اور محمد بن ولید زبیدی ہیں رحالانکہ ان کی موصول روایتیں مندرجہ ذیل ہیں)

۱۱۲ ۔ نعمان بن منذر کے واسطہ سے) عبادہ بن صامت نے لوگوں میں کھڑے ہو کر فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو نماز پڑھائی جس میں قرآن اونچی آواز سے پڑھا ۔ پس آپ پر قرائت ملتبس ہوئی جب آپ نماز سے لوٹے تو فرمایا کہ جب امام جہر کرے تو کیا تم بھی قرائت کرتے ہو ۔ صحابہ نے کہا ہاں ہم قرائت جلدی سے کر لیتے ہیں ۔ آپ نے فرمایا کہ میں تعجب کرتا تھا کہ مجھ سے قرآن چھینا جا رہا ہے ۔ اور فرمایا کہ جب امام جہری قرائت کرے تو مت پڑھو سوائے سورہ فاتحہ کے کیونکہ سورہ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی ۔ ۵۳

۱۱۳ ۔ سعید بن عبدالعزیز اور عبداللہ بن علاء دونوں سے بھی روایات دو سندوں بالکل اوپر کی روایت کی طرح مروی ہیں ۔

۱۱۴ ۔ زبیدی کے واسطہ سے) روایت اس طرح ہے حضرت عبادہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے پوچھا تم بھی میرے ساتھ قرآن پڑھتے ہو جبکہ میں نماز میں ہوتا ہوں انہوں نے کہا ہاں یا حضرت ہم بھی جلدی سے پڑھ لیتے ہیں ۔ یا یہ کہ ہم بھی پڑھتے ہیں تو آپ نے فرمایا ایسا نہ کیا کرو بلکہ صرف اپنے دل میں آہستہ سے سورہ فاتحہ پڑھا کرو ۔

یہ روایت رجاء بن حیوہ سے مرسل اور موقوف بھی مروی ہے ۔

۱۱۵۔ چنانچہ وہ روایت یہ ہے کہ حضرت عبادہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میرے ساتھ نماز میں قرآن پڑھتے ہو ہم نے کہا ہاں تو فرمایا سورۃ فاتحہ کے سوا کچھ نہ پڑھا کرو۔

۵۴ ۱۱۶۔ (اوزاعی کی روایت عن عمرو بن سعید عن عمرو عن بن شعیب عن عبادہ بن صامت) عبادہ بن صامت کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے پوچھا کیا تم میرے ساتھ نماز میں قرآن پڑھتے ہو انہوں نے کہا ہاں اے اللہ کے رسول ہم بھی جلدی سے پڑھ لیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا لاتفعلوا الا بام القرآن کہ سورہ فاتحہ کے بغیر کچھ نہ پڑھا کرو۔

۱۱۷۔ (دو اور صحیح روایتیں ولید بن مسلم کی عن اوزاعی عن عمرو بن سعد) عبادہ بن صامت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا تم پڑھتے ہو میرے ساتھ نماز میں انہوں نے کہا ہاں ہم بھی جلدی سے پڑھ لیتے ہیں تو آپ نے فرمایا فلا تفعلوا الا بام القرآن۔

۱۱۸۔ (امام اوزاعی کی موصول روایت) عبادہ بن صامت بیان کرتے ہیں کہ منع فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو فرمایا کیا تم قرارت کرتے ہو جبکہ تم میرے ساتھ نماز میں ہوتے ہو انہوں نے کہا ہاں اے اللہ کے رسول ہم بھی جلدی سے پڑھ لیتے ہیں تو فرمایا کہ سوا سورہ فاتحہ کے کچھ نہ پڑھا کرو۔

اس کی مزید چار سندیں بھی بیان کی گئی ہیں لیکن وہ موقوف ہیں صحیح سند وہی ہے جو ہم نے بیان کی ہے۔ ۵۵

۱۱۹۔ (رجاء بن حیوۃ کے واسطہ سے) عبادہ بن صامت کا واقعہ محمود بن ربیع بیان کرتے ہیں کہ ہم نماز پڑھ رہے تھے اور حضرت عبادہ میرے ساتھ کھڑے تھے انہوں نے سورہ فاتحہ پڑھی۔ نماز ختم ہونے کے بعد میں نے کہا اے ابو ولید میں نے تجھ سے سورہ فاتحہ (آواز سے) پڑھتا سنا ہے انہوں نے کہا ہاں سورہ فاتحہ پڑھے بغیر

اس حدیث کو مکحول شامی (اور وہ اس شام کے اماموں میں سے ہیں) نے سنا محمود بن ربیع سے بھی اور نافع بن محمود سے بھی اور ان دونوں نے حضرت عبادہ بن صامت سے سنا۔

نیز اس کو حرام بن حکیم نے نافع بن محمود سے سنا انہوں نے عبادہ بن صامت سے۔

نیز اس کو رجا بن حیوۃ (وہ بھی ائمہ اہل شام میں سے ہیں) سنا محمود بن ربیع سے انہوں نے عبادہ بن صامت سے۔

اہل علم کی عادت ہوتی ہے کہ کبھی روایت موصول بیان کرتے ہیں اور کبھی مرسل حتی کہ جب ان سے سند کے متعلق سوال کیا جائے تو سند ذکر کر دیتے ہیں ورنہ کبھی ویسے ہی موقوف بیان کر دیتے ہیں تو ایسی حالت میں اگر کبھی سند موصول ہو تو اگرچہ بیان کرنے میں مرسل ہی کیوں نہ ہو وہ صحیح ہوتی ہے کیونکہ دوسری سند موصول ہوتی ہے اور مرسل سند صرف بطور شاہد ہی بیان کر دیتے ہیں۔

بہر حال اتنی کثیر اسناد اس چیز پر دلالت کرتی ہیں کہ عبادہ بن صامت کی حدیث، اطراف و جوانب میں بہت پھیلی ہوئی تھی اور بحیثیت سند ہونے کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی تھی اور بحیثیت ان کا فتوی ہونے کے موقوف تھی۔

لیکن تعجب تو ان لوگوں پہ ہے جو جہری نمازوں میں قرارت فاتحہ خلف امام کو تعجب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں کیونکہ ترک قرات خلف الامام کے قائلین بطور دلیل کے آنحضرت کا ارشاد یہ تو بیان کر دیتے ہیں مالی انازع القرآن لیکن انہوں نے آنحضرت کا استثناء کرنا سورہ فاتحہ سے آہستہ پڑھنے کا نہیں سنا اور آنحضرت کا یہ ارشاد
۵۶ نہیں دیکھا کہ اس کی نماز ہی نہیں ہوتی جو سورہ فاتحہ نہیں پڑھتا اور ان الفاظ کو حضرت عبادہ بن صامت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا اور پورے یقین سے سنا اور اسے اسی طرح ادا فرمایا اور ظاہر کر دیا۔ اب اس حدیث کی طرف رجوع کرنا واجب ہے۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جو کہ میں نے خود ان کی کتاب القرأت سے پڑھا اور جسے مکحول اور حرام بن حکیم اور رجاء بن حیوۃ نے ابن ربیع سے انہوں نے عبادہ سے روایت کیا ہے وہ اصل متابعت ہے۔ زہری کی روایت کی جس کو محمود بن ربیع نے بیان کیا کہ عبادہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خبر دی فرمایا کہ جو شخص سورہ فاتحہ نہیں پڑھتا اس کی نماز نہیں ہوتی اور اس کا ذکر گزر چکا ہے۔

۱۳۰۔ (امام زہری کے واسطے سے) عبادہ بن صامت کی روایت (دو سندوں سے) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس شخص کی نماز نہیں ہوتی جو شخص امام کے پیچھے سورہ فاتحہ نہیں پڑھتا لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب خلف الامام۔

ابو الطیب کہتے ہیں کہ میں نے محمد بن سلیمان سے لفظ "خلف امام" کے متعلق پوچھا کہ یہ لفظ بھی مروی ہے فرمایا ہاں خلف الامام اور اس کی سند صحیح ہے اور یہ زیادت اس طرح کی ہے جیسا کہ مکحول وغیرہ کی روایات میں ہے اور یہ الفاظ عبادہ بن صامت سے بالکل صحیح مروی ہیں اور مشہور ہیں کئی سندوں سے اور عبادہ بن صامت اکابر اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہیں اور فقہاء صحابہ میں سے ہیں۔

۵۷ حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبادہ بدری اور لیلتہ العقبہ کے بیعت شدہ اور انصار کے سرداروں میں سے تھے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر اس بات پر بیعت کی تھی کہ اللہ کے معاملہ میں کسی کی ملامت سے نہیں ڈریں گے۔

ابو ادریس خولانی کہتے ہیں کہ عبادہ بن صامت بدری اصحاب میں سے ہیں اور لیلتہ العقبہ ان کو انصار کا سردار مقرر کیا گیا تھا۔ .... آنحضرت فرماتے تھے جبکہ ایک جماعت ان کے ساتھیوں کی ان کے گرد تھی اور ساری حدیث بیان کی۔

سفیان بن عیینہ نے نقباء انصار کا ذکر کیا ان میں حضرت عبادہ کا بھی ذکر کیا۔ پھر امام احمد بن حنبل بیان کرتے ہیں سفیان نے کہا حضرت عبادہ بدری (جنگ بدر میں شریک ہونے والے) عقبی (بیعت عقبہ میں شریک ہونے والے) احدی (جنگ احد میں شریک ہونے والے) شجری (بیعت عقبہ میں شریک ہونے والے) اور نقیب (سردار قوم تھے) نیز ہم نے کتاب المدخل میں یہ روایت نقل کی ہے جنادہ بن ابی امیہ سے انہوں نے کہا کہ میں حضرت عبادہ کے پاس گیا وہ اللہ تعالے کے دین کے فقیہ تھے۔

باب ۱۔ حضرت عبادہ بن صامت کی حدیث کے شواہد جن میں صحیح طور پر بیان کیا گیا ہے کہ مقتدی کو سورہ فاتحہ پڑھنے کا رسول اللہ نے حکم دیا ہے۔ حضرت عبادہ کی حدیث شواہد سے بے نیاز ہے۔

۱۲۱۔ (حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے (دو سند سے) روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحاب کو نماز پڑھائی۔ نماز ختم کرنے کے بعد قوم کی طرف متوجہ ہوئے اور پوچھا کہ امام کی قرارت کے ساتھ تم بھی قراءت کرتے ہو صحابہ ۵۸
کرام چپ ہو گئے۔ آپ نے تین مرتبہ پوچھا تو ایک نے یا سب نے جواب دیا ہاں ہم کرتے ہیں۔ تو فرمایا کہ قرائت نہ کیا کرو اور صرف سورہ فاتحہ دل میں پڑھا کرو۔ امام بخاری نے بھی اس حدیث سے دلیل پکڑی ہے اپنی جزء القرارت میں اور اس کی روایت یحیی بن یوسف ذمی سے ہے۔

۱۲۲۔ (مزید پانچ سند سے) حضرت انس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو نماز پڑھائی۔ نماز ختم کرنے کے بعد ان پر متوجہ ہو کر فرمایا۔ تم نماز میں امام کے پیچھے قرارت کرتے ہو جب امام بھی قرارت کر رہا ہو تو اصحاب چپ ہو گئے آپ نے تین مرتبہ دہرایا تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم قرائت کرتے ہیں تو آپ نے فرمایا صرف قرارت فاتحہ کیا کرو اور وہ بھی دل میں۔

اس روایت کے تمام ثقہ راویوں کا (یعنی پانچویں سندوں کے راویوں کا) اجماع ہے ان الفاظ پر (یعنی متفق طور پر الفاظ یہ ہی ہیں فلا تفعلوا والیقرأ أحدکم فاتحۃ الکتاب

فی نفسہ) یہ اس چیز کی دلیل ہے کہ حضرت انس کی روایت جو یوسف بن عدی کے واسطہ سے ہے اس میں یوسف بن عدی نے "فلا تفعلوا" کے بعد کے الفاظ چھوڑ دیئے ہیں وہ اس نے خود کمی کی ہے اور صرف "فلا تفعلوا" روایت کیا ہے اور دل میں قرأت فاتحہ کا حکم چھوڑ دیا ہے۔

۵۹ چنانچہ اس واقعہ کو ابو عبداللہ حافظ نے ابو علی حافظ سے بیان کیا ہے انہوں نے حسن بن فرج غزی سے اس نے یوسف بن عدی سے اس نے عبید اللہ بن عمرو سے پس انہوں نے روایت اس کمی کے ساتھ بیان کی ہے اور استثناء بیان نہیں کیا یہ ان کی غلطی ہے اور بھول ہے لیکن اس نقصان کی وجہ سے جو بعض رواۃ کی غلطی ہے حکم تبدیل نہیں ہو سکتا۔

صاحب شریعت حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ مقصود ہے کہ قرأت خلف الامام سے روکا جائے اور سورہ فاتحہ کا دل میں پڑھنے کو مستثنیٰ رکھا جائے۔ رواۃ کی ایسی غلطیوں کو دلیل نہیں بنایا جا سکتا۔

۱۲۳۔ (مزید ایک اور سند سے) حضرت انس کی روایت ہے کہ رسول اللہ نے نماز سے فارغ ہو کر صحابہ سے پوچھا تین مرتبہ تو صحابہ نے کہا ہم پڑھتے ہیں تو آپ نے فرمایا فلا تفعلوا ولیقرأ احدکم بفاتحۃ الکتاب فی نفسہ۔

ابو علی کہتے ہیں کہ میں نے یہ الفاظ اپنے استاد کی بیاض سے لکھے ہیں۔

امام احمد بیہقی فرماتے ہیں کہ ایک جماعت نے اس حدیث کی سند مختصر کر کے عن ایوب عن ابی قلابہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرسل بیان کیا ہے (یعنی حضرت انس کا نام چھوڑ گئے ہیں) ان میں سے حماد بن زید بھی ہیں۔

۱۲۴۔ (ابو قلابہ کی مرسل) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز پڑھائی پھر قوم پر متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ تم امام کے ساتھ قرأت کرتے ہو تو صحابہ چپ ہو رہے آپ نے تین مرتبہ دہرایا تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم پڑھتے ہیں فرمایا مت پڑھا کرو سورہ فاتحہ دل میں پڑھا کرو۔

۱۲۵۔ (ان میں سے حماد بن سلمہ بھی ہیں) ابو قلابہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ٦٠
نے پوچھا۔ شاید کہ جب امام قرأت کرے تم بھی قرأت کرتے ہو۔ ایک آدمی نے کہا ہاں آپ نے
فرمایا فلا تفعلوا ولکن لیقرأ احدکم بفاتحۃ الکتاب۔

۱۲٦۔ ابو قلابہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا شائد کہ
تم امام کے پیچھے قراءت کرتے ہو جب کہ امام قرارت کرتا ہے ایک آدمی نے کہا ہاں
ہم کرتے ہیں فرمایا مت کرو سوائے سورہ فاتحہ کے۔

اس روایت کو ابراہیم بن ابو طالب کے واسطہ سے بھی ابو قلابہ نے بیان کیا ہے

۱۲۷۔ حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے (دو سند سے) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے نماز کے بعد ہم پر متوجہ ہو کر فرمایا اتقرؤن خلف الامام بشئ کیا تم امام کے پیچھے
کچھ پڑھتے ہو بعض نے کہا کہ ہاں ہم پڑھتے ہیں اور بعض نے کہا کہ نہیں پڑھتے آپ
نے فرمایا سورہ فاتحہ پڑھا کرو۔

۱۲۸۔ (مزید ایک اور سند سے) علیلہ کے واسطہ سے اوپر کی روایت کی طرح ہی ہے۔ ٦١
ابو علی کہتے ہیں کہ اس سند میں علیلہ یعنی ربیع بن بدر نے غلطی کی ہے اپنے استاد ایوب کے
بیان کرنے میں کیونکہ اوپر کی سند میں ایوب سختیانی ہے اور اس میں ایوب ابو قلابہ
کا شاگرد ہے۔ ابو قلابہ کی اور صحیح سند بھی ہے۔

۱۲۹۔ (ابو قلابہ کے واسطہ سے بسند صحیح دو سند سے) ابو عائشہ سے روایت ہے کہ
آنحضرت کے ایک صحابی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تم بھی قرارت
کرتے ہو جبکہ امام قرأت کرتا ہے صحابہ نے کہا ہاں تو فرمایا مت قرأت کرو سوائے
سورہ فاتحہ کے۔

یہ روایت اسی طرح عبد الرزاق بن ہمام۔ عبد اللہ بن ولید عدنی اور مخلد بن یزید
سفیان ثوری سے بیان کرتے ہیں۔

۱۳۰۔ (مزید ایک سند سے) ابو قلابہ کی روایت بالکل مذکورہ روایت کی طرح ہے الفاظ اس
طرح ہیں الا ان یقرأ احدکم فاتحۃ الکتاب فی نفسہ اس کی سند ہے عن محمد

بن ابی قلادہ عن رجل من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت کے اصحاب میں سے جو شخص بھی ہوگا ثقہ ہی ہوگا اور محمد بن ابو عائشہ غلام تھا بنو امیہ کا۔

اس کو امام بخاری نے تاریخ میں ذکر کیا ہے اور ابو قلابہ عبداللہ بن زید جرمی اکابر تابعین میں سے ہیں اور فقہا تابعین میں سے تھے۔

اور یہ حدیث اسی طرح بشر بن مفضل اور اسمٰعیل بن علیہ نے بھی عن رجل من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم روایت کی ہے۔ اور کہا عبدالوہاب وہ آدمی ہے جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا اور کہا کہ یزید نے بھی اس بات کی تاکید کی ہے عمن شھد ذلك ۶۲
اور یہ حدیث صحیح ہے اس سے محمد بن اسحاق بن خزیمہ نے بھی فاتحہ خلف الامام کے بارے میں اس روایت سے دلیل پکڑی ہے۔

امام بخاری کے واسطہ سے بھی ابو قلابہ کی روایت ہے خالد الحذار کہتے ہیں کہ میں نے ابو قلابہ سے پوچھا کہ تجھ سے کس نے بیان کیا ہے تو اس نے کہا محمد بن ابو عائشہ نے جو بنو امیہ کا غلام (آزاد کردہ) تھا اور وہ بھی بنو مروان کے ساتھ مدینہ سے جلاوطن ہوا تھا۔

امام ترمذی سفیان بن عیینہ سے نقل کرتے ہیں کہ ابو قلابہ؟ اللہ کی قسم وہ تو عقلمند فقہائیں سے تھے۔

مسلم بن لیسار کہتے ہیں کہ اگر ابو قلابہ عجمیوں میں سے ہوتے تو قاضی القضاۃ ہوتے

اسی سند سے ایوب فرماتے ہیں کہ ابو قلابہ نے کہا میں تین دن تک مدینہ میں یہی مسئلہ ایک آدمی سے پوچھنے کے لئے ٹھہرا رہا۔ جو کہ اپنی جاگیر پر گیا ہوا تھا۔

۱۳۱۔ عبدالرحمن بن سوار کہتے ہیں کہ میں عمرو بن میمون بن مہران کے پاس تھا کہ اہل کوفہ میں سے ایک آدمی نے کہا اے ابو عبداللہ میں نے سنا ہے کہ تو کہتا ہے کہ جو شخص فاتحہ خلف الامام پڑھے اس کی نماز برباد (خداج) ہے انہوں نے جواب دیا کہ جو بات تجھے پہنچی ہے سچ پہنچی ہے کیونکہ مجھے اپنے باپ میمون سے انہیں اپنے باپ مہران سے یہ بات پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص امام کے پیچھے سورہ فاتحہ نہیں پڑھتا اس کی

تیسری دلیل

نماز برباد ہے۔

۱۳۲۔ عبد اللہ بن سوادہ قشیری ایک اہل بادیہ کے آدمی سے روایت کرتے ہیں وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ انکا باپ آنحضرت کے پاس قید تھا .... وہ کہتا ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ جس نماز میں بھی سورہ فاتحہ نہ پڑھی جائے وہ (خداج) مردہ بے کار ہے قبول نہیں ہوتی۔

۱۳۳۔ (مزید ایک اور سند سے) بدری آدمی کی روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ آنحضرت نے پوچھا کیا تم میرے پیچھے قراءت کرتے ہو ہم نے کہا ہاں آپ نے فرمایا سورہ فاتحہ کے سوا کچھ نہ پڑھا کرو۔

۱۳۴۔ ابو قتادہ سے (دو سند سے) روایت ہے کہ رسول اللہ نے صحابہ سے پوچھا کیا تم میرے پیچھے پڑھتے ہو ہم نے کہا ہاں تو فرمایا سورہ فاتحہ کے سوا کچھ نہ پڑھا کرو۔ بشر کی روایت میں ہے فلا تفعلوا الا بفاتحۃ الکتاب

۱۳۵۔ حضرت ابو امامہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب خلف الامام فصلوتہ خداج کہ جو شخص بھی امام کے پیچھے قرآن فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز بے کار ہے۔

۱۳۶۔ عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے پوچھا کیا تم میرے پیچھے قراءت کرتے ہو انہوں نے جواب دیا واقعی ہم بھی جلدی سے قرأت کر لیتے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا فلا تفعلوا الا بام القران سورہ فاتحہ کے بغیر کچھ قراءت نہ کیا کرو۔

اس روایت کو امام بخاری نے کتاب القراءت میں شجاع بن ولید عن النضر سے بیان کیا ہے۔

۱۳۷۔ (ایک اور سند سے) عمرو بن شعیب کی روایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ جب تو امام کے ساتھ ہو تو امام کے قراءت شروع کرنے سے پہلے جب وہ چپ ہو تو اسی وقت پڑھ لیا کرو۔

۱۳۸۔ (مزید ایک اور سند سے) عمرو بن شعیب کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو خطبہ ارشاد فرمایا کہ جو شخص بھی نماز پڑھے خواہ فرض ہو یا نفلی نماز ہو اس کو چاہیئے

باب:- اس بات کے دلائل کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقتدیوں کو امام کے ساتھ اونچی آواز سے قراءت کرنے سے منع فرمایا تھا۔ صرف قرائت (آہستہ آواز) سے منع نہیں فرمایا تھا۔

۱۴۳۔ حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن حذافہ نے نماز پڑھی تو اونچی آواز سے قرأت کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابن حذافہ مجھے مت سنا اللہ تعالیٰ کو سنا (یعنی اونچی آواز سے نہ پڑھ آہستہ آواز سے پڑھ)

۱۴۴۔ حضرت انس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو نماز پڑھائی تو آپ نے نماز کے بعد پوچھا کیا امام کی قرأت کے ساتھ تم بھی قرأت کرتے ہو آپ نے تین مرتبہ پوچھا تو انہوں نے جواب دیا کہ ہاں ہم پڑھتے ہیں فرمایا نہ (قرأت) کیا کرو صرف سورہ فاتحہ اپنے دل میں پڑھا کرو۔

اسی طرح ابو قلابہ کی روایت ابو عائشہ سے عن رجل من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

باب:- مقتدی کے صرف سورہ فاتحہ پڑھنے پر استدلال اس واقعہ سے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک آدمی سے پوچھا جس نے حضرت معاذ بن جبل کے پیچھے نماز پڑھی تھی کہ تو کیا پڑھتا ہے تو اس نے جواب دیا صرف سورہ فاتحہ پڑھتا ہے تو آپ نے نہ اس سے انکار کیا نہ اسے کوئی تفصیل بتائی۔

۱۴۵۔ حضرت جابر بیان کرتے ہیں حضرت معاذ کا واقعہ کہ ایک شخص نے ان کے پیچھے نماز پڑھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آدمی سے پوچھا اے میرے بھتیجے تو کیسے کرتا ہے جب تو نماز پڑھتا ہے تو اس نے کہا کہ حضرت میں سورہ فاتحہ پڑھتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے جنت مانگتا ہوں اور دوزخ سے پناہ مانگتا ہوں اور مجھے آپ کی اور معاذ کی گنگناہٹ کا پتہ نہیں کہ آپ کیا گنگناتے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ ہم اور معاذ بھی تو یہی گنگناتے ہیں۔ ۶۷

باب:- مقتدی کی قرأت فاتحہ خلف الامام پر اس حدیث سے استدلال اور لوگوں

سے باتیں کرنے کی ممانعت جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیچھے باتیں کرنے والوں کو روکا اور فرمایا کہ نماز میں ایسی باتیں کرنا نامناسب ہے کیونکہ نماز تسبیح و تکبیر اور تلاوت کا قرآن کا نام ہے اور آپ نے اس کی تفصیل بیان نہیں فرمائی۔ اور اگر واقعی امام کے پیچھے قرأت منع ہوتی تو آپ ان مقتدیوں کو نہ فرماتے کہ نماز تلاوت قرآن کا نام ہے بلکہ ان کو تلاوت خلف الامام سے روک دیتے جیسا کہ پیچھے باتیں کرنے سے روک دیا۔

۱۴۶۔ معاویہ بن حکم سلمی بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز ادا کر رہا تھا کہ ایک آدمی کو چھینک آئی۔ میں نے اس کے جواب میں یرحمک اللہ کہا تو قوم نے مجھے آنکھوں سے ڈانٹا میں نے کہا ہائے میں مر جاؤں تم مجھے ایسے کیوں دیکھتے ہو جب میں نے یہ بات کہی تو قوم نے اپنے ہاتھ اپنی رانوں پر مارے میں نے محسوس کیا کہ لوگ مجھے چپ کرا رہے ہیں میں تو چپ ہو گیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو انہوں نے مجھے بلایا۔ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں میں نے آپ سے اچھا معلم (تعلیم سکھلانے والا) نہ کبھی پہلے دیکھا تھا نہ بعد میں اللہ کی قسم نہ آپ نے مجھے مارا نہ ڈانٹا نہ گالی دی۔ فرمایا یہ جو ہماری نماز ہے اس میں اس طرح لوگوں سے باتیں نہ کرنا چاہیئے نماز تو تسبیح و تکبیر اور تلاوت قرآن کا نام ہے (یعنی اس میں تسبیحات و تکبیرات کہو اور تلاوت کرو اور بس) اس کو امام مسلم نے اپنی صحیح میں امام اوزاعی سے روایت کیا ہے۔

باب : مقتدی کے قرأت خلف الامام کرنے کا استدلال اس حدیث سے جو آنحضرت نے فرمایا ہے کہ نمازی اپنے رب سے سرگوشی کرتا ہے اور سرگوشی بولنے ہی سے ہوتی ہے چپ رہنے سے نہیں ہوتی اور آپ نے امام و مقتدی اور منفرد کا اس میں کوئی فرق نہیں رکھا۔ ۶۸

۱۴۷۔ حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی تم میں سے نماز کے لیے کھڑا ہو تو اس کو اپنے سامنے تھوکنا نہیں چاہیئے کیونکہ جب تک نمازی نماز میں رہتا ہے اپنے رب سے سرگوشی میں رہتا ہے اور نہ ہی دائیں طرف

منہ کر کے تھوکنا چاہیئے کیونکہ اس کی دائیں طرف فرشتہ ہوتا ہے اگر ضرور تھوکنا ہی ہو تو بائیں طرف منہ کر کے یا پاؤں کے نیچے تھوکے پھر اس کو دفن کر دے اس کو امام بخاری نے اپنی صحیح میں .... اسحق بن نصر بن عبد الرزاق سے روایت کیا ہے

۱۴۸۔ (دو سند سے) حضرت انس کی روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن جب نماز میں ہوتا ہے تو اپنے رب سے سرگوشی کرتا ہے پس اپنے سامنے تھوکنا نہیں چاہیئے اور نہ ہی دائیں طرف۔ اگر تھوکنا ہو تو بائیں طرف قدم کے نیچے تھوکے۔

ابو داؤد کی روایت عن قتادہ عن انس ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک تمہارا جب نماز میں ہوتا ہے تو اپنے رب سے مناجات کرتا ہے۔

روایت کیا اس کو بخاری نے صحیح میں آدم بن ابی ایاس سے اور مسلم نے دوسری سند سے شعبہ سے۔

باب:۔ اس بات میں کہ مقتدی پر قرأت لازم ہے اور استدلال میں حدیث ہے کہ جبکہ آپ نے فرمایا ہے ہر نمازی اپنے لیے نماز پڑھتا ہے اور قرأت بھی نماز ہی کا حصہ ہے پس امام کی قرأت مقتدی کے لیے قرأت نہیں ہو سکتی گویا کہ مقتدی نے بعض نماز اپنے آپ ادا کی اور اس کی نماز کا بعض حصہ امام نے ادا کیا .... حالانکہ اللہ تعالے نے فرمایا ہے کہ انسان کو اس کی اپنی کوشش کا معاوضہ ہی ملے گا۔ اور دوسری جگہ فرمایا ہر نفس اپنی کوشش کی ہی جزا دیا جائے گا۔

۱۴۹۔ حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن ۶۹ نماز پڑھائی۔ پس جب آپ نماز سے فارغ ہو کر پھرے تو فرمایا اے فلاں شخص تو اپنی نماز کو اچھی طرح سنوار کر کیوں نہیں ادا کرتا خبر دار نمازی کو جب نماز پڑھے تو دیکھنا چاہیئے کہ کیسے ادا کرتا ہے کیونکہ اس کی نماز اپنے نفس کے لیئے ہی ہو گی (یعنی کسی دوسرے نے اس سے کچھ نہیں لینا ہے)۔ اللہ کی قسم میں اپنے پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں جیسے اپنے آگے سے دیکھتا ہوں۔ روایت کیا اس کو امام مسلم نے ابو کریب عن ابی اسامہ سے

۱۵۰۔ (دو سندوں سے) حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ امام ضامن ہوتا ہے اس لیے جو وہ کرے وہ کر (ابن عبدان نے نہ اس کی تاریخ ہی بیان کی ہے اور نہ ہی اسی کی سند درست کہی ہے اسی لیے میں نے ابن خیثمہ کی سند سے اسی طرح بیان کیا ہے اور ایسے ہی ابو حاتم رازی نے حمیدی سے بیان کیا ہے اور فرمایا ہے جو قرأت خلف الامام کے قائل ہیں ان کا استدلال اس سے واقعی صحیح ہے شیخ نے کہا کہ امام بخاری نے بھی اس کی سند کی طرف اپنی تاریخ میں اشارہ فرمایا ہے۔

باب: مقتدی کے لیے قرأت کے وجوب پر استدلال اس حدیث سے کہ جس شخص کو قرآن نہیں آتا تھا اس کو اس کے قائم مقام ذکر سکھایا یہ نہیں فرمایا کہ چپ چاپ اقتداء میں کھڑا رہ بغیر قرأت کے ہی (یعنی قرأت فرض ہے تب ہی تو آپ نے اس کا قائم مقام ذکر فرمایا۔ اگر قرأت فرض نہ ہوتی تو آپ فرماتے کہ چپ کر کے کھڑا رہ تیرے قرأت کرنے کی ضرورت نہیں)

۱۵۱۔ حضرت رفاعہ بدری سے روایت ہے کہ ہم آنحضرت کے ساتھ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک بدوی آدمی مسجد میں آیا اور نماز پڑھی پس نہایت ہلکی سی نماز پڑھی پھر وہ آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام کہنے لگا تو آپ نے فرمایا تجھ پر بھی سلام ہو اپنی نماز دوبارہ پڑھ تیری نماز کوئی نہیں ہوئی۔ صحابہ کو یہ بات بڑی محسوس ہوئی گویا کہ جو شخص ایسی مختصر نماز پڑھتا ہے وہ نہ پڑھنے کے مترادف ہے اس شخص نے دو تین مرتبہ نماز پڑھی ہر مرتبہ آپ فرماتے یہ نماز نہیں ہے۔ تب اس شخص نے کہا حضرت مجھے نماز سکھائیے کیونکہ میں ایک آدمی ہوں درست بھی کر سکتا ہوں غلطی بھی کر سکتا ہوں۔

پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تو نماز کے لیے کھڑا ہو تو وضو ایسے کر جیسے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے پھر اللہ اکبر کہہ اور اگر تجھے کچھ قرآن آتا ہو تو پڑھ اگر تجھے قرآن نہیں آتا تو الحمد للہ، لا الہ الا اللہ، اللہ اکبر کہتا رہ پھر تو رکوع کرے تو اتنی دیر کر کہ تیرا دل مطمئن ہو جائے پھر جب تو رکوع سے اٹھے تو بالکل سیدھا

کھڑا ہو پھر جب تو سجدہ کرے تو بالکل درست کر پھر دوبارہ جب کھڑا ہو اسی طرح آرام سے درست کر کے نماز ادا کر حتی کہ نماز ختم ہو جائے اس طرح نماز ادا کرنے سے صحیح نماز ہوتی ہے اور اگر تو اس میں کمی کرے گا تو تیری نماز ناقص رہ جائے گی۔

۱۵۲۔ عبداللہ بن ابی اوفی سے روایت ہے کہ ایک آدمی رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ حضرت میں قرآن اچھی طرح نہیں پڑھ سکتا مجھے آپ کوئی ایسی چیز سکھا دیں جو مجھے قرآن سے کفایت کرے آپ نے فرمایا یہ کہہ لیا کر سبحان اللہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ جب اس نے اس کا اقرار کر لیا تو پھر کہا کہ حضرت یہ سب اللہ تعالیٰ کی تعریفیں ہی ہیں میرے لیے کیا ہے تو آپ نے فرمایا تو کہہ اللھم اغفرلی وارحمنی واھدنی وارزقنی وعافنی اس شخص نے یہ بھی کلمات بھی یاد کر لیے پھر حضرت نے فرمایا کہ اس شخص نے دونوں ہاتھ خیر و برکت سے پُر کر لیے۔

۱۵۳۔ (مزید سند سے) عبداللہ بن ابی اوفی کی روایت ہے کہ ایک شخص نے آکر کہا ٧١ یا حضرت میں قرآن نہیں یاد کر سکتا آپ مجھے کوئی ایسی بات سکھائیں جو مجھے کفایت کر جائے آپ نے فرمایا کہہ سبحان اللہ والحمد للہ پھر حدیث ذکر کی۔

قراءت خلف امام کے بارے میں آثار صحابہ کا تذکرہ

آثار حضرت عمر رضی اللہ تعالے عنہ

۱۵۴۔ یزید بن شریک تیمی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر فاروق سے پوچھا اے امیر المومنین کیا میں امام کے پیچھے قراءت کروں، فرمایا ہاں، میں نے کہا اگرچہ آپ ہی قراءت کر رہے ہوں فرمایا اگرچہ میں قراءت کر رہا ہوں۔

۱۵۵۔ (اور سند سے) یزید بن شریک نے حضرت عمر فاروق کو پوچھا اقرأ خلف الامام کیا میں امام کے پیچھے قراءت کروں آپ نے فرمایا ہاں اس نے کہا اگرچہ آپ کے

پیچھے ہوں فرمایا ہاں اگرچہ میرے پیچھے ہی ہو۔

اس کو ابو بکر بن خزیمہ نے بواسطہ امام حفص عمر فاروق سے متصل سند سے بیان کیا ہے اس کے الفاظ ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ امام کے پیچھے قرائت کر اگرچہ امام جہر سے پڑھ رہا ہو سورہ فاتحہ پڑھ اور اگر کچھ اور بھی ہو تو بھی اس نے کہا اگرچہ آپ کے پیچھے ہوں فرمایا اگرچہ میرے پیچھے ہی ہو۔ اور ابو کریب کی سند سے زیادہ ہے کہ اگرچہ آپ جہر کر رہے ہوں فرمایا اگرچہ میں جہر کر رہا ہوں۔

۱۵۶۔ (مزید اور دو سند سے) یزید بن شریک نے حضرت عمر فاروق سے پوچھا عن القراۃ خلف الامام (قرائت کے متعلق امام کے پیچھے۔ فرمایا صرف سورہ فاتحہ پڑھ کہا اگرچہ آپ ہوں فرمایا اگرچہ میں ہی ہوں۔ کہا اگرچہ آپ جہر سے قرائت کر رہے ہوں فرمایا اگرچہ میں جہر سے قراءت کر رہا ہوں۔ اس کو حضرت جواب اور حارث دونوں نے روایت کیا ہے یزید بن شریک سے۔ دار قطنی وغیرہ نے کہا ہے اس کو ثقات نے روایت کیا ہے۔

۱۵۷۔ (مزید اور سند سے) حارث بن سوید اور یزید تیمی دونوں نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق نے حکم کیا ہمیں کہ امام کے پیچھے قرائت (فاتحہ) کریں۔

اس روایت میں جو راوی اشعث ہے وہ ابن سوار ہے اور ابو یزید وہ عبدالملک بن میرہ ہے یہ ابو القاسم طبرانی کا قول ہے اس روایت کے مطابق یہ احتمال ہے کہ جواب (راوی سند) یزید بن شریک سے اور ابراہیم نے حارث بن سوید سے پھر ان دونوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ لیکن سوال یزید بن شریک نے ہی عمر فاروق سے کیا تھا اور جو ابراہیم کی روایت میں حارث ہے اس نے بھی یزید سے ہی روایت کیا ہے کیونکہ اس نے بھی حضرت عمر کا جواب سنا تھا پس اس نے کہا جیسا کہ حضرت عمر نے فرمایا تھا جس طرح عبدالرزاق کی روایت میں آتا ہے۔

اس روایت کو شیبانی نے اس سے زیادہ مضبوط سند سے بھی بیان کیا ہے اور ابراہیم بن محمد نے بھی اس کو اور سند سے بیان کیا ہے

۱۵۸۔ (ابراہیم بن عدی کی دوسری سند) بنو تمیم کا ایک آدمی کہتا ہے کہ میں نے حضرت عمر فاروق سے سنا فرماتے تھے کہ بغیر فاتحہ اور اس کے ساتھ کچھ اور بھی جبتک نہ پڑھا جائے نماز نہیں ہوتی۔ میں نے کہا کہ اگر میں امام کے پیچھے ہوں تو فرمایا دل میں پڑھ ۳؎

۱۵۹۔ (اور ابراہیم کی سند سے) عبایہ بن رواد کہتے ہیں کہ ہم حضرت عمر کے ساتھ ایک جماعت میں تھے .... آپ نے فرمایا کہ نماز جائز نہیں مگر فاتحہ کے ساتھ اور کچھ اور بھی اسکے ساتھ ایک شخص نے کہا کہ اگر میں امام کے پیچھے ہوں یا یہ کہا کہ اگر میرے آگے امام ہو تو کیا کروں فرمایا دل میں پڑھ۔

اسی روایت کی طرح حضرت سفیان ثوری نے بھی ابراہیم بن محمد سے روایت کیا ہے۔

اور سلیمان بن اعمش نے خیثم بن عبدالرحمن عن عبایہ بن ربعی عن عمر بن الخطاب سے بیان کیا ہے اور عبایہ بن ربعی اور عبایہ بن رواد ایک ہی ہیں صرف بات یہ ہے کہ محمد بن منتشر اس کو عبایہ بن رواد کہتے ہیں اور خیثم اور سلمہ بن کہیل دونوں اس کو عبایہ کہتے بن ربعی کہتے ہیں امام بخاری نے اپنی تاریخ میں اسی طرح لکھا ہے۔

۱۶۰۔ (امام اعمش کے واسطہ سے) حضرت عمر فاروق فرماتے ہیں کہ جس نماز میں سورہ فاتحہ اور کچھ اور نہ پڑھا جائے وہ نماز بے فائدہ ہوتی ہے۔

اس روایت کو محاضر بن مورع عن اعمش عن خیثم عن عبایہ بن ربعی عن عمر رضی اللہ تعالے عنہ نے بھی بیان کیا ہے پس اس کو بغیر شک کے روایت کیا ہے۔

اثر صحابی امیر المؤمنین: ابو الحسن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ۴؎

۱۶۱۔ (دو سند سے امام زہری کے واسطہ سے) حضرت علی رضی اللہ تعالے عنہ حکم کیا کرتے تھے کہ امام کے پیچھے پہلی دو رکعتوں میں صرف سورہ فاتحہ ہی پڑھا کرو۔

اس روایت کو یزید بن ہارون نے عن سفیان بن حسین سے ابیہ کے ذکر کے بغیر بھی بیان کیا ہے اور یہ زیادہ صحیح ہے۔

۱۶۲۔ (ایک اور سند سے) ابو رافع کاتب حضرت علی کہتا ہے کہ حضرت فرمایا کرتے تھے کہ ظہر اور عصر کی نمازوں میں امام کے پیچھے ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ بھی اور کوئی سورت بھی ضرور پڑھا کرو۔

ابوبکر حفص نے عن الاشعث عن الحکم اور حماد نے حضرت علی سے یہ الفاظ بیان کیے ہیں کان یامر بالقراءۃ خلف الامام۔

۱۶۳۔ (مزید اور سند سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں کہ پچھلی دو رکعتوں میں صرف سورہ فاتحہ پڑھا کرو۔

حضرت ابی بن کعب رض کا اثر

۱۶۴۔ ابو ہذیل کہتے ہیں کہ ابی بن کعب ظہر اور عصر کی نمازوں میں قرأت خلف الامام کیا کرتے تھے۔ ۷۵

۱۶۵۔ دوسری روایت میں ہے کہ ابو ہذیل نے پوچھا اقرأ خلف الامام یعنی کیا میں امام کے پیچھے قرأت کیا کروں فرمایا ہاں۔

۱۶۶۔ امام بیہقی رح فرماتے ہیں کہ امام بخاری کی کتاب میں میں نے پڑھا کہ ابی بن کعب قرأت خلف الامام کیا کرتے تھے۔

حضرت معاذ بن جبل رض کا اثر

۱۶۷۔ ابو شیبہ مہری کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت معاذ سے پوچھا قرارت خلف الامام کے متعلق تو فرمایا جب امام پڑھے تو اس وقت صرف سورہ فاتحہ اور قل ہو اللہ احد پڑھا کر اور اگر تو امام کی قرأت کو نہیں سنتا تو بے شک جتنی چاہے دل میں قرأت کرنا جا اور اپنے دائیں بائیں والوں کو (اونچی پڑھ کر) تکلیف نہ دینا۔

اثر عبادہ بن صامت رض

۱۶۸۔ محمود بن ربیع بیان کرتے ہیں۔ میں نے جماعت سے نماز پڑھی حضرت عبادہ کے ساتھ کھڑے ہو کر تو میں نے ان کو سورہ فاتحہ پڑھتے سنا۔ نماز کے بعد میں نے کہا اے ابو ولید آپ نے سورہ فاتحہ پڑھی۔ انھوں نے کہا ہاں کیونکہ اس کے بغیر نماز نہیں

ہوتی۔

ابن عون کہتے ہیں کہ حضرت رجاء سے کہا جاتا تھا کہ جہری قرأت میں بھی امام کے پیچھے پڑھنا چاہیئے فرمایا (فاتحہ ضرور) پڑھو خواہ قرأت جہر ہو یا نہ جہر ہو کیونکہ اس کے بغیر چارہ نہیں ہے۔

۱۶۹۔ محمود بن ربیع کہتے ہیں کہ حضرت عبادہ امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھا کرتے تھے میں نے پوچھا تو فرمایا اس کے بغیر نماز ہی نہیں ہوتی"۔ ۷۶

۱۷۰۔ (دو سند سے) حماد بن عبد الرحمن کہتے ہیں کہ حضرت عبادہ نے ایک آدمی کو دیکھا جو رکوع و سجود پورا نہیں کرتا تھا تو آپ نے اس کو بازو سے پکڑ کر فرمایا او آدمی جیسی نماز مت پڑھا کرو۔ نماز بغیر سورہ فاتحہ کے نہیں ہوتی اگر تو امام کے پیچھے بھی ہو تو بھی دل میں پڑھ اور اگر اکیلا ہو تو اپنے کانوں کو سنا اور اپنے دائیں بائیں والوں کو تکلیف نہ دے۔

۱۷۱۔ مزید ایک اور سند سے بھی ایسا ہی آیا ہے۔

اثر حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ

۱۷۲۔ (دو سند سے) عبد اللہ بن زیاد کہتے ہیں کہ میں حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کے ساتھ امام کے پیچھے نماز پڑھ رہا تھا وہ ظہر اور عصر میں قرأت کیا کرتے تھے۔

۱۷۳۔ (ایک اور سند سے) کہ عبد اللہ بن مسعودؓ عصر کی پہلی دو رکعتوں میں امام کے پیچھے سورہ فاتحہ اور سورت بھی پڑھتے تھے۔ ۷۷

اثر حضرت عبد اللہ بن عباسؓ

۱۷۴۔ ابو خالد کہتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عباس فرماتے ہیں اقرأ خلف الامام بفاتحة الکتاب کہ امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھ۔

۱۷۵۔ حضرت عطا کہتے ہیں کہ عبد اللہ بن عباس نے فرمایا اقرأ خلف الامام جھر او لم یجھر کہ امام کے پیچھے ضرور پڑھ خواہ نماز جہری ہو یا سری ہو۔

۱۷۶۔ (دوسری سند سے) کہ سورہ فاتحہ مت چھوڑ خواہ امام آہستہ پڑھے یا اونچی آواز

سے پڑھے۔

۱۷۷۔ خنش کہتے ہیں کہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ سورہ فاتحہ امام کے پیچھے ہر رکعت میں پڑھا کر۔

اثر عبداللہ بن عمر بن الخطاب

۱۷۸۔ ابن صفوان نے عبداللہ بن عمر سے پوچھا اے ابوعبدالرحمن کیا آپ نماز میں قرأت کرتے ہیں فرمایا کہ میں خانہ کعبہ کے مالک سے شرم کرتا ہوں کہ کوئی بھی دو ایسی ۷۸ رکعت ادا کروں جن میں سورہ فاتحہ یا پھر کچھ زائد نہ پڑھوں۔

۱۷۹۔ ابوعالیہ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن عمر سے پوچھا گیا کیا ہر نماز میں قرأت ہے؟ فرمایا میں خانہ کعبہ کے مالک سے حیا کرتا ہوں کہ کوئی بھی ایسی نماز پڑھوں کہ اس میں سورہ فاتحہ نہ پڑھوں اور پھر اور بھی جو میسر ہو قراءت سے۔

۱۸۰۔ امام احمد بیہقی فرماتے ہیں کہ میں نے امام بخاری کی کتاب القرأت میں پڑھا ہے کہ عبداللہ بن عمر سے سوال کیا گیا امام کے پیچھے قراءت کرنے کے متعلق تو انہوں نے فرمایا امام کے پیچھے دل میں پڑھنے سے کوئی حرج نہیں۔

اثر عبداللہ بن عمرو بن عاص رض

۱۸۱۔ مجاہد کہتے ہیں کہ عبداللہ بن عمرو بن عاص ظہر اور عصر میں امام کے پیچھے قرأت کیا کرتے تھے۔

۱۸۲۔ (دوسری سند سے) کہ ظہر اور عصر میں امام کے پیچھے انہوں نے سورہ مریم سے قراءت کی۔

۱۸۳۔ حصین کہتے ہیں میں نے عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ کے ساتھ کھڑے ہو کر نماز پڑھی تو انہوں نے امام کے پیچھے قراءت کی پھر میں مجاہد کو ملا تو ان سے بیان کیا تو انہوں نے کہا کہ میں نے عبداللہ بن عمرو بن عاص سے سنا وہ بھی قراءت خلف الامام کیا کرتے تھے۔

۱۸۴۔ (مزید سند سے) کہ عبداللہ بن عمرو نے ظہر و عصر میں امام کے پیچھے قرارت کی

اثر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

۱۸۵۔ ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو بھی شخص نماز پڑھے اور اس میں سورہ فاتحہ نہ پڑھے تو وہ نماز مردہ ناتمام ہے۔ حضرت عبد الرحمن کہتے ہیں کہ میں نے کہا اے ابو ہریرہ اگر میں امام کے پیچھے ہوں تو کیا کروں فرمایا اے ابن فارسی دل میں پڑھتا جا کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے نماز اپنے اور بندے کے درمیان نصفا، نصف تقسیم کر دی ہے۔ نصف میرے لیے ہے اور نصف سوال والا حصہ بندے کے لیے ہے۔ بندہ کہتا ہے الحمد للہ رب العالمین اللہ تعالے فرماتے ہیں حمدنی عبدی بندہ کہتا ہے الرحمن الرحیم اللہ تعالے فرماتے ہیں۔ اثنی علی عبدی بندہ کہتا ہے مالک یوم الدین اللہ تعالے فرماتے ہیں۔ مجدنی عبدی اور یہ آیت نصف میری اور نصف بندے کی ہے ایاک نعبد و ایاک نستعین اور باقی سورۃ میرے بندے کے لیے ہے۔

اس کتاب میں ہم نے سفیان عن عبد الرحمن سے بھی بیان کیا ہے کہ میں امام کی قراءت سنتا ہوں تو فرمایا اے فارسی کے بیٹے دل میں پڑھ۔

۱۸۶۔ قاسم بن عبد اللہ بیان کرتے ہیں کہ ابو ہریرہ فرمایا کرتے تھے کہ جب امام خاموش ہو تو تم قرأت کرو اور جب امام قراءت کرے تو تم خاموش رہو کیونکہ قرأت کے بغیر نماز بے کار ہے۔

اثر ابو ہریرہؓ و حضرت عائشہ بنت صدیقؓ

۱۸۷۔ احمد صالح کہتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ اور حضرت عائشہ دونوں حکم کیا کرتے تھے قراءت خلف الامام کا ظہر اور عصر کی پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ کا بھی اور کچھ اور بھی قرآن سے اور حضرت عائشہ فرماتی تھیں کہ پچھلی رکعتوں میں صرف سورہ فاتحہ پڑھا کرو۔

اس اثر کو عمرو بن ابی قیس عن عاصم نے بھی بیان کیا ہے

۱۸۸۔ ابوقیس کی سند سے یہ الفاظ ہیں انھما کانا یریان القراءۃ خلف الامام۔

اثر ہشام ابن عامر رضی اللہ عنہ

۱۸۹۔ حمید بن ہلال کہتے ہیں ہشام بن عامر نے قراءت (خلف الامام) کی تو انہیں کہا گیا کہ آپ امام کے پیچھے قراءت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ ہم سب صحابہ) اسی طرح ہی کیا کرتے ہیں۔

اثر ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ

۱۹۰۔ ابونضرہ کہتے ہیں کہ میں نے ابوسعید خدری رضی سے قراءت خلف الامام کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا سورہ فاتحہ پڑھا کرو۔

جابر بن عبداللہ کا اثر 81

۱۹۱۔ (دو سند سے) حضرت جابر فرماتے ہیں کہ امام بھی اور مقتدی بھی دونوں کو چاہیے کہ پہلی دو رکعتوں میں فاتحہ بھی پڑھیں اور سورۃ بھی پڑھیں اور پچھلی میں سورۃ فاتحہ فقط۔

۱۹۲۔ (مزید سند سے) حضرت جابر فرماتے ہیں کہ میں پڑھتا ہوں الحمد بھی اور سورۃ بھی پہلی دونوں رکعتوں میں اور پچھلی میں صرف سورۃ فاتحہ۔

اور شعبہ کے واسطے سے لفظ جمع کے ہیں کہ ہم سب صحابہ پڑھا کرتے تھے ظہر اور عصر میں امام کے پیچھے پہلی دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ اور سورۃ بھی اور دوسری دو میں صرف سورہ فاتحہ۔

۱۹۳۔ اور اسی طرح شعبہ کی مزید ایک سند سے بھی ہے۔

حضرت ابو درداء کا اثر

۱۹۴۔ حسان بن عطیہ کہتے ہیں کہ ابو درداء فرماتے ہیں کہ قراءت فاتحہ خلف الامام مت چھوڑ امام جہر قراءت کرے یا آہستہ قراءت کرے۔

اکثر طور پر تو یہ ہی لفظ مروی ہیں لیکن ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ اگر امام رکوع 82

چلا جلئے اور توقع رکھے کہ اگر سورۃ فاتحہ پڑھ سے لتو رکوع کے آخر پر مل جائے گا تو بھی سورہ فاتحہ پڑھ کر رکوع کر۔

۱۹۵۔ (دوسری سند سے) حضرت ابودرداء کہتے ہیں کہ اگر میں امام کو رکوع کی حالت میں پاؤں تو بھی یہی پسند کرتا ہوں کہ سورہ فاتحہ پڑھ کر ہی ملوں۔

اثر انس بن مالک رضی اللہ عنہ

۱۹۶۔ حضرت ثابت کہتے ہیں کہ حضرت انس ہمیں حکم کیا کرتے تھے امام کے پیچھے قرأت کرنے کا کہتے ہیں کہ میں حضرت انس کے ساتھ کے نماز پڑھ رہا تھا تو انہوں نے سورہ فاتحہ بھی پڑھی اور قرآن پاک کی ایک اور سورت بھی پڑھی اور اس طرح پڑھی کہ ہم سن سکیں تاکہ ہم ان سے اس مسئلہ میں سبق حاصل کر سکیں

۱۹۷۔ ایک اور سند سے اسی طرح روایت ہے۔ صرف اس میں راوی بن حوشب مع کنیت بیان کیا ہے۔

اثر عمران بن حصین رض کا

۱۹۸۔ حسن کہتے ہیں کہ عمران بن حصین فرماتے ہیں کہ مسلمان کی نماز قبول نہیں ہوتی بغیر وضو اور رکوع اور سجدہ اور فاتحہ کے خواہ مقتدی ہو یا غیر مقتدی ہو۔

۱۹۹۔ (دوسری سند سے) عمران بن حصین کہتے ہیں کہ بغیر سورہ فاتحہ اور کم از کم دو آیتوں کے نماز جائز نہیں ہوتی۔

۸۳

اثر عبد اللہ بن مغفل مزنی کا

۲۰۰۔ عمران بن ابو سیمیم کہتے ہیں کہ عبد اللہ بن مغفل مزنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہمیں یہ سکھایا کرتے تھے کہ ظہر و عصر کی نمازوں کی پہلی دو رکعتوں میں امام کے پیچھے سورہ فاتحہ کے علاوہ اور سورت بھی پڑھا کریں اور پچھلی دو میں صرف سورۂ فاتحہ۔

آثار صحابہ و تابعین و تبع تابعین

۲۰۱۔ عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ فرماتے ہیں کہ تمام صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے قراءت کیا کرتے تھے جبکہ آنحضرت خاموش ہوتے اور جب قراءت کرتے تو صحابی خاموش رہتے اور پھر جب آپ خاموش ہوتے تو صحابی قراءت کرتے (یعنی سکتات میں پڑھتے) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ ہر وہ نماز جس میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی جائے وہ مردہ ہے۔

عبد الحمید بن جعفر کے واسطے سے بھی یہ روایت اسی طرح آئی ہے۔

۲۰۲۔ سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ پچھلے لوگ اس طرح کیا کرتے تھے کہ جب تکبیر (تحریمہ) کہتے تو امام کچھ دیر خاموش رہتے اور اندازاً اتنی دیر خاموش رہتے کہ مقتدی سورہ فاتحہ پڑھ لیں۔

۸۴ ۲۰۳۔ دوسری سند سے الفاظ یہ ہیں اذا کبروا لا یفتتحون القراءۃ حتی یعلم ان من خلفہ قد قرءوا فاتحۃ الکتاب

۲۰۴۔ اور امام بخاری کی کتاب القرأت خلف الامام میں ہیں تے پڑھا۔ ابن خثیم نے سعید بن جبیر سے پوچھا کہ میں امام کے پیچھے قراءت کروں فرمایا ہاں اگرچہ تو امام کی قرأت ہی کیوں نہ سن رہا ہو کیونکہ آج لوگوں نے نئے نئے مسائل نکال لیے ہیں جو کہ پہلے لوگ نہ کرتے تھے۔ کیونکہ (علمائے) سلف جب امامت کراتے تو تکبیر تحریمہ کے بعد اتنی دیر خاموش رہتے کہ لوگ سورہ فاتحہ سے فارغ ہو جاتے پھر امام قراءت شروع کرتے پہلے سورہ فاتحہ پڑھتے۔ پھر

دوسری سورت پڑھتے اس کے بعد پھر چپ ہو جاتے۔

اس روایت کو اس معنی میں ابن خزیمہ نے بھی اپنی کتاب میں روایت کیا ہے۔

۲۰۵۔ ہشام بن عروہ اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ وہ انہیں کہا کرتے تھے۔ بیٹا امام کے سکتات میں قراءت ضرور کرو کیونکہ سورہ فاتحہ کے بغیر نماز پوری نہیں ہوتی۔

ابو عبداللہ کی روایت میں ہے بیٹا! امام جس نماز میں سکوت کرے تو اس میں پڑھتے جاؤ اور جس نماز میں جہر کرے اس میں خاموش رہو اور فرمایا کہ بیٹا! اس شخص کی نماز ہی درست نہیں ہوتی جو سورہ فاتحہ نہیں پڑھتا پھر اوپر بھی کچھ ہو سکے تو پڑھو خواہ نماز فرض ہو یا نفل۔

۲۰۶۔ حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ جس نماز میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی جائے وہ برباد ہی برباد ہے کسی نے کہا جب امام قرائت کرے تو کیا کیا جائے تو ابو سلمہ نے جواب دیا کہ امام دو دفعہ قراءت میں چپ کرتا ہے پس اس کو غنیمت جانو ۸۵
ایک دفعہ تو جب تکبیر کہتا ہے چپ کرتا ہے اور دوسری دفعہ جب سورہ فاتحہ ختم کرتا ہے چپ کرتا ہے۔ یہ جواب ابو سلمہ بن عبدالرحمن نے سائل کو حضرت ابو ہریرہ کے سامنے دیا۔ لیکن حضرت ابو ہریرہ نے انکار نہیں کیا۔

اور علاء بن عبدالرحمن کی روایت اس کی صحت کی شہادت دیتی ہے۔

اس روایت کو ایک اور سند سے بھی ابو ہریرہ سے روایت کیا گیا ہے اس میں ابو سلمہ کا جواب نہیں۔

۲۰۷۔ حضرت مکحول کہتے ہیں کہ دل میں سورہ فاتحہ ضرور پڑھ اگرچہ امام اونچی آواز سے قرائت کر رہا ہو تو اس کے سکتات میں پڑھ اور اگر سکتہ نہ کرے تو پڑھتا جا خواہ امام سے پہلے پڑھ یا ساتھ پڑھ یا بعد میں پڑھ کسی حال میں سورہ فاتحہ مت چھوڑ۔

۲۰۸۔ قاسم بن محمد کہتے ہیں کہ بہت سے آدمی جو (وقت کے) امام تھے۔ وہ قرارت خلف الامام کرتے تھے۔

۲۰۹ ۔ حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ ہر نماز میں امام کے پیچھے دل میں فاتحہ پڑھا کر۔
۲۱۰ ۔ ایک اور سند سے ہے کہ ظہر و عصر کی پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ بھی اور اور سورت بھی پڑھے۔ اور پچھلی میں صرف فاتحہ پڑھے۔
۲۱۱ ۔ امام شعبی فرماتے ہیں کہ پانچوں نمازوں میں امام کے پیچھے پڑھا کرتے تھے۔
ابن خزیمہ کی روایت میں ہے کہ پانچوں نمازوں میں قرائت خلف الامام کیا کرو۔ ۸۶
۲۱۲ ۔ حضرت حصین کہتے ہیں کہ میں عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ کے ساتھ نماز میں کھڑا تھا اور میں نے انہیں امام کے پیچھے پڑھتے سنا میں نے حضرت مجاہد سے پوچھا تو انہوں نے پوچھا کہ میں عبد اللہ بن عمر سے سنا ہے کہ وہ ظہر کی نماز میں سورہ مریم کی آیات پڑھ رہے تھے۔
۲۱۳ ۔ امام احمد بیہقی کہتے ہیں کہ میں نے امام بخاری کی کتاب القراءت میں پڑھا ہے جس میں انہوں نے حضرت حسن بصری ۔ سعید بن جبیر، میمون بن مہران سے نقل فرمایا کہ بے شمار تابعین اور اہل علم قراءت خلف الامام کے قائل ہیں اگرچہ امام اونچی ہی قرائت کر رہا ہو۔
بلکہ مجاہد کا قول ہے کہ امام کے پیچھے اگر سورہ فاتحہ نہ پڑھی جائے تو وہ نماز دوبارہ پڑھنی چاہیئے ۔ عبد اللہ بن زبیر نے بھی اسی طرح کہا ہے۔
۲۱۴ ۔ موسیٰ بن سیار کہتے ہیں کہ حضرت مکحول کو میں نے امام کے پیچھے قرائت کرتے سنا اور وہ ہمیشہ قرائت خلف الامام کیا کرتے تھے۔ اور امام پڑھ رہا ہوتا۔
۲۱۵ ۔ امام اوزاعی فرماتے ہیں کہ امام پر حق ہے کہ پہلی تکبیر کے بعد سکوت کرے۔ اور اسی طرح سورہ فاتحہ ختم کرنے کے بعد بھی سکوت کرے تاکہ پچھلے لوگ سورہ فاتحہ پڑھ سکیں اور اگر امام مقتدیوں کو فاتحہ پڑھنے کا موقع نہ دے تو پھر چاہیئے کہ اس کی قرائت کے ساتھ ہی جلدی جلدی سورہ فاتحہ پڑھ کر فارغ ہو جائے پھر سماع کرے۔

باب ان لوگوں کے دلائل کا بیان جو آہستہ قرائت والی رکعات میں امام کے پیچھے قراءت کو واجب سمجھتے ہیں لیکن جہری قرائت والی رکعات میں نہیں امام شافعی کی طرف بھی ایک قول اسی قسم کا منسوب ہے

۸۷ اگر ان دلائل کو صحیح تسلیم بھی کر لیا جائے تو بھی ظہر اور عصر کی (چاروں رکعات میں)، اور مغرب کی آخری رکعت اور عشاء کی آخری دو رکعات میں تو مقتدی پر قرائت خلف الامام ثابت ہو گئی۔ جیسا کہ بعض عراقی (یعنی فقہائے احناف) کا مذہب ہے اس کا خلاف تو پھر بھی ثابت ہو گیا (ان کی دلیل ہیں) اللہ تعالے کا فرمان واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلكم ترحمون ہے۔

۲۱۶۔ مجاہد کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی انصار کی قراءت کی آواز نماز میں سنی تو اللہ تعالی نے یہ آیت فرمائی۔

حالانکہ حضرت مجاہد قرآن قرائت کے ساتھ ذکر و اذکار میں حرج نہیں سمجھتے نیز یہ روایت منقطع ہے۔

۲۱۷۔ ابو عالیہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی تو صحابہ نے بھی قرارت کی تب یہ آیت نازل ہوئی۔ پھر لوگ خاموش ہو گئے اور آنحضرت قرائت کرتے رہے اور یہ بھی منقطع ہے۔

۲۱۸۔ عبداللہ بن مغفل کی روایت میں ہے کہ یہ آیت نماز کے بارے میں ہے۔

۲۱۹۔ اس کو ابواسامہ نے بھی روایت کیا ہے۔ معاویہ بن قرہ مزنی کہتے ہیں کہ میں نے اپنے بعض صحابہ استادوں سے پوچھا اور غالباً وہ عبداللہ بن مغفل ہیں کہ کیا جب بھی قرآن پڑھا جائے تو اس کا سننا اور قراءت سے رکنا واجب ہے۔ تو انہوں نے کہا کہ یہ امام کی قرائت سننے کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ ۸۸

۲۲۰۔ کثیر بن ہشام کی روایت میں ہے کہ ہم نے عبداللہ بن مغفل کو یا عائذ بن عامر کو کہا کہ کیا ہر قرآن پڑھنے والے کی قراءت کو سننا اور چپ رہنا فرض ہے تو انہوں نے کہا یہ صرف امام کی قرائت کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

۲۲۱۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ مومن کو استماع کے بارے میں وسعت ہے یعنی استماع کرے یا نہ کرے۔ مگر فرض نمازوں میں یا جمعہ کے دن یا عیدین کے دن یعنی اذا قرئ القرآن کے مطابق سنے۔

۲۲۲۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ یہ آیت فرض نمازوں کے بارہ میں نازل ہوئی ہے[1]۔

۲۲۳۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی تو آپ نے

[1] حالانکہ ابن عباس اس آیت کے نازل ہونے سے چار سال بعد پیدا ہوئے ہیں نیز اگر اس روایت کو درست بھی تسلیم کریں تو بھی نفل نماز تراویح وغیرہ میں فاتحہ خلف الامام جائز ہوئی اور خصوصاً سری نمازوں میں تو مانع ہی کوئی نہیں۔ حالانکہ احناف کے وہ بھی خلاف ہے۔

یہ تمام آثار جو اس بارے میں بیان کیے گئے ہیں ان میں سے اکثر منقطع ہیں اور کچھ ضعیف ہیں اگرچہ حدیث نبوی کے مقابلہ میں کوئی صحیح اثر اور قول بھی پیش نہیں کیا جا سکتا۔ چہ جائے کہ ان میں سے اکثر منقطع ہیں اور جو بھی اثر صحیح ہے وہ صریح نہیں ہے اس کے الفاظ میں یہ نماز کے بارہ میں آیت ہے چنانچہ آگے ایسے صحیح آثار آ رہے ہیں جن میں یہ الفاظ ہیں کہ نماز کے بارہ میں ہے نماز میں گفتگو بند کرنے کے لیے ہے یہ وضاحت سے آگے آ رہا ہے۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ جہری قرأت میں سورہ فاتحہ نہ پڑھنے کا مسلک بھی صرف اقوال و آثار کے بل بوتے پر ہے اور جو سری میں نہ پڑھنے کا قائل ہیں انکے پاس تو کوئی چیز بھی صحیح نہیں ہے نہ احادیث صحیح ہیں نہ آثار بلکہ وہ مسلک صرف من گھڑت روایات پر ہی مبنی ہے۔

بھی قرأت کی اور صحابہ نے بھی قرأت کی پس آپ پر خلط ملط ہوا تو یہ آیت نازل ہوئی تو یہ آیت فرض نمازوں کے لیے ہے پھر ابن عباس نے یہ کہا کہ اگر ہم پڑھنے والوں کو سنیں نہیں تو ہم گدھوں سے بھی گئے گذرے ہیں اسکی سند ضعیف ہے ۔

۲۲۴۔ حضرت عطا کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن عباس سے پوچھا کہ آیت واذا قرئ القرآن کا حکم ہر قاری کے لیے ہے تو انہوں نے کہا نہیں یہ صرف نمازوں کے لیے ہے ۔

ایسے ہی کہا ہے کہ یہ قول عبد اللہ بن عباس کا ہے لیکن درست یہ ہے کہ یہ قول ابن عباس کا نہیں بلکہ عطاء کا قول ہے اور ان سے ابن جریج نے پوچھا تھا اس کی سند ابن عباس تک نہیں پہنچی ۔

۲۲۵۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود کا قول ہے کہ جب امام قراءت کر رہا ہو تو چپ رہ جیسا کہ قرآن کا حکم ہے کیونکہ امام کی قرأت میں امام کے پیچھے قراءت کرنا شغل ہے تجھے امام کافی ہے (اس میں سورہ فاتحہ کی تصریح نہیں یہ فاتحہ کے سوا کے لیے حکم ہے ۔

۲۲۶۔ عبد اللہ بن مسعود کا ایک اور واقعہ ہے کسی شخص نے (نام نامعلوم) بیان کیا کہ ابن مسعود نے نماز پڑھائی تو ان کے ساتھیوں نے امام کے پیچھے قرأت کی جب فارغ ہوئے تو فرمایا تم ابھی تک نہیں سمجھے کہ جب قرآن پڑھا جائے تو چپ کر کے سنو ۔ (واقعی سورہ فاتحہ کے علاوہ چپ کر کے ہی سننا چاہیئے)

۲۲۷۔ محمد بن کعب (تابعی) کا قول ہے کہ لوگ رسول اللہ کی قراءت سے سن
کر قرآن یاد کرتے تھے تو جب آنحضرت قرآن پڑھتے تو صحابہ بھی ساتھ پڑھتے تھے ۹۰
حتی کہ یہ آیت نازل ہوئی کہ جب قرآن پڑھا جائے تو چپ کر کے سنو (یہ بھی سورہ فاتحہ کے لیے نہیں کیونکہ وہ سب کو یاد ہوتی ہے)

۲۲۸۔ مجاہد کا قول ہے کہ آیت واذا قرئ القرآن نماز کے بارہ میں نازل ہوئی ہے ۔

ایک دوسری روایت میں بھی اسی طرح ہے۔

۲۲۹۔ ایک اور روایت میں مجاہد کا قول ہے کہ فرض نماز میں نازل ہوئی۔

۲۳۰۔ ایک اور روایت میں مجاہد کا قول ہے کہ یہ آیت نماز اور خطبہ کے بارہ میں نازل ہوئی۔

۹۱ ۲۳۱-۲۳۲۔ ایک اور سند سے مجاہد کا قول ہے کہ یہ آیت نماز اور خطبہ کے بارے میں ہے۔ اسی طرح ایک اور روایت بھی ہے۔

۲۳۴۔ ایک اور سند سے اسی طرح ہے (یعنی باوجود مختلف اقوال کے جو صحیح مطلب ہے وہ یہ ہے کہ جب امام قرأت سورہ فاتحہ کے علاوہ کرے تو سب کو خاموشی سے سننا چاہیئے متفق علیہ مذہب یہی ہے۔

۲۳۵۔ سعید بن مسیب (تابعی) کا قول ہے کہ یہ آیت نماز کے بارے میں نازل ہوئی۔

۲۳۶۔ ابو عواذ نے بھی کہا ہے کہ یہ آیت نماز کے بارہ میں نازل ہوئی (اگرچہ اس کی سند لاشے ہے کیونکہ عن اصحابہ سے تعین ہی ختم ہو جاتی ہے اور ارٹی اڑائی بات ہو جاتی ہے)

۲۳۷۔ حسن کہتے ہیں کہ یہ آیت نماز کے بارہ میں نازل ہوئی۔

۲۳۸۔ شعبی کہتے ہیں کہ جب امام جہری قرأت کرے تو اللہ کے حکم کے مطابق چپ کرکے سنو۔

۹۲ ۲۳۹۔ زہری کا قول ہے کہ اگر امام جہر قرأت کرے تو اس کے پیچھے قرأت نہ کی جائے بلکہ مقتدی کو امام کی قرأت کافی ہے۔ اگرچہ اس کی آواز نہ سن سکے لیکن جب امام جہری قرارت نہ کرے تو اس وقت مقتدی کو سری قرأت ضرور کرنی چاہیئے۔ اور مقتدی کو امام کے پیچھے جہری قرأت کے وقت قرارت کرنا درست نہیں ہے۔

۲۴۰۔ ایک اور سند سے مجاہد کا قول ہے یہ آیت جمعہ کے خطبہ کے بارہ میں ہے۔

نہ سراً نہ علانیۃً کیونکہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا۔

(وجہ استدلال مقتدی کو قرأت کے وقت چپ رہنے کا حکم)

(امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) کہ بعض لوگوں نے اس قسم کی کچھ اور روایات مرفوعہ و موقوفہ بھی بیان کی ہیں لیکن میں اپنی کتاب کو ایسی (غیر صحیح) قسم کی روایات سے گندا نہیں کرنا چاہتا جس سے لوگ احتجاج کرتے ہیں۔

بعض نے امام شافعی کا قدیم قول بیان کیا ہے کہ انہوں نے بھی اس آیت سے استدلال کیا ہے۔

بالفرض اگر مان بھی لیں تو بھی امام شافعی کی بات جہری قرأت میں مقتدی کو قرأت سے روک سکتی ہے نہ کہ سری قراءت میں ہمارے نزدیک امام شافعی کا قدیم قول سنی جانے والی قراءت سے روکا وٹ ہو سکتا ہے اور نہ سنی جانے والی قراءت کے موقع پر مقتدی کیوں خاموش رہے۔ ابوعبید وغیرہ اہل علم وادب سے بھی اس آیت سے اس قسم کا استدلال کیا ہے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی فرمایا ہے کہ سماع تو اس قراءت کا ہوگا جو سنی جائے۔

امام احمد بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس استدلال سے بھی ان لوگوں کی بات نہیں بنتی جو کہتے ہیں کہ مقتدی کو حکم ہے سننے اور چپ رہنے کا اگرچہ امام جہر نہ ہی کرے کیونکہ اہل لغت کے نزدیک سماع اس چیز کا ہوتا ہے جو سنی جائے اور اگر ایک بات سنی ہی نہ جائے تو پھر سماع و انصات کیسا ہوا۔

اسی لیے بعض صحابہ اور تابعین اس طرف گئے ہیں کہ جب امام جہر قراءت کرے تو مقتدی قراءت نہ کرے بخلاف غیر جہر کے کیونکہ وہ اہل زبان ہیں۔

٩٣ ابن عباس سے ایک روایت ہے کہ جو شخص کسی قوم کی کوئی بات (چوری چھپے) سنے۔ جبکہ وہ قوم اس بات کو چھپائے تو اس سننے والے کے کانوں میں قیامت کو سیسہ پگھلا کر ڈالا جائے گا۔ تو یہ حدیث بھی وعید اس بات پر ہے جو سنی جا

سکے جبکہ بات کرنے والے کو پتہ نہ لگے اور اگر ایک آدمی بات سننے کی کوشش کرے لیکن سن نہ سکے تو وہ اس وعید کا مستحق نہیں ہوگا۔ اگر چہ قصداً اس نے گناہ کیا جو نہ ہو سکا۔ کیونکہ اگر کوئی شخص گناہ کا قصد کرے تو وہ گنہگار نہیں ہوگا جب تک کہ وہ گناہ نہ کرے اور نہ ہی وہ وعید کا مستحق ہوگا۔

اب ہر وہ شخص جو امام کی قرأت نہیں سن رہا ہے بہرا ہونے کی وجہ سے ہو یا امام سے دور کھڑا ہونے کی وجہ سے ہو تو وہ حکماً تو سامع ہو سکتا ہے۔ لغتہً سامع نہیں ہو سکتا۔

مقتدی کے سماع وانصات میں صحیح مسلک

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جن لوگوں نے یہ بات کہی ہے اور حقیقتاً صحیح بھی یہ ہی ہے کہ مقتدی پر امام کے پیچھے قراءت واجب ہے خواہ امام جہر قراءت کرے یا غیر جہر قراءت کرے۔ انہوں نے کہا ہے کہ ہم اس آیت کے نماز اور خطبہ کے بارے میں نازل ہونے کے منکر نہیں ہیں جس طرح کہ ہمارے بعض سلف کا مسلک ہے۔ البتہ بعض لوگوں نے اس روایت کو مختصر بیان کیا ہے اور کہہ دیا ہے کہ یہ آیت نماز کے بارے نازل ہوئی۔ حالانکہ اسی حدیث کو حضرت ابو ہریرہ نے بیان کیا ہے جو کہ اپنے زمانہ میں سب سے زیادہ حافظ حدیث تھے۔ اور پھر ان کے پیچھے لگنے والے صحابہ اور تابعین نے بھی پوری حدیث بالتفصیل مقیداً، ومفسراً بیان کی ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے لوگ کیا کرتے تھے اور آیت کے نازل ہونے کے بعد کس چیز سے رک گئے۔ ہمیں چاہیئے کہ اصل واقعہ کی جانچ پڑتال کریں۔

صرف یہ کہہ دینے سے کہ نماز کے بارہ میں نازل ہوئی واجب قراءت جو شرعاً واصلاً حقیقتاً واجب ہے نہیں رکا جا سکتا۔ اگر چہ بفرض محال تسلیم بھی کر لیا جائے تو بھی قراءت واستماع اکٹھے ہو سکتے ہیں۔ جیسا کہ ہم بیان کرتے ہیں

انشاء اللہ تعالےٰ ۔

۲۴۰۔ حضرت ابوہریرہ سے (دو سند سے) روایت ہے کہ لوگ نماز میں کلام کرتے ۹۴
تھے پس یہ آیت نازل ہوئی واذا قری القران فاستمعوالہ وانصتوا ۔

۲۴۱۔ دوسری حدیث ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ آیت واذا قرئ القرآن کے نازل ہونے سے پہلے نماز میں لوگ باتیں کر لیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی۔

۲۴۲ تیسری حدیث ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ لوگ نماز میں باتیں کر لیا کرتے تھے حتی کہ یہ آیت نازل ہوئی واذا قرئ القران۔ یعنی بذلك فی الصلوة یعنی نماز کے بارہ میں نازل ہوئی۔

۲۴۳۔ چوتھی حدیث حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ لوگ نماز میں باتیں کرتے تھے پس اللہ تعالےٰ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی اذا قرئ القرآن پس نماز میں خشوع کا حکم دیئے گئے اور باتیں کرنے سے منع کئے گئے۔

۲۴۴۔ پانچویں حدیث ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت واذا قرئ القرآن اس وقت نازل ہوئی جب لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا میں پیچھے کھڑے ہو کر اونچی آواز سے باتیں کر لیا کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے نماز کے بارہ میں یہ آیت نازل فرمائی۔

۲۴۵۔ عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ۹۵
نماز میں کھڑے ہو کر بھی اور جمعہ کے دن اور عیدین کے دن خطبہ کی حالت میں اونچی آواز سے باتیں کر لیا کرتے تھے تو اس آیت واذا قرئ القرآن سے باتیں کرنے سے روکا گیا ہے۔

۲۴۶۔ زہری کا قول ہے کہ ایک انصاری نوجوان آنحضرت کے پیچھے اس طرح آیت پڑھتا جس طرح آنحضرت آیت پڑھتے۔ تب یہ آیت نازل ہوئی۔
(یہ قول منکر ہے۔

۲۴۷۔ قتادہ کہتے ہیں کہ جب کوئی نمازی اس حالت میں آتا کہ جماعت میں

لوگ کھڑے ہوتے تو پوچھ لیتا کہ کتنی نماز پڑھی ہے اور کتنی باقی ہے تب یہ آیت نازل ہوئی۔

۲۴۸۔ معاویہ بن قرہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے یہ آیت اذا قری القرآن نماز کے بارہ میں نازل فرمائی کیونکہ لوگ نماز میں باتیں کیا کرتے تھے۔

استدلال:۔ پس یہ واقعات بیان کرنے والوں نے بیان کیے ہیں۔ پس
۹۶ یہ تمام روایات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ اللہ تعالےٰ کی اس آیت میں جس انصات کا حکم کیا گیا ہے وہ باتیں کرنے سے چپ کرانے کے متعلق ہے جو کہ لوگ نماز میں باتیں کیا کرتے تھے یا پھر قراءت کے ہوتے ہوئے جو مقتدی اونچی آواز سے قرأت کرتے تھے انہیں خاموش کرایا گیا ہے۔ اس میں قراءت اور ذکر اذکار سے نہیں روکا گیا جو دل میں کیا جاتا ہے۔

۲۴۹۔ زید بن ارقم سے (دو سند سے) روایت ہے کہ لوگ نماز میں اپنے ساتھ والے سے باتیں کر لیا کرتے تھے حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہوئی قوموا للہ قانتین پس ہم کو چپ رہنے کا حکم ہوا اور باتوں سے روک دیئے گئے اس کو امام مسلم نے اپنی صحیح میں یحیی بن یحیی سے بیان کیا ہے اور امام بخاری نے یحیی القطان اور اس کے علاوہ محدثین نے اسمٰعیل سے بیان کیا ہے۔

۲۵۰۔ اور جو روایت عبداللہ بن مسعود کی ہے کہ ہم نماز میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام کہہ لیا کرتے تھے اور سلام کا جواب بھی دے دیا کرتے تھے پس جب ہم نجاشی (شاہ حبشہ) کے پاس سے واپس آئے تو ہم نے سلام کہا تو ہمیں جواب نہ ملا ہم نے کہا کہ اے اللہ کے رسول آپ ہمیں سلام کا جواب دے دیا کرتے تھے اب کیا ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ یہ نماز میں شغل ہوتا ہے۔ اس حدیث کو بخاری و مسلم نے اپنی صحیح میں ابن فضیل عن اعمش سے بیان کیا ہے۔

۹۷ ۲۵۱۔ دوسری حدیث عبداللہ بن مسعود سے ہے کہ ہم نماز میں کلام کر لیا کرتے تھے اور ایک دوسرے کو سلام کہہ لیا کرتے تھے کوئی کام ہو تو وہ بھی کہہ دیا کرتے

تھے پس ایک دن میں آیا اور آنحضرت نماز پڑھ رہے تھے تو میں نے سلام کہا آپ نے جواب نہ دیا میں پہلے اور پچھلے حالات سے متعجب ہوا جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا اللہ تعالےٰ نے جب چاہتے ہیں نیا حکم دے دیتے ہیں۔ اب نیا حکم نازل ہوا ہے کہ نماز میں باتیں مت کیا کرو۔

استدلال:۔ امام احمد بیہقی فرماتے ہیں کہ زید بن ارقم کی حدیث میں جس سکوت کا حکم قوموا للہ قانتین سے ہوا ہے وہ وہی سکوت ہے جس کا حکم پہلے ابوہریرہ وغیرہ کی احادیث میں بمطابق اذا قرئ القرآن آچکا ہے اور جو دوسرا نیا حکم عبداللہ بن مسعود کی حدیث میں ہے اس سے وہ سکوت مراد ہے جو ضروری کاموں کی گفتگو سے ہو اور نماز میں ایک دوسرے پر سلام کہنے سے چپ کرانے کے لیے آیا ہے۔

یہ تو وہ انصات ہیں جن کا حکم قرآن کی آیت واذا قرئ القرآن وغیرہ میں آیا ہے اور جو ذکر اذکار اور نماز کی لازمی قراءت جو کہ قراءت فاتحہ ہے اس سے انصات کا حکم نہیں دیا گیا۔ جیسا کہ عبداللہ بن مسعود کی دوسری روایت میں بالکل ظاہر ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے۔

۲۵۲۔ عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ میں آنحضرت کی خدمت میں نماز کی حالت میں حاضر ہوتا اور سلام کہتا تو آپ اس کا جواب دے دیا کرتے تھے ایک دفعہ جب میں حاضر ہوا تو آپ نے جواب نہ دیا حضرت عبداللہ فرماتے ہیں میں نے اس جیسی بوجھل نماز کبھی نہیں پڑھی۔ چنانچہ جب آپ نے نماز ختم کی تو فرمایا کہ اللہ تعالےٰ جب چاہتے ہیں نیا حکم نازل فرما دیتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے نماز کے بارہ میں نیا حکم نازل فرمایا ہے کہ باتیں مت کیا کرو۔ صرف ذکر و اذکار اور جو نماز میں تمہارے لیے ضروری (قراءت) ہے وہ کیا کرو۔ اس کے علاوہ خاموشی سے نماز پڑھا کرو۔

۲۵۳۔ عبداللہ بن مسعود سے ہی (دو سند سے) روایت اسی کے مطابق بیان ۹۸ کی ہے اور بواسطہ نمازا میں ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالےٰ نے نماز کے بارے میں نیا حکم نازل فرمایا ہے کہ نماز میں کلام مت کیا کرو صرف ذکر اور جو ضروری ہے تمہارے

بے نمازیں وہ کردار خاموش رہے۔

اس حدیث کو امام محمد بن اسحاق بن خزیمہ رحمۃ اللہ نے بھی بیان کیا ہے۔ اور دلیل پکڑی ہے کہ یہ حدیث واضح کرتی ہے کہ نمازیوں کو کلام کرنے سے روکا گیا ہے ذکر آلہی اور جو نماز کے لیے ضروری چیزیں ہیں اور قراءت سے نہیں روکا گیا کیونکہ یہ نمازی کے لیے ضروری ہے۔

۲۵۴۔ اس کے بعد امام ابن خزیمہ نے صحیح ثابت شدہ حدیث بطور دلیل پیش کی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازیوں کو لوگوں کے ساتھ نمازیں کلام کرنے سے روکا تھا اور حکم دیا تھا کہ تکبیرات کہیں اور تسبیحات پڑھیں اور تلاوت قرآن کریں اگرچہ مقتدی ہی ہوں۔ چنانچہ حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔

۹۹ ۲۵۵۔ معاویہ بن حکم سلمی سے (دو سند سے) روایت ہے کہ میں آنحضرت کے ساتھ نماز میں شامل تھا کہ ایک آدمی کو چھینک آئی تو میں نے اسے کہا یرحمک اللہ (اللہ تجھ پر رحم کرے) تو لوگوں نے مجھے آنکھوں سے گھور کر دیکھا میں نے کہا کہ ہائے میں مر جاؤں۔ تم مجھے کس طرح دیکھتے ہو تب لوگوں نے اپنے ہاتھ اپنی رانوں پر مارے میں سمجھ گیا کہ مجھے چپ کرا رہے ہیں۔ میں خاموش ہو گیا جب نماز سے فارغ ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلایا، میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں میں نے اس سے پہلے اور بعد کبھی بھی ایسا اچھا سکھانے والا نہیں دیکھا اللہ کی قسم نہ آپ نے مجھے ڈانٹا نہ مارا نہ غصے ہوئے فرمایا کہ جو ہماری نمازیں ہیں اس میں اس طرح کی باتیں وغیرہ کرنا درست نہیں ہے کیونکہ نماز تو تکبیر و تسبیح و تلاوت قرآن کا نام ہے۔ یہ الفاظ اوزاعی کی روایت کے ہیں۔

اور فلیح بن سلیمان عن ہلال کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلایا اور فرمایا کہ نماز تو نام ہی قراءت قرآن اور ذکر آلہی کا ہے اس لیے جب تو نماز کی حالت میں ہو تو صرف یہی کرنا چاہیئے۔

۲۵۶۔ پھر فلیح بن سلیمان کی روایت کی سند بیان کی۔ اس حدیث کو امام مسلم نے اپنی

صحیح میں بیان کیا ہے ۔

استدلال:۔ ان احادیث میں واضح دلیل ہے کہ مقتدی کی نماز میں بھی تلاوت قرآن اور تکبیر و تسبیح اسی طرح شامل ہے جس طرح امام اور منفرد کی نماز میں تلاوت قرآن اور تکبیر و تسبیح شامل ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاویہ بن حکم کو سکھایا کہ ان کی نماز میں لوگوں سے باتیں کرنا درست نہیں بلکہ تسبیح و تکبیر اور تلاوتِ قرآن کرنا چاہیئے حالانکہ معاویہ بن حکم اس نماز میں مقتدی تھے۔ امام یا منفرد نہیں تھے ۔
نیز اس میں یہ بھی بیان ہے کہ آنحضرت نے جس چیز سے روکا تھا وہ نماز میں لوگوں کی آپس میں باتیں کرنا تھیں نہ کہ ذکر الٰہی اور تلاوت قرآن ۔ کیونکہ ان چیزوں کو آپ نے نماز فرمایا۔

نیز نہ ہی اس آیت کا یہ مطلب لیا جاسکتا ہے کہ آیت عام ہے ۔
خواہ کلام الناس ہو یا قراءت وغیرہ ہو کیونکہ جس طرح صحابہ کے اقوال سے ۱۰۰ ہم آیت کو نماز اور خطبہ کے لیے مخصوص کر سکتے ہیں جس میں کہا ہے کہ یہ نماز اور خطبہ کے بارہ میں نازل ہوئی ہے اور نماز اور خطبہ کے علاوہ ہر سماع کو الفاظ سے خارج کر سکتے ہیں بالکل اسی طرح ہی دوسرے اقوال سے کلام الناس اور امام کے پیچھے اونچی آواز سے قراءت سے روکنے کے لیے بھی مخصوص کر سکتے ہیں ۔
خصوصاً جبکہ واقع الفاظ میں بیان کر دیا گیا ہے کہ ذکر الٰہی اور قراءت فاتحہ اس نہی کے حکم میں داخل ہی نہیں ہیں نہ ہی قرآن کی آیت روکتی ہے نہ احادیث روک رہی ہیں ۔ بلکہ معاویہ بن حکم سلمی کی حدیث میں وارد ہو چکا ہے ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ باتیں نہیں کرو بلکہ تسبیح و تکبیر اور تلاوت قرآن کرو اور ان چیزوں کو نماز فرمایا ہے ۔
نیز عبادہ بن صامت وغیرہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی احادیث سے بھی ثابت ہے کہ امام کے پیچھے اونچی آواز سے پڑھنے کو ناپسند فرمایا ہے اور دل میں سورہ فاتحہ آہستہ پڑھنے کا حکم دیا ہے ۔

اب ہم پر یہ تمام ارشادات قبول کرنے واجب ہیں تاکہ اللہ تعالے کی اطاعت بھی ہو جائے کہ لوگوں سے باتیں نہ کی جائیں اور امام کے پیچھے اونچی آواز سے قراءت نہ کی جائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت بھی ہو جائے جن کو اللہ تعالے نے اپنی کتاب کے معانی بیان کرنے پر مامور فرمایا ہے اور سورہ فاتحہ آہستہ آواز سے امام کے پیچھے پڑھ لی جائے۔

انصات کا معنی

نیز واذا قرئ القرآن کے بعد کی آیت بھی اس معنی کی تائید کرتی ہے جو سنت سے ثابت ہو رہا ہے اللہ تعالے نے فرمایا ہے واذکر ربك فی نفسك تضرعا وخیفة ودون الجهر من القول بالغدو والآصال ولا تكن من الغافلين۔ (کہ اپنے رب کو اپنے دل میں نہایت خشیت سے یاد کرتا جا اور اونچی آواز سے نہیں بلکہ آہستہ آواز سے صبح و شام (کی نمازوں میں بھی) یاد کرتا رہ اور غافلوں سے نہ ہو)

اس آیت میں اگرچہ خطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاص ہے لیکن امت کا بھی اس میں شامل ہونے کا احتمال ہے کیونکہ قرآن میں بہت جگہوں میں اس طرح سے امت کو خطاب فرمایا ہے تو اس صورت میں امت کو حکم دیا گیا ہے۔ کہ
۱۰۱ خاموشی سے سنیں یعنی اونچی آواز نہ نکالیں یہ پہلی آیت کا حکم ہے اور دوسری آیت میں فرمایا ہے کہ دل میں پڑھیں۔ ذکر و اذکار کریں سورہ فاتحہ پڑھیں لیکن آہستہ آواز سے۔

اب اگر آدمی اونچی کی بجائے آہستہ آواز سے امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھتا ہے تو گویا وہ دونوں آیتوں پر عمل کرتا ہے۔ امام زید بن اسلم جو مشہور تابعی اور علمائے تفسیر میں سے ہیں نے بھی اسی طرف اشارہ کیا ہے۔ چنانچہ باسند وارد ہے۔

۲۵۷۔ (سند بیان کرنے کے بعد) عبد العزیز بن محمد کہتے ہیں کہ میں نے زید بن

اسلم سے سنا فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد واذا قرئ القرآن کے حکم کے بعد مقتدی کے لیے خاص کر اللہ تعالے نے فرمایا ہے واذکر ربك فی نفسك کہ خاموش رہ کر دل میں اپنے رب کو یاد کر۔ یعنی حکم دونوں اکٹھے ہیں کہ خاموش بھی رہ اور اپنے رب کو یاد بھی کر۔ تو پھر انصات سے مراد اونچی آواز سے پڑھنا ہوگا۔ تاکہ نافرمان نہ ہو جائے اور بالکل خاموش رہنا اس کا مطلب درست نہیں ہوگا۔

نیز شریعت کے عرف میں انصات کا معنی صرف ایسی خاموشی ہے کہ اونچی آواز نہ ہو کیونکہ احادیث میں اس کی کافی تائید ہوتی ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ انصات اور سکوت عام گفتگو اور آواز نکالنے کو کہتے ہیں دل میں ذکر واذکار اس کے منافی نہیں ہے۔

۲۵۸۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے (تین سند سے) حدیث مروی ہے ۱۰۲
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز میں داخل ہونے کے لیے تکبیر کہتے تو قرائت سے پہلے کچھ دیر چپ رہتے ہیں تو پوچھا یا حضرت میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ تکبیر اور قرائت کے درمیان جو خاموش رہتے ہیں (اس خاموشی میں آپ کیا پڑھتے ہیں) تو آپ نے فرمایا کہ میں کہتا ہوں اللهم باعد بینی وبین خطایای کما باعدت بین المشرق والمغرب اللهم نقنی من خطایای کما ینقی الثوب الابیض من الدنس اللهم اغسلنی من خطایای بالماء والثلج والبرد۔ یہ الفاظ جریر کی روایت کے ہیں۔

امام بخاری نے جو عبدالواحد کے واسطہ سے بیان فرمایا ہے اس کے الفاظ میں ارایت اسکاتك بین التکبیر والقراءۃ ماتقول اور قرائت کے درمیان جو آپ خاموش رہتے ہیں اس وقت آپ کیا پڑھتے ہیں۔ امام مسلم نے جریر اور عبدالواحد دونوں کے واسطہ سے حدیث بیان کی ہے۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ انصات کا معنی اونچی نہ پڑھنا ہے۔ اگرچہ دل میں ذکر الٰہی کر رہا ہو یا قرآن پڑھ رہا ہو اور لغت عرب میں سکوت اور انصات

میں کوئی فرق نہیں ہے۔

۲۵۹۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی لوٹ پوچھا تھا کہ تکبیر و قرأت کی خاموشی میں آپ کیا پڑھتے ہیں اور آپ نے بھی اس کو یہ جواب نہیں دیا کہ میں چپ نہیں رہتا ہوں بلکہ واقعی وہ خاموشی تو ہوتی ہے۔ البتہ یہ فرمایا کہ میں اپنے سکوت یعنی چپ رہنے میں یہ پڑھتا ہوں۔

۲۶۰۔ حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابوسعید دونوں سے روایت ہے۔ دونوں کہتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے کہ جس شخص نے جمعہ کے دن غسل کیا اور مسواک کی اور اگر ہو تو خوشبو لگائی اور اچھے کپڑے پہنے پھر مسجد میں آیا اور لوگوں کی گردنیں نہیں پھلانگیں پھر جو اسے توفیق ہوئی نماز پڑھی پھر جب امام خطبہ کے لیے آیا تو خاموش ہو گیا حتی کہ جمعہ کی نماز ہو گئی تو اس کے پچھلے جمعہ تک کے یعنی ایک ہفتہ کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ تین دن زیادہ کے بھی گناہ معاف ہو جاتے ہیں کیونکہ ہر نیکی دس گناہ بڑھ جاتی ہے۔

(امام بیہقی نے یہ حدیث اس لیے بیان فرمائی ہے کہ اس میں وہی لفظ لغت ہے جو قرآن کی آیت میں ہے۔)

۱۰۳ ۲۶۱۔ ابوایوب انصاری سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ جس شخص نے جمعہ کے دن غسل کیا اور اگر ہو تو خوشبو بھی لگائی۔ اور اچھے کپڑے پہنے اور مسجد میں آ گیا اور کچھ نفل وغیرہ بھی پڑھے نہ اس نے، اپنے کسی ساتھی کو دکھ دیا۔ پھر جب امام خطبہ کیلئے آیا تو خاموش ہو گیا یہاں تک کہ نماز پڑھ لی تو اس کے سابقہ جمعہ تک کے گناہوں کا کفارہ ہو گیا۔

۲۶۲۔ اسی طرح حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث وارد ہے۔ اور اس کے علاوہ بھی۔

بعض روایات میں لفظ ثم ینصت حتیٰ یقضی الامام صلوتہ بھی آیا ہے۔ (جبکہ

سابقہ روایات میں لفظ انصت آیا ہے۔ اور اس روایت میں امام کے نماز پورا کرنے کا ذکر ہے جبکہ دوسری روایات میں اس کے اپنی نماز پورا کرنے کا ذکر ہے)

پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان روایات میں نمازی کو خطبہ شروع ہونے سے لے کر نماز ختم ہونے تک خاموش رہنے کا یہ ثواب ارشاد فرمایا ہے حالانکہ یہ حقیقت ہے کہ اس سے مراد یہ نہیں ہے کہ نماز میں تکبیرات نہ کہے اور رکوع و سجود میں تسبیحات نہ پڑھے اور التحیات و تشہد کی حالت میں دعائیں وغیرہ نہ پڑھے یا نماز ختم کرنے کے لیے سلام نہ کہے۔ بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ لوگ آپس میں باتیں نہ کریں حتیٰ کہ امام نماز سے فارغ ہو جائے بالکل اسی طرح سورہ فاتحہ سے بھی خاموشی کا حکم نہیں ہے۔ بلکہ دل میں پڑھنا انصات کے منافی نہیں اور اس میں زیر درست دلیل ہے کہ انصات اونچی کلام کرنے اور آپس میں باتیں کرنے سے روکتا ہے۔ نہ کہ دل میں پڑھنے اور ذکر اذکار کرنے سے روکتا ہے۔

۲۶۳۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حدیث مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ سنت یہ ہے کہ امام ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ بھی پڑھے اور دل میں سورۃ بھی پڑھے
اور مقتدی بھی چپ رہیں اور دل میں پڑھیں اور امام پچھلی دونوں رکعتوں میں صرف ۱۰۴
سورہ فاتحہ پڑھے ہر رکعت میں اور بخشش مانگے اور اللہ کو یاد کرے اور اسی طرح عصر میں بھی کرے۔

(امام بیہقی فرماتے ہیں) کہ حضرت علی کا قول وینصتون من خلفہ ویقرؤون فی انفسھم اس بات کی دلیل ہے کہ انصات ترک جہر کو کہتے ہیں کہ دل میں پڑھے اونچی آواز سے نہ پڑھے اس کا یہ معنی نہیں کہ دل میں پڑھنا عیب ہے چنانچہ اسی لیے بعض نے عیب سمجھتے ہوئے امام کے چپ رہنے میں پڑھنا اور امام کے پڑھنے میں چپ رہنا (یعنی سکتات میں پڑھنا) پسند کیا ہے تاکہ انصات کا حکم بھی پورا ہو جائے اور قرآن اور حدیث دونوں پر عمل بھی ہو جائے۔ حالانکہ سکتات اتنے کم ہوتے ہیں کہ ان میں پڑھے جانے کا امکان ہے بھی اور نہیں بھی۔

باقی رہا تعارض دونوں حدیثوں میں ایک جس میں حکم ہے دونوں سکتات میں پڑھو اور دوسری یہ کہ دوسری رکعت کے قیام میں قراءت کرو اور چپ نہ کھڑے رہو حالانکہ حدیث بین التکبیر والفاتحہ اور حدیث سکتتین ثابت شدہ ہے اور اس سے ہی دلیل لی ان لوگوں نے جو کہتے ہیں کہ امام کے پیچھے امام کی قراءت کے وقت قراءت نہیں کرنی چاہیئے اور چپ ہونے کے وقت قراءت کرنا چاہیئے اور ہم نے اسی کتاب میں ان صحابہ اور تابعین وغیرہ کا نام بھی بیان کر دیتے ہیں۔ اس صورت میں بھی وہ سورہ فاتحہ پڑھنا ضروری سمجھتے ہیں اگر پہلے سکتہ میں پوری نہ پڑھی جائے تو دوسرے سکتہ میں پوری کر لی جائے اور ممکن بھی ہے کہ اس طرح پڑھنے والا سورۃ فاتحہ پڑھ سکے۔ اور اگر پھر بھی نہ پڑھ سکے یعنی دونوں سکتوں میں بھی سورۃ فاتحہ پوری نہ سکے تو اسے چاہیئے کہ امام کے ساتھ ساتھ ہی دل میں سورہ فاتحہ پڑھتا جائے چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبادہ بن صامت وغیرہ کی احادیث میں ارشاد فرمایا ہے۔ ہم ان صحابہ کے نام بھی بیان کر چکے ہیں۔ اس طرح سورہ فاتحہ دل میں پڑھنے والا امام کی قراءت کے استماع اور انصات سے باہر نہیں نکل جاتا جیسا کہ ہم نے دلائل سے ثابت کر دیا ہے۔

ایک سکتہ تکبیر اولی اور قراءت کے درمیان کرنے کی روایات ہم بیان کر چکے ہیں اب دو سکتوں کی روایات بھی سن لیجئے۔

۲۶۴۔ حضرت سمرہ جب تکبیر کہتے اس وقت بھی تھوڑا ٹھہرتے اور جب سورۃ سے فارغ ہوتے اس وقت بھی تھوڑا ٹھہرتے۔ حضرت عمران بن حصین نے اسے صحیح نہ سمجھتے ہوئے ابی بن کعب کی طرف حضرت سمرہ کی شکایت لکھی تو انہوں نے جواب دیا کہ سمرہ درست کرتا ہے۔

۲۶۵۔ ہشیم بن بشیر نے یونس بن عبید سے حدیث بیان کی ہے کہ جب ولا الضالین پڑھتے تو تھوڑی دیر ٹھہر جاتے۔ تب انہوں نے ابی بن کعب کی خدمت میں شکایت لکھی تو انہوں نے عرض کیا کہ سمرہ درست کرتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم

اسی طرح ہے۔

۲۶۶۔ عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے روایت ہے۔ کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے اس وقت قراءت کرتے جب آپ خاموش ہوتے اور جب آپ قراءت شروع کرتے تو اس وقت وہ چپ ہو جاتے پھر جب آپ چپ ہوتے تو وہ قراءت شروع کر دیتے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ جس نماز میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی جائے وہ برباد ہے۔

۲۶۷: نیز ابن خزیمہ نے بھی اسی سند سے ایک حدیث بیان کی ہے۔

اور ابن خزیمہ نے ایک اور حدیث حضرت ابوہریرہ سے بیان کی ہے کہ امام کے سکتات میں پڑھتے جاؤ جس کے آخر کے الفاظ ہیں کہ ہر وہ نماز جس میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی جائے وہ برباد ہی برباد ہے۔

کسی نے حضرت ابوسلمہ سے بھی پوچھا کہ امام قراءت کرے تو پھر کیا کروں تو انہوں نے فرمایا کہ امام قراءت میں دو دفعہ رکتا ہے۔ ان کو غنیمت جان کر اس میں پڑھ لو پہلی مرتبہ تکبیر کے بعد سورہ فاتحہ سے پہلے امام رکتا ہے اور دوسری مرتبہ سورہ

۱۰۶ فاتحہ کے بعد امام رکتا ہے۔ یہ ساری گفتگو ابوسلمہ نے اپنے استاد ابوہریرہ کی ، ۱۰۶

موجودگی میں کی لیکن حضرت ابوہریرہ نے انکار نہیں کیا اور یہ تو یقینی طور ثابت ہے کہ حضرت ابوہریرہ امام کے پیچھے قراءت کرنے کو ضروری سمجھتے تھے۔ جیسا کہ پیچھے روایات میں گذر چکا ہے۔

۲۶۸۔ امام احمد بیہقی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ تمام روایات باسند پیچھے گذر چکی ہیں۔ نیز سعید بن جبیر کی حدیث بھی گذر چکی ہے جس میں ارشاد ہے کسی نے ان سے قراءت خلف الامام کے متعلق پوچھا تو انہوں نے جواب دیا کہ آج لوگوں نے ایسے نئے نئے طریقے اختیار کر لیے ہیں جو علمائے سلف نہیں کرتے تھے اس وقت طریق یہ تھا کہ امام تکبیر کے بعد اتنی دیر ٹھہرتا کہ اسے یقین ہو جاتا کہ مقتدیوں نے سورہ فاتحہ پڑھ لی ہے کیونکہ خواہ تو امام کی قراءت سن سکے یا نہ سن سکے سورہ فاتحہ

کے بغیر نماز ہی نہیں ہوتی۔

۲۶۹۔ امام بخاری بیان کرتے ہیں کہ ہشام بن عروہ اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ بیٹا امام کی خاموشی میں پڑھتا جا اور اس کی قراءت میں چپ رہ اور وہ نماز ہی پوری نہیں ہوتی جس میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی جائے یا پھر کچھ زیادہ بھی خواہ فرض نماز ہو یا نفل نماز ہو۔ اس کی سند بھی پیچھے گذر چکی ہے۔

۲۷۰۔ امام بخاری ہی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عطا فرماتے ہیں امام کی جہری نمازوں میں قراءت سے پہلے پہلے جلدی سے سورہ فاتحہ پڑھ لیا کر یا پھر جب بعد میں چپ رہے اس وقت پڑھ لیا کر اور جب امام قراءت کرنے لگے تو تو خاموش ہو جا۔

۲۷۱۔ ابن خزیمہ نے بھی اسی طرح کی ایک روایت بیان کی ہے۔

اس حدیث کا بیان جس میں امام کی قراءت کے وقت چپ رہنے کا حکم دیا ہے اور ان لوگوں نے بھی اس کو بطور دلیل بیان کیا ہے جو شافعی کے قدیم قول کی طرف گئے ہیں

۲۷۲۔ ابوموسیٰ سے روایت ہے کہ جب امام تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب امام قراءت کرے تو چپ رہو۔ (اس کا جواب مندرجہ ذیل ہے) ۱۰

اس حدیث کو امام مسلم نے اپنی صحیح میں سعید[1] بن منصور اور قتیبہ[2] بن سعید اور ابو کامل[3] اور محمد[4] بن عبدالملک عن ابی عوانہ اور ابوبکر[5] بن ابی شیبہ عن ابی اسامہ عن سعید بن ابی عروبہ اور ابو غسان[6] مسمعی عن معاذ بن ہشام عن ابیہ کلہم عن قتادہ بیان کیا ہے لیکن کسی حدیث میں بھی واذا قرأ فانصتوا کا لفظ نہیں ہے دیکھو یا کہ چھ سندوں میں یہ لفظ نہیں ہے۔

پھر اس حدیث کو اسحاق بن ابراہیم عن جریر عن سلیمان عن قتادہ سے بیان کیا ہے پھر اس کے بعد یہ فرمایا کہ جریر عن سلیمان عن قتادہ کی روایت میں اذاء فانصتوا

کے لفظ زیادہ ہیں۔ حالانکہ دوسری کسی سند میں یہ لفظ نہیں آتے۔

پھر اس حدیث کو اسحاق بن ابراہیم سے اور ابن ابی عمر عن عبدالرزاق عن معمر عن قتادہ سے بھی بیان کیا ہے اس میں بھی یہ زیادتی نہیں ہے۔

۸۔ ۲۷۳۔ پھر امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کی اسناد بیان کرنا شروع کی ہیں) حدیث ابو عوانۃ عن قتادہ اور حدیث ابن ابی عروبہ (کی دو سندیں) اور حدیث ہشام دستوائی کی اور حدیث معمر بن راشد کی تمام نے قتادہ کے واسطہ سے ابو موسیٰ کی روایت بیان کی ہے کہ حضرت ابو موسیٰ نے صحابہ کو نماز پڑھائی تو جب بیٹھے تو کسی ایک شخص نے کہا اقرت الصلوٰۃ بالبر والزکوۃ حضرت ابو موسیٰ جب نماز سے فارغ ہوئے تو پوچھا یہ الفاظ کس نے کہے تھے لوگ خاموش رہے حضرت ابو موسیٰ نے تین مرتبہ پوچھا پھر کہا کہ اے حطان شاید کہ تو نے یہ کہے ہیں میں نے جواب دیا کہ میں نے یہ الفاظ نہیں کہے ہیں ڈر اکہ آپ کہیں ناراض نہ ہونے لگیں کہ اتنے میں ایک شخص نے کہا کہ میں نے یہ الفاظ کہے تھے لیکن میں نے اپنے خیال میں کوئی برے لفظ تو نہیں کہے۔ تب ابو موسیٰ نے کہا تم جانتے نہیں کہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطبہ دیا پس ہمیں نماز سکھلائی اور اس کا طریقہ بیان فرما دیا۔ پس آپ نے فرمایا کہ جب نماز کے لیے کھڑے ہو تو اپنی صفیں سیدھی کرو اور کوئی ایک تم سے ۔۔۔۔۔ امامت کرائے جب امام اللہ اکبر کہے تم بھی اللہ اکبر کہو جب امام غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو اللہ تم سے محبت کرے گا۔ پھر جب امام تکبیر کہے اور رکوع کرے تو تم بھی تکبیر اور رکوع کرو پس امام تم سے پہلے رکوع کرے گا اور تم سے پہلے ہی رکوع سے اٹھے گا تو تمہارا فاصلہ بھی اس کے مطابق ہوتا جائے گا پھر جب امام سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم کہو ربنا لک الحمد اللہ نے تمہاری بات کو سن لیا۔۔۔۔۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کی زبان سے سمع اللہ لمن حمدہ کہلوایا ہے پھر جب تکبیر کہے اور سجدہ کرے تو تم بھی تکبیر کہو اور سجدہ کرو کیونکہ امام تم سے پہلے سجدہ کرے گا اور پہلے ہی سجدہ سے

اٹھے گا۔ حضرت نے فرمایا کہ اس طرح تمہارا فاصلہ بھی اس کے برابر ہو جائے گا پھر جب تم بیٹھو تو سب سے پہلے یہ الفاظ کہو التحیات الطیبات الصلوات لله السلام علیك ایها النبی ورحمة الله السلام علینا وعلی عباد الله الصالحین اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمدا عبده ورسوله۔

یہ الفاظ ابو عروبہ کی روایت کے ہیں۔ اسی طرح یزید بن زریع اور اسمعیل بن علیہ اور عبدہ بن سلیمان اور ابو اسامہ حماد بن اسامہ اور روح بن عبادہ قیسی اور مروان بن معاویہ فزاری اور عبادہ بن عوام اور شعیب بن اسحاق اور عبداللہ بن شوذب اور عثمان بن مطہران سب نے سعید بن ابی عروبہ عن قتادہ سے بیان کیا ہے لیکن اذا قرأ فانصتوا کسی نے بھی بیان نہیں کیا ہے۔ ۱۰۹

پھر ابن ابی عروبہ کے ساتھ ہشام دستوائی نے بھی اور معمر نے بھی اور ابو عوانہ ہمام بن یحییٰ نے بھی اور حماد بن سلمہ نے بھی اور ابان بن یزید نے بھی اور حجاج بن حجاج باہلی وغیرہم نے بھی قتادہ سے بیان کیا ہے لیکن ان میں سے کسی نے اذا قرأ فانصتوا ذکر نہیں کیا۔

صرف سالم بن نوح عن عمر بن عامر وسعید بن ابی عروبہ عن قتادہ کی سند سے یہ الفاظ ہیں اذا کبر فکبروا واذا قرا فانصتوا۔ اس حدیث میں یہ زیادتی سلیمان تیمی کا وہم ہے پھر سالم بن نوح نے بھی اسی طرح وہم کے ساتھ ہی اس کو بیان کر دیا ہے۔

چنانچہ امام ابو داؤد فرماتے ہیں اذا قرأ فانصتوا لیس بشیٔ کہ ان الفاظ کی کوئی وقعت نہیں۔

حافظ علی حسین بن علی کہتے ہیں کہ سلیمان تیمی نے ابو قتادہ کے تمام شاگردوں کی مخالفت کی ہے میرے نزدیک یہ ان کا وہم ہے اور صحیح حدیث وہ ہے جو قتادہ سے ہشام دستوائی اور ہمام اور سعید بن ابی عروبہ اور معمر بن راشد اور ابو عوانہ اور حجاج بن حجاج سے الفاظ بیان کیے ہیں وہ محفوظ ہیں۔

ابو علی کہتے ہیں کہ سالم بن نوح نے عمر بن عامر کی روایت میں اسی طرح غلطی کھائی ہے جیسے ابن ابی عروبہ کی حدیث میں اسکو غلطی لگی ہے۔ کیونکہ سعید کی حدیث جیسے یحیی ابن سعید اور یزید بن زریع اور اسمعیل بن علیہ اور ابن ابی عدی نے روایت کیا ہے ان کے مقابلہ میں سالم بن نوح کی کوئی وقعت نہیں ہے۔

حافظ علی بن عمر کہتے ہیں کہ سالم بن نوح لیس بالقوی یعنی سالم بن نوح ثقہ راوی نہیں ہے۔ کیونکہ تیمی کی حدیث میں اسنے ہشام، سعید، شعبہ، ہمام، ابو عوانہ، ابان، عدی سب کی مخالفت کی ہے۔ کیونکہ سب نے قتادہ سے روایت کی ہے اور کسی نے بھی اذا قرأ فانصتوا نہیں کہا۔ حالانکہ وہ حضرت قتادہ کے بہت بڑے حفاظ شاگرد ہیں۔

۱۱۰ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابوبکر محمد بن اسحاق بن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ دونوں نے اس حدیث میں زیادتی کو غلط کہا ہے۔

۲۷۴۔ یہ الفاظ ایک اور روایت میں محمد بن عجلان سے بھی منقول ہیں چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امام اس لیے بنایا گیا ہے کہ اس کی اقتدا کی جائے جب وہ اللہ اکبر کہے تم بھی اللہ اکبر کہو جب وہ قراءت کرے تو تم چپ رہو۔

یہ روایت ابو خالد احمر سے مشہور ہے اس نے ابن عجلان سے روایت کیا ہے۔

امام بخاری فرماتے کہ یہ ابو خالد کی صحیح احادیث میں سے نہیں ہے امام احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ وہ مدلس راوی ہے یحیی بن معین کہتے ہیں کہ آدمی تو سچا ہے لیکن اس لائق نہیں کہ اس کی بات بطور دلیل پیش ہو سکے۔

امام بیہقی فرماتے ہیں کہ کبھی یہ روایت حسان بن ابراہیم کرمانی اور اسمعیل بن ابان غنوی عن محمد بن عجلان سے آتی ہے اور اسمعیل ضعیف ہے حسان بن ابراہیم کی احادیث میں بعض منکر چیزیں بھی آجاتی ہیں۔

۲۷۵۔ یحیی بن معین کہتے ہیں کہ ابن عجلان کی حدیث کے الفاظ اذا قرأ فانصتوا کی کچھ وقعت نہیں۔

امام احمد بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس روایت کو یحییٰ بن علا رازی نے زید بن اسلم سے بھی بیان کیا ہے حالانکہ یحییٰ بن علا متروک ہے اس پر یحییٰ بن معین وغیرہ اہل علم علمائے حدیث نے جرح کی ہے۔

نیز ایک نہایت ضعیف سند سے اس کی متابعت بیان کی جاتی ہے جو عمر بن ہارون عن خارجہ عن زید بن اسلم سے بیان کی جاتی ہے لیکن ثقہ روایات کے مقابلہ میں ایسی متابعت کوئی مقام نہیں رکھتی۔

۲۷۶۔ ابن ابی حاتم کہتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ سے سنا کہ ابوخالد احمر عن ابن عجلان کی روایت کے روایت کے الفاظ (واذا قرأ فانصتوا) ابن عجلان کی اپنی ملاوٹ ہے۔ یہ کلمہ غیر محفوظ ہے۔

اس کو خارجہ بن مصعب نے بھی بیان کیا ہے لیکن وہ بھی قوی نہیں ہے

۲۷۷۔ ابن عجلان کے واسطے سے ابوہریرہ سے ایک اور روایت بھی مروی ہے کہ آنحضرت نے فرمایا ہے جب امام قراءت کرے تو تم چپ رہو۔

لیکن یہ بھی باطل ہے اور غلط روایت ہے کیونکہ اس کی سند میں جو ابوسعید صغانی ہے اس نے ابن عجلان کے اوپر سند میں تبدیلی کر دی ہے اور متن میں اضافہ کر دیا ہے اور جن ثقات نے ابن عجلان سے روایت کی ہے یہ روایت ان کے مخالف ہے ابوسعد پر یحییٰ بن معین وغیرہ حفاظ نے جرح کی ہے۔

۲۷۸۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں عبداللہ یعنی ابن یوسف نے لیث سے اس نے ابن عجلان سے اس نے ابوزناد سے اس نے اعرج سے اس نے ابوہریرہ سے (دوسری سند میں) ابن عجلان سے اس نے ابوہریرہ سے (تیسری سند میں) ابن عجلان نے مصعب بن محمد سے اور قعقاع سے بھی اور زید بن اسلم سے بھی ابوصالح سے اس نے ابوہریرہ سے انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے

اچھی سندیں، بکر بن مضر نے ابن عجلان سے اس نے ابوالزناد سے اس نے اعرج سے اس نے ابوہریرہ سے انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی حدیث بیان کی ہے لیکن ان میں سے کسی نے اذا قرأ فانصتوا ذکر نہیں کیا۔

۲۷۹- امام بخاری فرماتے ہیں کہ سہیل بن ابوصالح نے اپنے باپ سے انہوں نے ابوہریرہؓ سے انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لیکن اس روایت میں بھی یہ الفاظ نہیں جو ابوخالد نے ابن عجلان سے زیادہ بیان کیے ہیں اسی طرح ابوسلمہ، ہمام، ابویونس اور اور بھی لوگوں نے ابوہریرہ سے روایت کی ہے لیکن کسی نے بھی ابوخالد کی زیادتی کی متابعت نہیں کی ہے۔

۲۸۰- امام بخاری فرماتے ہیں کہ ابوسائب کو حضرت ابوہریرہ نے فرمایا تھا کہ اے فارسی اپنے دل میں پڑھتا جا۔ (یعنی حضرت ابوہریرہ کا مذہب ہے سورہ فاتحہ ضرور پڑھ لینی چاہیے خواہ امام جہر سے قراءت کیوں نہ کرتا ہو)

امام بخاری فرماتے ہیں کہ اگر اوپر کی روایت کو صحیح مان بھی لیا جائے تو اچونکہ حضرت ابوہریرہ کا مذہب بالکل ظاہر ہے اس لیے تسلیم کرنا پڑے گا کہ انہوں نے سورۃ فاتحہ کے علاوہ قراءت کے متعلق اذا قرأ فانصتوا فرمایا ہوگا یا پھر یہ کہ امام کے سکوت میں قراءت کی جائے باقی رہا سورہ فاتحہ کے چھوڑ دینے کا مسئلہ تو یہ اس روایت سے قطعاً ثابت نہیں ہوتا۔

امام بخاری فرماتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ سے واقعی یہ بھی ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قراءت اور تکبیر کے درمیان خاموش رہتے۔

امام بیہقی فرماتے ہیں کہ سمرہ کی حدیث میں بھی آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قراءت سے پہلے بھی اور بعد بھی کچھ دیر خاموش رہتے تھے۔

۲۸۱- امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جب کوئی سورہ فاتحہ امام کے چپ کرنے میں پڑھے تو ابوخالد کی حدیث کی مخالفت ویسے ہی ختم ہو جاتی ہے کیونکہ وہ تو امام کے سکتات میں پڑھتا ہے اور امام کے پڑھنے میں چپ کر جاتا ہے۔

ابوبکر محمد بن اسحاق ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ الفاظ واذا قرأ فانصتوا راوی کا وہم ہے۔ کیونکہ امام لیث بن مسعود جو مصر کے معروف ومشہور عالم اور اپنے زمانہ کے متفق علیہ فقیہ ومحدث، صاحب حفظ واتقان اور صاحب کتاب ہیں نے بھی ابن عجلان کی روایت ذکر فرمائی ہے اور اس روایت کا تذکرہ کیا ہے جس کو بخاری نے روایت کیا ہے اور ان میں سے کسی میں بھی اذا قرأ فانصتوا کے لفظ نہیں ہیں

۲۸۲۔ پھر ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ محمد بن یحییٰ ذہلی نے فرمایا لیث کی حدیث ابوخالد عن ابن عجلان کی حدیث سے از روئے متن کے بہت زیادہ صحیح ہے۔ اور اس واقعہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ اذا قرأ فانصتوا محفوظ نہیں ہیں۔ کیونکہ صحیح متواتر روایات جو ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ثابت ہیں ان میں یہ الفاظ نہیں ہیں صرف ابوخالد اور ان لوگوں کی روایت کے الفاظ ہیں جو اہل حدیث کے نزدیک کچھ وقعت نہیں رکھتے۔

پھر ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو محمد بن عمر عن ابی سلمہ عن ابی ہریرہ سے بیان کیا ہے اور اعمش عن ابی صالح عن ابی ہریرۃ سے بھی بیان کیا ہے اور سہیل بن ابی صالح عن ابی ہریرۃ سے بھی بیان کیا ہے لیکن اس میں ان الفاظ کی زیادتی نہیں ہے۔

نیز صحیح ابن خزیمہ میں اعمش عن ابی صالح عن ابی ہریرہ کی حدیث اور سہیل بن ابی صالح عن ابیہ عن ابی ہریرۃ کی حدیث اور ابوالزناد عن الاعرج عن ابی ہریرۃ کی حدیث اور ہمام بن منبہ اور ابوعلقمہ ہاشمی اور ابویونس مولی ابوہریرہ کلھم عن ابی ہریرہ کی حدیثیں بھی ہیں لیکن ان میں بھی یہ الفاظ اذا قرأ فانصتوا نہیں ہیں۔ ۱۱۳

نیز صحیح میں ہشام بن عروہ عن ابیہ عائشہ کی حدیث میں بھی اور ابوالزبیر عن جابر میں ان الفاظ کی زیادتی نہیں ہے۔

نیز صحیح میں یہ حدیث مالک بن انس اور معمر بن راشد اور لیث بن سعد اور یونس بن یزید اور سفیان عیینہ عن الزہری عن انس سے بھی ہے لیکن اس میں بھی یہ الفاظ

زیادہ نہیں ہیں۔

نیز اس کو محمد بن عبد الرحمن طفاوی عن ایوب عن الزہری عن انس نے بھی ان الفاظ کے بغیر ہی روایت کیا ہے صرف حسن بن علی معمری نے غلطی کی ہے اور اس قسم کی غلطیاں اس کی افراد میں پائی جاتی ہیں۔

۲۸۳۔ چنانچہ حسن بن علی معمری کے واسطہ سے حضرت انس کی روایت جس کے الفاظ اذا قرأ الامام فانصتوا ہیں۔

۲۸۴۔ ابو سعد مالینی کہتے ہیں کہ معمری نے ابواشعث عن الطفاوی بیان کیا ہے اس نے اذا قرأ فانصتوا کے الفاظ زیادہ کر دیے ہیں۔ اسی وجہ سے لوگوں نے اس پر بہت جرح کی ہے۔

ابو احمد کہتے ہیں ہمیں حافظ عبدان ہوازی نے جب معمری کے الفاظ کی زیادتی کے متعلق (برائے تحقیق) لکھ کر بھیجا تو انہوں نے جواباً لکھا کہ محمد بن بکار اور اسمٰعیل بن سیف اور ابواشعث تینوں نے ہم سے حدیث بیان کی ہے لیکن ان تینوں کی روایت میں اذا قرأ فانصتوا والی زیادتی نہیں ہے۔

۲۸۵۔ امام بیہقی فرماتے ہیں کہ حضرت انس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ گھوڑے کے کودنے کی وجہ سے اپنی سواری کے گھوڑے سے گرے اور آپ کے پاؤں کو چوٹ آئی تو اصحاب آپ کی تیمارداری کو گئے اتنے میں نماز کا وقت ہو گیا تو آپ نے نماز پڑھائی بیٹھ کر اور صحابہ کھڑے تھے پس ان کو اشارہ کر کے بٹھا دیا۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ امام اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی طاعت کی جائے جب اللہ اکبر کہے تم بھی اللہ اکبر کہو اور جب وہ قراءت کرے تو تم خاموش رہو اور حدیث ذکر کی۔

اس حدیث کی سند میں سلیمان بن ارقم منفرد ہے اور وہ متروک ہے اس پر امام احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین دونوں نے جرح کی ہے۔

ابو سعد مالینی نے امام بخاری سے بھی نقل کیا ہے کہ یہ متروک ہے۔

۲۸۶۔ بعض لوگوں نے حضرت عمر فاروق سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن ظہر کی نماز پڑھائی۔ آپ کے پیچھے ایک آدمی نے دل میں قراءت کی نماز کے بعد آپ نے پوچھا کہ کیا میرے پیچھے تم میں سے کسی نے قراءت کی ہے ؟ ایک آدمی نے کہا کہ ہاں میں نے سبح اسم ربك الاعلیٰ پڑھی ہے آپ نے فرمایا کہ میں کہتا تھا میرے ساتھ قرآن میں کون منازعت کر رہا تھا کیا تمہیں امام کی قراءت کافی نہیں ہے امام اس لیے مقرر کیا گیا ہے کہ اس کی اقتدا کی جائے جب وہ قراءت کرے تو تم چپ رہو۔

یہ حدیث عمران بن حصین کی حدیث کے مخالف ہے ۔ عمران کی حدیث میں اسی واقعہ میں فی نفسہ (یعنی دل میں پڑھ) کا لفظ نہیں ہے اس میں الفاظ یہ ہیں کہ میں نے سبح اسم ربك الاعلیٰ پڑھی لیکن عمران کی حدیث میں ہے کہ حضرت نے پوچھا کہ سبح اسم ربك الاعلیٰ کس نے پڑھی تھی (کیونکہ اس نے اونچی آواز سے پڑھی تھی) اس بات پر دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی آواز سنکر یہ فرمایا تھا۔ نیز آپ نے پھر یہ بھی فرمایا کہ تم نے میری قراءت کو خلط ملط کر دیا اگر وہ آدمی اونچی آواز سے نہ پڑھتا تو آنحضرت سے مخالجت اور منازعت نہ ہوتی۔

نیز الفاظ عبد المنعم والی حدیث (جو کہ اوپر گذر چکی ہے) میں جو زیادہ ہیں وہ عمران کی حدیث میں نہیں ہیں ۔ حالانکہ حافظ ابو احمد بن عدی نے عبد المنعم کا تذکرہ اپنی کتاب الضعفاء میں کیا کہ یہ منکر روایتیں بیان کرتا ہے اور اس کی متابعت بھی کسی نے نہیں کی۔ ۱۱۵

اس روایت کا دوسرا راوی عبد الرحمن بن زید بن اسلم وہ بھی مشہور ضعیف راویوں میں سے ہے پر نقادان فن ۔۔۔۔ امام مالک رحمتہ اللہ علیہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اور اس کے بعد والے علماء اہل حدیث نے جرح کی ہے ۔

۲۸۷۔ نیز اسی زید بن اسلم کے واسطہ سے اس کے مخالف روایت بھی نقل ہے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آیت واذا قرئ القرآن اس وقت نازل

ہوئی کہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے اونچی آواز نکال لیتے تھے۔

۲۸۸۔ نیز عبد العزیز بن محمد زید بن اسلم سے صحیح روایت مروی ہے کہ جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہو اس کے لیے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَاذْكُرْ رَبَّكَ فِي نَفْسِكَ یعنی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اپنے رب کو یاد بھی اور خاموش بھی رہ (یعنی اونچی آواز سے نہ پڑھ) اپنے دل میں یاد کر۔ گویا کہ اس حدیث میں حکم دیا ہے اونچی آواز نہ نکال اور اونچی آواز سے چپ رہ اور اپنے دل میں اللہ تعالےٰ کو یاد کرتا رہ۔

۲۸۹۔ امام بیہقی فرماتے ہیں کہ ہم بیان کر چکے ہیں کہ دونوں روایات میں تطبیق ممکن ہے کہ قراءت اونچی آواز سے نہ کرے تو امام کے لیے خاموشی کے حکم میں رہا اور دل میں آہستہ آواز سے پڑھتا بھی رہا۔ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قراءت اور تکبیر کے درمیان خاموش رہ کر آہستہ آواز سے دعا پڑھتے رہتے اس حالت میں کہ زبان تو پڑھ رہی ہے لیکن آواز اونچی نہیں نکال رہے بلکہ دل میں پڑھ رہے ہیں۔

امام بیہقی فرماتے ہیں کہ میں نے بعض لوگوں کو دیکھا ہے کہ زید بن اسلم کے قول کو پورا بیان نہیں کرتے بلکہ ان کی عادت ہے کہ اپنے مطلب کا حصہ بیان کر دیتے ہیں باقی نہیں کرتے تاکہ پڑھنے والا وہم میں پڑ جائے کہ کتنی زبردست دلیل بیان ہو رہی ہے حالانکہ وہ یہ نہیں سوچتا کہ اللہ تعالےٰ جو بھیدوں کو جاننے والا ہے اس کی اس حرکت کو بھی دیکھ رہا ہے اور اگر کوئی عالم شخص اس کو پڑھتا ہے تو وہ اس کی بددیانتی کو جان لیتا ہے اللہ تعالےٰ ہم کو ایسی حرکات سے محفوظ رکھے۔

۲۹۰۔ بعض لوگ مغیرہ بن مسلم کی روایت کو بھی بطور دلیل پیش کرتے ہیں کہ حضرت عثمان نے امیر معاویہ کو لکھا کہ جب نماز میں کھڑے ہو تو سنو اور خاموش رہو کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ فرماتے تھے

۱۱۶ کہ نہ سننے والے اور خاموش رہنے والے کو بھی سن کر خاموش رہنے والے کے برابر اجر ملتا ہے۔

۲۹۱۔ ایک اور روایت کے الفاظ ہیں کہ (نماز میں) آنے والوں کو حکم دے کہ اپنی صفوں کو سیدھا رکھیں اور اپنے کندھوں کو برابر رکھیں اور خاموش رہیں اور سنیں حالانکہ یہ حدیث بالکل منقطع ہے اور اس کے راوی اس لائق ہی نہیں کہ ان کی بات کو بطور دلیل بیان کیا جائے۔

۲۹۲۔ حالانکہ صحیح روایت جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ خطبہ کے لیے ہے اور وہ بھی موقوف ہے۔ چنانچہ حضرت عثمان قریباً ہر خطبہ میں ارشاد فرماتے کہ جب امام خطبہ کے لیے جمعہ کے دن کھڑا ہو تو تم سنو اور خاموش رہو کیونکہ نہ سن کر خاموش رہنے والوں کو بھی اتنا ہی اجر ملتا ہے جتنا نہ سن کر خاموش رہنے والے کو ملتا ہے پھر جب نماز کھڑی ہو تو صفوں کو سیدھا کیا کرو اور کندھوں کو برابر کیا کرو کیونکہ صفوں کا سیدھا کرنا بھی نماز کی تکمیل میں سے ہے اور ساری حدیث بیان کی۔

۲۹۳۔ ایک اور سند سے ہے کہ جب امام جمعہ کے دن خطبہ کے لیے کھڑا ہو تو اس وقت سنو اور خاموش رہو کیونکہ خاموش رہنے والا جو سن نہیں رہا اجر میں اس کے برابر ہے جو خاموش ہے اور سن رہا ہے گویا کہ یہ الفاظ خطبہ میں باتیں کرنے سے روکنے کے لیے فرمائے۔

زیادتِ ثقہ میں فیصلہ کُن بات

علامہ ابن خزیمہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی روایت میں کسی راوی نے کوئی لفظ اپنی طرف سے زیادہ کر دیا ہو تو اس معاملہ میں فیصلہ کن بات یہ ہے کہ ہم ہر زیادت کو جس کو کسی ثقہ حفاظ میں سے (بطور تشریح) زیادہ کیا ہو رد نہیں کر دیتے بلکہ ہم کہتے ہیں کہ جب رواۃ علم، مہارت اور معرفت حدیث میں برابر کے مرتبہ کے ہوں

تو ایک حافظ عالم حدیث کوئی کلمہ (بطور تبیین) زیادہ کردے تو اس کی زیادتی کو قبول کیا جائے گا لیکن اگر ایک طرف متواتر روایات ہوں جو کہ اہل علم اور عدل و حفظ کے علماء ایک حدیث کو بیان کر رہے ہوں تو دوسری طرف کوئی شخص علم و عدل میں اس مرتبہ کا بھی نہ ہو تو اس کی زیادت کو قبول نہیں کیا جائے گا۔

۱۱۷ امام احمد بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی طرح فرمایا ہے اور امام شافعی نے مسئلہ اعتاق احد الشریکین میں فرمایا ہے کہ امام مالک اور ان کے متابعین نے اس روایت میں زیادت کی ہے الا فقل عتق منہ ما عتق تو یہ زیادت غلط ہے کیونکہ اس کے خلاف جو ہیں وہ حفظ میں بھی بہت زیادہ ہیں یا پھر جو چیز زیادہ کی جا رہی ہے اس کے خلاف بحیثیت عدد راوی زیادہ ہوں تو بھی زیادت نامقبول ہوگی۔

یہ حدیث (اذا قرأ فانصتوا) دونوں وجہوں سے غلط ہے۔ کیونکہ جن روات نے اس لفظ کو بیان نہیں کیا وہ حفظ و اتقان میں زیادہ اور بحیثیت افراد کے بھی زیادہ ہیں اس لیے ان الفاظ کے قبول کرنے میں توقف کیا جائے گا اگرچہ اس میں احتمال یہ بھی ہے کہ یہ حکم سورہ فاتحہ کے علاوہ کے لیے ہو نیز اس قراءت کے لیے ہو جس سے مخالجت و منازعت ہو۔

۲۹۳ ۔ایک اور دلیل ان کی جنہوں نے امام شافعی کے قدیم قول کو قبول کیا ہے۔ (یعنی جہری قراءت میں چپ رہتے ہیں اور سری قراءت میں قراءت کرتے ہیں) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن اونچی قراءت والی نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ میرے ساتھ کسی نے قراءت کی ہے تو ایک شخص نے کہا ہاں اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ نے فرمایا میں کہتا تھا کہ مجھ سے قرآن کو چھینا جا رہا ہے اس کے بعد لوگ نمازوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قراءت کے ساتھ قراءت کرنے سے رک گئے ۔ جب یہ ارشاد سنا۔

۱۱۸ اس حدیث کو مالک بن انس یحیٰی ابن سعید انصاری، یونس بن یزید ایلی، محمد بن ولید

زبیدی، نعمان بن راشد اور معمر بن راشد نے عبدالرزاق کے ذریعہ سے بیان کیا ہے اور یزید بن زریع نے امام زہری کے واسطہ سے بیان کیا ہے۔

لیث بن سعد اور عبدالملک بن عبدالعزیز نے امام زہری کے ذریعہ سے مالی انازع القرآن تک بیان کیا ہے آگے فانتہی الناس زیادہ نہیں کیا۔

۲۹۴۔ حضرت ابوہریرہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں جہر قراءت سے نماز پڑھائی۔ نماز سے فارغ ہو کر آپ نے پوچھا کہ میرے ساتھ ابھی کسی نے قراءت کی ہے۔ صحابہ نے کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا میں کہتا تھا کہ مجھ سے قرآن میں منازعت ہو رہی ہے۔

۲۹۵۔ حضرت ابوہریرہ کی روایت ہے کہ آپ نے جہر قراءت کی ایک نماز پڑھائی۔ سلام کے بعد آپ لوگوں پر متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ تم نے ابھی میرے ساتھ قراءت کی ہے لوگوں نے کہا ہاں آپ نے فرمایا میں نے کہا کہ مجھ سے کوئی قرآن چھین رہا ہے۔

۲۹۶۔ ابوہریرہ کی حدیثیں کہ آپ نے نماز پڑھائی جو غالباً صبح کی نماز تھی اور مالی انازع القرآن تک حدیث بیان کی۔

۱۱۹ حضرت سفیان کہتے ہیں کہ پھر امام زہری نے آہستہ سے بات کی جسے میں نہ سکا چنانچہ میں نے معمر سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ امام زہری نے کہا تھا کہ پھر لوگ رک گئے۔

۲۹۷۔ ابوعلی کہتے ہیں کہ فانتہی الناس امام زہری کا قول ہے۔

۲۹۸۔ امام بخاری کہتے ہیں کہ فانتہی الناس زہری کا قول ہے۔ امام احمد فرماتے ہیں کہ ابن عیینہ عن معمر کی روایت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ یہ کلمہ زہری کے کلام سے ہے۔

اسی طرح حضرت لیث جو بہت بڑے حفاظ میں سے ہیں کہ حدیث دلالت

کرتی ہے کہ مالی انازع القران کے بعد کے الفاظ حدیث نہیں بلکہ امام زہری کا قول ہے اسی طرح امام زہری کا قول اور حدیث علیحدہ علیحدہ ہوگئیں اگرچہ یہ حدیث سنداً بھی درست نہیں ہے۔

۲۹۹۔ حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی جہری نماز میں قراءت کی۔ نماز کے بعد آپ نے متوجہ ہوکر صحابہ کو فرمایا کہ میرے ساتھ ابھی کسی نے قراءت کی ہے صحابہ نے کہا ہاں تو آپ نے فرمایا میں کہہ رہا تھا کہ مجھ سے قراءت میں منازعت کوئی کر رہا ہے۔

امام زہری کہتے ہیں کہ لوگوں نے اس واقعہ سے نصیحت حاصل کی اور جہری، نمازوں میں امام کے پیچھے قراءت کرنے سے رک گئے۔

اسی طرح امام اوزاعی کے تمام شاگردوں نے امام اوزاعی سے نقل کیا کہ یہ اوزاعی سے سند میں غلطی ہوئی جبکہ اس نے کہا کہ میں نے ابن اکیمہ سے سنا وہ سعید بن میسب سے بیان کرتے ہیں پس امام اوزاعی یہ زہری کی بات سمعت ابن اکیمہ بھول گئے اور انہوں نے یہ سمجھا سعید بن مسیب نے کہا ہے کیونکہ زہری نے ابن اکیمہ کی حدیث سنی ابن مسیب کا ذکر کر دیا

۳۰۰۔ سعید بن مسیب کے واسطہ سے جو روایت ہے اس میں یہ الفاظ بھی زیادہ ہیں آپ نے فرمایا کہ جب میں قرآن کو آہستہ آواز سے قراءت کروں تو تم میرے ساتھ قراءت کیا کرو اور جب میں اونچی آواز سے قراءت کروں تو قراءت نہ کیا کرو۔

ابوعلی کہتے ہیں کہ اس روایت میں زکریا نے خطا کی ہے یحیٰی بن کثیر سے بالکل اسکا اصل ثابت نہیں کیونکہ اسکی میں اوزاعی کو غلطی ہوئی اس نے زہری عن سعید بن مسیب عن ابی ہریرہ کہہ دیا کیونکہ دراصل اس نے ابن اکیمہ سے سعید بن مسیب سے بیان کیا ہے اسی طرح زہری نے نقل کیا ہے

حافظ دارقطنی کہتے ہیں کہ اس روایت میں زکریا بن یحیی منفرد ہے اور وہ منکر الحدیث اور متروک ہے کیونکہ ایک اور سند سے اوزاعی عن الزہری میں بھی یہ الفاظ نہیں ہیں۔

۳۰۱۔ عبداللہ بن بحینہ نے حدیث بیان کی اور فانتھی الناس کے الفاظ بیان کرکے ۱۲۱
یعقوب بن سفیان کہتے ہیں کہ اس روایت کے غلط ہونے میں کسی قسم کا شک و شبہ نہیں ہے۔

۳۰۳۔ اور مالک، معمر، ابن عیینہ، لیث بن سعد، یونس بن یزید اور زبیدی سب نے زہری عن ابن اکیمہ عن ابی ہریرہ روایت کیا ہے۔

امام ابن خزیمہ نے فرمایا کہ محمد بن یحییٰ کہتے ہیں کہ اس حدیث کا راوی ابن شہاب کا بھتیجا ہے اس نے حضرتؐ کے دو رکعت سے قیام پر سہو کی حدیث بیان کی اور اس میں غلطی کی۔

امام احمد بیہقی فرماتے ہیں کہ ایک اور سند سے بھی یہ روایت بیان کی جاتی ہے جس میں عمر بن صہبان ہے اور وہ بھی بالکل ضعیف راوی ہے۔ اور جس حدیث کو اہلحدیث کی ایک جماعت نے امام زہری عن ابن اکیمہ عن ابی ہریرہ بیان کیا ہے (ابن اکیمہ کو عمار بھی کہتے ہیں اور عمارہ بھی کہتے ہیں اور یہ مجہول شخص ہے جس سے سوائے زہری کے کسی نے روایت نہیں کی ہے۔

حمیدی کہتے ہیں کہ اس حدیث میں اکیمہ مجہول شخص ہے جس سے کسی اور نے روایت نہیں کی۔

ابن خزیمہ کہتے ہیں کہ ابن اکیمہ غیر معروف شخص ہے ہم نے زہری کے علاوہ کسی سے اس نام کا راوی نہیں سنا اور نہ ہی ہم نے اسلام میں کوئی ایسی حدیث سنی ہے جس کو ابن اکیمہ نے بیان کیا ہو سوائے اسی ایک حدیث کے یا پھر ایک اور حدیث میں ابن اسحاق نے غلطی سے اس کا نام لیا ہے کیونکہ ابو اویس نے وہی روایت ابن اکیمہ کے بغیر بیان کی ہے۔ ۱۲۲

امام احمد بیہقی بیان کرتے ہیں جس میں ابو رہم کے غزوۂ تبوک میں شامل ہونے کا تذکرہ ہے اور ابو اویس نے اس کی مخالفت ..... کی ہے۔

امام احمد بیہقی فرماتے ہیں حضرت ابو ہریرہ سے جبکہ ثابت شدہ حدیث ہے انہوں نے حکم کیا کہ امام کے پیچھے قراءت فاتحہ مت چھوڑو اور ضرور پڑھو اگرچہ امام قراءت ہی کر رہا ہو تو پھر اس مجہول شخص کی روایت کے مقابلہ میں اسے کیسے چھوڑا جا سکتا ہے حالانکہ بشرط قبول اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ اس سے مراد فاتحہ کے بعد کی سورت ہو اور سورۃ فاتحہ کو اس سے مستثنیٰ سمجھتے ہوں کیونکہ آپ حکما فرماتے تھے کہ سورہ فاتحہ ضرور پڑھو اگرچہ امام جہر قراءت ہی

کیوں نہ کر رہا ہو۔

۳۰۳۔ ابوہریرہؓ سے ایک اور روایت بھی کرتے ہیں بشرطیکہ صحیح ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی شخص کو لائق نہیں کہ جب امام اونچی آواز سے قراءت کرتا ہو تو وہ بھی قراءت کرے۔

یہ روایت سخت منکر ہے کیونکہ مجھے آج تک کسی سے بھی اس کی تصدیق نہیں ہو سکی۔ اور اگر بفرض محال تسلیم بھی کر لی جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ امام کی قرآت کے ساتھ سورہ فاتحہ کے علاوہ کی قراءت نہیں کرنی چاہیئے کیونکہ سورہ فاتحہ کا تو دل میں پڑھنے کا حضرت ابوہریرہ نے حکم دیا ہے جو بالکل یقینی طور پر ثابت ہے۔

اس میں دلالت اس بات پر بھی ہوتی ہے کہ جب امام اونچی آواز سے قرأت نہ کرے تو پھر مقتدی کو قراءت کرنی چاہیئے۔ اگرچہ روایت شاذ ہونے کی وجہ سے اس سے دل متنفر ہے اور اس سے دلیل نہیں لینی چاہیئے۔

اقوال

۱۲۳ ۳۰۴۔ حضرت سالم کا قول اپنے باپ سے ہے کہ جب امام جہر قراءت کرے تو وہ تجھے بھی کافی ہے اور ابن عمر کا فعل کہ جب امام جہر سے قراءت کرتا تو وہ خاموش رہتے اور اس کے ساتھ قراءت نہ کرتے۔

۳۰۵۔ ہشام بن عروہ اپنے باپ سے نقل کرتے ہیں کہ وہ جب امام جہر سے قراءت کرتا اس وقت قراءت کرتے تھے۔

۳۰۶۔ نافع کے متعلق ہے کہ جب امام جہر سے قراءت نہ کرتا تو اس وقت وہ قراءت کرتے۔

۳۰۷۔ ابن شہاب کے متعلق بھی اسی طرح روایت ہے۔

امام مالک کہتے ہیں یہ مسلک میرا پسندیدہ ہے۔

قعنبی کہتے ہیں مجھ پر امام مالک نے تمام آثار پڑھے لیکن اس میں ابن شہاب کا اثر نہ تھا۔

لیکن ان آثار میں بھی قراءت خلف الامام سے منع نہیں کیا گیا۔ نیز
۳۰۸۔ ہشام بن عروہ سے یہ اثر بھی نقل ہے کہ وہ اپنے بیٹوں کو امام کے سکتات میں سورہ فاتحہ پڑھنے کا حکم دیتے تھے اور فرماتے کہ سورہ فاتحہ کے بغیر نماز نامکمل رہتی ہے۔
۳۰۹۔ ابن زبیر کا اثر بھی ہے کہ جب امام جہر کرے تو قراءت نہ کر اور آہستہ پڑھے تو قراءت کیا کر۔

باب

۱۲۴

ان روایات کا بیان جن سے وہ لوگ دلیل لیتے ہیں جن کا خیال ہے کہ امام کے پیچھے کسی حالت میں بھی قراءت نہیں کرنی چاہیئے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت کا بیان اور اس کی علت کا بیان۔

۳۱۰۔ حضرت جابر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قراءت ہی اس کی قراءت ہے۔

۳۱۱۔ حضرت جابر کہتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے قراءت کی تو ایک شخص نے نماز کے بعد اسے روکا تو اس نے کہا کیا تو مجھے آنحضرت کے پیچھے قراءت کرنے سے روکتا ہے پس ان کا تنازع ہو گیا حتی کہ بات آنحضرت تک پہنچی تو آپ نے فرمایا کہ جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قراءت ہی اس کی قراءت ہے۔

اس حدیث کو امام ابو حنیفہ کے شاگردوں نے موصول بیان کیا ہے لیکن امام عبداللہ بن مبارک نے اس کی مخالفت کی ہے کیونکہ انہوں نے اسے مرسل بیان کیا ہے۔

۳۱۲۔ عبداللہ بن شداد کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کا امام ہو تو امام کی قراءت ہی مقتدی کی قراءت ہے (یعنی اس میں حضرت جابر کا ذکر نہیں مرسل ہے۔

یہ روایت بھی مرسل ہے اور امام ابوحنیفہ کے اکثر شاگردوں نے ایک اور سند سے مرسل بیان کی ہے اور حسن بن عمارہ سے موصول بھی ہے۔ ٥

۳۱۳۔ جابر رضی اللہ عنہ سے ہی ایک اور روایت ہے کہ ظہر یا عصر کی نماز آنحضرت نے پڑھائی آپ کے پیچھے کسی نے سبح اسم ربک الاعلیٰ سورت پڑھی تو نماز کے بعد آپ نے فرمایا میرے پیچھے کس نے قراءت کی ہے۔ آپ نے تین مرتبہ پوچھا تو ایک شخص نے کہا کہ میں تھا یا حضرت آپ نے فرمایا تو مجھ سے جھگڑا کر رہا تھا یا مجھ سے قرآن چھین رہا تھا۔

جو شخص تم میں سے امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قراءت ہی تمہاری قراءت ہے۔

اس روایت میں حسن بن عمارہ راوی متروک ہے اس پر شعبہ بن حجاج اور سفیان بن عیینہ اور اس کے علاوہ بھی علمائے الحدیث نے جرح کی ہے۔ اور جو سند موصول ہے اس کو طلحہ عن موسیٰ سے روایت کیا گیا ہے جس کا راوی مجہول .... شخص ہے چنانچہ وہ یہ ہے۔

۳۱۴۔ حضرت جابر کہتے ہیں کہ ایک شخص نے آنحضرت کے پیچھے ظہر یا عصر کی نماز پڑھی اس میں اس نے قراءت کی تو اسے ایک شخص نے اشارہ سے روکا لیکن وہ نہ رکا نماز کے بعد اس نے کہا کہ کیا تو مجھے آنحضرت کے پیچھے قراءت کرنے سے روکتا ہے پس یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ آپ سن لی اور فرمایا کہ جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے تو اس کی قراءت ہی اس کی قراءت ہے۔

۱۲۶ ۳۱۵۔ حضرت جابر سے روایت ہے کہ ایک شخص نے آپ کے پیچھے سورہ سبح اسم ربک الاعلیٰ پڑھی تو نماز کے بعد آپ نے فرمایا کہ میرے پیچھے سبح اسم کس نے پڑھی ہے لوگ چپ رہے آپ نے تین مرتبہ پوچھا تو ایک شخص نے کہا میں نے پڑھی تھی تو آپ نے فرمایا میں معلوم کر رہا تھا کہ تم میں سے کسی نے مجھے خلجان میں ڈال دیا۔

حافظ ابوعبداللہ کہتے ہیں کہ اس روایت کی سند میں غلطی ہے درست سند اس طرح ہے (آگے سند بیان فرمائی ہے) امام ابوعلی فرماتے ہیں اس میں عبدالملک بن شعیب نے وہم

یعنی غلطی کی گئی ہے۔

۳۱۶۔ امام احمد فرماتے ہیں کہ حافظ ابو علی نے جو فرمایا ہے بالکل درست ہے کیونکہ ایک صحیح سند سے بیان فرمایا ہے اصل روایت اس طرح ہے کہ ایک شخص نے آپ کے پیچھے سبح اسم ربک الاعلیٰ پڑھا تو آپ نے جب پوچھا تو لوگ چپ رہے حتیٰ کہ تین مرتبہ پوچھا تب ایک شخص نے کہا کہ میں نے پڑھا تھا۔ تب آپ نے فرمایا میں نے کہا کہ میرے ساتھ کوئی خلجان کر رہا ہے۔

اور دوسری سند سے الفاظ ہیں جس میں یہ ذکر ہے کہ وہ ظہر یا عصر کی نماز تھی اور ایک آدمی
۲۷ سے مذاکرہ ہوا تو آپ نے فرمایا کہ امام کی قراءت مقتدی کی قراءت ہے تو اس کے متعلق امام دارقطنی فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں ابو ولید مجہول شخص ہے۔

۳۱۷۔ امام احمد بیہقی فرماتے ہیں اس کی اور سندیں بھی ہیں ان میں صرف یہی الفاظ ہیں قراءۃ الامام لہ قراءۃ اور واقعہ کسی قسم کا بیان نہیں ہے اور ایک روایت لیث سے ہے۔ اس میں سبح اسم ربک کا پڑھنے کا واقعہ ہے۔ لیکن میں یہ الفاظ قراءۃ الامام لہ قراءۃ نہیں ہیں اور یہ روایت عمران بن حصین سے ہے۔ جو انشاء اللہ آگے آئے گی۔

اور جس میں قراءۃ الامام لہ قراءۃ کے الفاظ ہیں تو وہ روایت ابو حنیفہ عن موسیٰ عن عبد اللہ بن شداد عن ابی الولید عن جابر ہے اس میں ابو الولید غیر معروف شخص ہے امام دارقطنی نے اسی طرح کہا ہے کہ یہ دلیل پکڑنے کے لائق نہیں ہے۔

اور جن لوگوں نے دارقطنی کی روایت بیان کی ہے اور اس میں سے ابو الولید کو ساقط کر دیا ہے اور پھر حاکم کی روایت کی ہے اور اس سے ابن شداد کو ساقط کر دیا ہے تاکہ یہ وہم ہو کہ ابو ولید کی کنیت ہی ابن شداد ہے تو یہ لوگ روایت حدیث میں سچائی کی راہ پر نہیں چلتے اسی طرح اور بھی کچھ سندوں سے ہے جس کے کئی کئی جگہ سے متن گرائے ہوئے ہیں تاکہ ان کا مطلب درست ہو جائے اور لوگ اکثر شبہات میں پڑ جائیں میں ان کو ذکر کرنا بھی پسند نہیں کرتا اللہ تعالیٰ ہم کو اپنے فضل و کرم سے ایسی خیانت سے بچائے۔ (آمین)

۱۲۸ علامہ ابن خزیمہ نے بھی ابو ولید کو رجل مجہول کہا ہے جس کا پتہ ہی کوئی نہیں جس طرح امام

دار قطنی نے کہا ہے۔

نیز اس حدیث میں جس میں سبح اسم ربک الاعلیٰ پڑھنے کا واقعہ معلوم ہوتا ہے کہ اس شخص نے آپ کے پیچھے اونچی آواز سے قراءت کی تھی آہستہ آواز نہ تھی تو آپ نے فرمایا کہ سبح اسم کس نے پڑھا ہے۔ اگر آپ نے مقتدی کی قراءت کو ناپسند فرمایا ہے تو وہ اونچی قرأت کو ناپسند فرمایا ہے جس سے آپ کی قراءت میں خلجان واقعہ ہے۔

نیز ابو ولید کی حدیث جس میں ذکر ہے کہ کسی نے سبح اسم پڑھنے والے کو چپ کرانے کیلئے اشارہ کیا حالانکہ اہل عراق نماز میں ایسے اشارہ سے منع کرتے ہیں جس سے کوئی بات سمجھی جا سکے اور ابو ولید کی کیا حیثیت ہے کہ اکیلی روایت کو صحیح احادیث پر ترجیح دی جائے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں۔ اور اس کے لیے ذرا بھی غور و فکر نہیں کرتے۔

نیز اس حدیث میں حضرت جابر کا تذکرہ کرنا فحش غلطی ہے (کیونکہ یہ روایت مرسل بھی ہے اور منقطع بھی ہے) اسی طرح امام بیہقی نے بھی کہا ہے ابو ولید کا تذکرہ بھی حضرت جابر سے پہلے کرنا غلطی ہے۔ بلکہ اصل روایت صرف ابن شداد عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ (لوگوں نے ابن شداد عن ابی ولید عن جابر بیان کیا ہے) لیکن تمام محدثین، حفاظ اہل علم و معرفت نے عن موسیٰ ابن ابی عائشہ عن عبداللہ بن شداد عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعنی مرسل بیان کیا ہے۔

شعبہ بن حجاج جو اپنے زمانہ کے عالم حدیث ہیں اور سفیان ثوری جو عراق کے اہل حدیث کے امام و حافظ ہیں۔ ان اپنے ہم عصر علماء میں سے ان کا کوئی بھی ہم پلہ نہیں تھا۔ ابن عیینہ جو اہل مکہ کے امام الحدیث تھے اور ان کے زمانہ میں ان سے زیادہ کوئی حافظ حدیث نہ تھا ان سب نے بھی اور ان کے علاوہ بھی ایک جماعت نے یہ روایت مرسل ہی بیان فرمائی ہے اور اس میں حضرت جابرؓ کا ذکر نہیں ہے۔

ہمارے استاد ابو عبداللہ نے حافظ ابو علی حسین ابن علی سے بیان کیا ہے کہ واقعات ہی دو ہیں۔ جن کو امام ابو حنیفہ نے ابن ابی عائشہ سے بیان کیا ہے اور ان سے ہی دونوں حدیثوں کے راوی مختلف بیان ہو گئے ہیں۔ جو سبح اسم ربک الاعلیٰ والا واقعہ ہے وہ تو زرارہ بن اوفی عن عمران بن حصین سے ہے اور جو قراءۃ الامام لہ قراءۃ والا واقعہ ہے یہ مرسل ہے۔

۱۱ اس کو ابوعوانہ، شریک بن عبد اللہ نخعی، زائدہ بن قدامہ، ابو اسحٰق فزاری اور جریر وغیرہ نے موسیٰ عن عبد اللہ بن شریک مرسل ہی بیان کیا ہے۔

ابوبکر بن حارث فقیہ نے امام دارقطنی سے بھی بیان کیا ہے کہ یہ روایت مرسل ہے جس کو امام دارقطنی نے سفیان ثوری، شعبہ، اسرائیل، شریک، ابو خالد دالانی، ابوالاحوص، سفیان بن عیینہ اور جریر بن عبد الحمید وغیرہ سے عن ابن ابی عائشہ عن ابن شداد مرسل بیان کی ہے۔ اور فرمایا ہے کہ یہ روایت واقعی مرسل ہی ہے (موصول نہیں ہے)۔

ان (حدیث کے اماموں) کے علاوہ بعض مجہول اور ضعیف قسم کے راویوں نے سفیان ثوری کے واسطہ سے موصول بیان کی ہے لیکن مجہول رواۃ کی روایات کو قبول کرنا ہمارا مذہب نہیں ہے۔ جب تک قبولیت کے تمام شرائط کے ساتھ اس کی معرفت حاصل نہ ہو (امام دارقطنی کا بیان ختم ہے)

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے ہمیں اس بات کا مکلف نہیں بتایا کہ ہم ہر اس آدمی سے دین حاصل کرتے پھریں جس کو پہچانتے بھی نہ ہوں اگر کسی غیر معروف آدمی سے روایت ملے تو اسے اس وقت تک لینے میں توقف کرنا چاہیئے حتیٰ کہ اس کے متعلق پوری واقفیت حاصل نہ ہو جائے اگر صحیح ہو تو اس کی روایت لے لینی چاہیئے ورنہ چھوڑ دینی چاہیئے۔ جیساکہ حکمران گواہوں کے متعلق توقف کرتا ہے .... جب تک کہ اس کے عادل ہونے کی شہادت نہ مل جائے ورنہ اسے مجروح قرار دے کر رد کر دیتا ہے۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے صرف ایک روایت (سبح اسم ربک الاعلی کے واقعہ والی) کے موصول ہونے اور چند ضعیف اور مجہول روایات کی متابعت سے اس روایت کے موصول ہونے کا حکم لگا دیا ہے اس کو حدیث کی معرفت کا علم ہی نہیں ہے۔ حالانکہ جو ہم نے بڑے بڑے ائمہ کرام سے یہ ثابت کیا ہے کہ موسیٰ ابن ابی عائشہ کی روایت مرسل ہے نیز عبد اللہ بن مبارک عن سفیان و شعبہ و ابی حنیفہ اور وکیع و ابو نعیم، اشجعی عبد الرزاق۔ عبد اللہ بن ولید عدنی، ابو داؤد حضرمی وغیرہم عن سفیان ثوری عن موسیٰ ابن

ابی عائشہ بھی سب طرق سے مرسل ہی روایت ہے۔

۱۲۰ جو شخص محض مخالف ہونے کی وجہ سے صحیح روایات سے استدلال نہیں کرتا جو کہ صحیح بھی ہیں ثابت بھی ہیں اور غلط روایات پر اس صحیح کو ترجیح نہیں دیتا تو اس شخص سے غلط روایات سے صحیح کو پہچاننے کی معرفت ہی سلب کر لی جاتی ہے۔

جو شخص ان ضعیف اور مجہول راویوں کی روایت کو موصول ثابت کر کے صحیح روایات کے خلاف بطور دلیل پیش کرتا ہے وہ بھی بالکل اسی طرح زیادتی ہے جیسا کہ امام شافعیؒ کے خلاف مسئلہ قتل مرتدین حضرت علی کی روایت میں زیادتی کی گئی ہے امام شافعی کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ گیا تو نے علمائے اہلحدیث سے کسی سے سنا ہے جو کہتا ہو حفاظ نے حضرت علی سے روایت درست حفظ نہیں کی اور جو زیادت کی ہے وہ غلط ہو۔ اس نے کہا روایت تو ثقہ سے ہے ہم نے کہہ دیا کہ استدلال غلط ہے حالانکہ یہ صرف خیال ہے پھر میں نے کہا یہ روایت ثقفی یعنی عبدالوہاب بن عبدالحمید نے کی ہے اور وہ ثقہ ہے۔ اس نے جعفر بن عبداللہ بن محمد سے اس نے اپنے باپ سے اس نے جابر سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ کیا ہے۔ ایک گواہ اور قسم کے ساتھ تو تو کہہ دیتا ہے چونکہ حفاظ نے حضرت جابر کا تذکرہ نہیں کیا یہ دلیل روایت کے غلط ہونے کی ہے۔ اب اگر ہم کہتے ہیں کہ یہ خام خیال ہے کیونکہ ثقفی ثقہ ہے اگرچہ کسی اور نے نہی روایت میں رد و بدل کیا ہو تو آپ اسے خلاف انصاف کہتے ہیں اسی طرح یہاں تم بھی انصاف نہیں کر رہے۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے انصاف کیا ہے اور مسئلہ قضا بالیمین مع الشاہد میں ثقفی کی روایت کو بطور دلیل قبول نہیں کیا ہے۔ اگرچہ اس کے جابر سے موصول ہونے پر حمید بن اسود۔ عبداللہ بن عمر العمری، ہشام بن سعد، ابراہیم بن ابی حبیبہ نے موافقت کی ہے کیونکہ انہوں نے عن جعفر ابن محمد عن ابیہ عن جابر بیان کیا ہے لیکن ایک جماعت حفاظ نے عن جعفر عن ابیہ مرسل بیان کیا ہے اور امام شافعی نے اس حدیث کے علاوہ اور روایات پر جو موصول ہیں اعتماد کیا ہے اور جعفر کی روایت کو مرسل ہی بطور تاکید بیان کیا ہے۔

بعض لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ مرسل روایت بنسبت متصل کے زیادہ قوی ہوتی ہے۔

وہ تو بالکل اس شخص کی طرح ہیں جو کہے کہ رات دن کی نسبت زیادہ روشن ہے اور نابینا بہ نسبت بینا کے زیادہ دیکھنے والا ہے۔ کیونکہ مرسل روایت حقیقت کو غائب کر دیتی ہے یہ علم ہی نہیں رہتا کہ یہ روایت کس شخص سے لی گئی ہے اور کس شخص کو گرایا گیا ہے اگر کوئی کہہ
۱۳۱ دے کہ وہ راوی ہمیشہ ثقہ رواۃ سے روایت کیا کرتا ہے تو یہ بات تمام علمائے اہل حدیث کے خلاف ہے کیونکہ یہ حقیقت ہے کہ وہ ثقات سے بھی روایت لے لیتے ہیں اور غیر ثقات سے بھی لے لیتے ہیں اور کئی مرتبہ خاموش بھی رہ جاتے ہیں (یعنی راوی کا نام نہیں لیتے) پھر جب پوچھا جاتا ہے تو بعض اوقات جو نام لیتے ہیں وہ روایت یا دیانت یا دونوں وجہ سے ناقابل قبول ہوتا ہے۔ اسی لیے اہل علم ایسے راوی کی روایت قبول کرنے میں اختلاف کرتے ہیں تاکہ اس کا نام لیا جائے اور اس کے حال سے واقفیت حاصل کی جائے تاکہ اس کی عدالت یا جرح بالکل سامنے آجائے۔

امام ابن شہاب زہری نے باوجود مشہور و معروف ہونے کے ایک روایت مرسل بیان کر دی جب پوچھا گیا تو اس راوی کا نام سلیمان بن ارقم تھا اور حقیقت یہ ہے کہ وہ اہل علم کے نزدیک ضعیف ہے۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ امام زہری جیسا آدمی اگر سلیمان بن ارقم جیسے آدمی سے روایت کر سکتا ہے (اور اس کا نام گرا کر مرسل بیان کر دیتا ہے) تو اور دوسروں پر کیسے اعتبار رہ سکتا ہے۔

امام احمد بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم نے کتاب المدخل وغیرہ میں مرسل روایت کے نقائص بیان کر دیئے ہیں۔ یہ مسئلہ اصول کا ہے اس لیے یہ جگہ اس کے بیان کی متحمل نہیں ہے۔

۱۳۸۔ اگر کوئی شخص کہے کہ یہ روایت حضرت جابر کی ابن عائشہ کے علاوہ موصول بھی بیان ہوئی ہے۔ جس کی سند ہے اخبرنا ابو عبداللہ الحافظ حدثنی ابوبکر محمد بن حامد الفقیہ ببخاری نا ابوالفضل محمد بن احمد السلمی۔ نا العباس بن عزیز بن سیار القطان المروزی نا عتیق بن محمد النیسابوری نا حفص بن عبدالرحمن عن ابی شیبۃ عن الحکم بن عتیبۃ عن عبداللہ بن شداد عن جابر بن عبداللہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم من کان لہ امام فقراءۃ الامام لہ قراءۃ

اس روایت کے متعلق اگر یہ کہا جائے کہ عباس القطان سے اسے قبول کر لیا جائے باوجودیکہ اس کی عدالت کا ہمیں کوئی علم نہیں لیکن ابوشیبہ عبدالرحمن بن اسحاق واسطی سے کیسے قبول کر لیا جائے جس کے متعلق امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں لیس لشیٔ۔ منکر الحدیث یحییٰ بن معین کہتے ہیں کہ عبدالرحمن بن اسحاق کوفی متروک ہے اور امام بخاری نے بھی اس پر جرح کی ہے۔ امام النسائی وغیرہ علمائے حدیث نے جرح کی ہے۔ اب جبکہ ہم مجہول الحال راویوں سے روایت قبول کرنے کے لیے تیار نہیں تو جن پر سخت جرح ہوئی ہو ان کی روایت کیسے قبول کر لیں۔ جب تک روات کی عدالت و سچائی واضح نہ ہو روایت قبول نہیں کی جاسکتی۔

اس روایت کو ایوب بن حسن اور محمد بن یزید سلمی نے حفص بن عبدالرحمن سے مرسل روایت کیا ہے۔

۳۱۹۔ حضرت جابر کی ایک اور روایت اور اس کے ضعیف ہونے کا بیان۔

اس روایت کی سند میں جابر جعفی کا واسطہ ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس کا امام ہو تو اس کی قراءت اسی کی ہے (اس کی سند میں لیث اور جابر جعفی دونوں ابوزبیر سے روایت کرتے ہیں)۔

۳۲۰۔ دوسری سند سے یہی روایت ہے اس میں صرف جابر جعفی کا واسطہ ہے۔

حافظ ابوعبداللہ فرماتے ہیں کہ لیث بن ابی سلیم اور جابر جعفی دونوں ایسے شخص ہیں جن کی روایت بطور دلیل پیش ہونے کے لائق ہی نہیں ہوتی خصوصاً جبکہ ثقات کے خلاف ہو تو کیسے قبول کی جاسکتی ہے۔ پھر یہ دونوں ابوزبیر محمد بن مسلم مکی سے روایت کرنے میں متفرد ہیں۔ اور محمد بن مسلم ایک مشہور آدمی ہے اس کے شاگرد بہت زیادہ ہیں اس نے ان دونوں پر جرح کی ہے جو اتنی مشہور ہے کہ اس کے تذکرہ سے خواہ مخواہ کتاب کو طول نہیں دینا چاہتا۔

امام احمد بیہقی فرماتے ہیں کہ لیث بن ابی سلیم سے امام یحییٰ بن سعید قطان روایت نہیں کیا کرتے تھے۔ یحییٰ بن معین فرماتے ہیں کہ لیث بن ابی سلیم ضعیف ہے۔

جابر بن یزید جعفی پر ایک جماعت اہل حفاظ و اتقان نے جرح کی ہے۔ حضرت زائدہ بن قدامہ کہتے ہیں اللہ کی قسم جابر کذاب ہے اس کا عقیدہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے۔ سفیان بن عیینہ نے بھی اسی طرح کہا ہے۔

امام بخاری فرماتے ہیں کہ جابر جعفی کو یحیی بن سعید قطان اور عبدالرحمن بن مہدی نے متروک الحدیث قرار دیا ہے۔

۱۳۲ یحیی بن معین فرماتے ہیں کہ جابر جعفی کذاب ہے اس سے حدیث نہیں لکھنی چاہیئے اور نہ اس کی کوئی بات نقل کرنی چاہیئے۔

عامر بن شرجیل شعبی سے ہمیں روایت پہنچی ہے انہوں نے جابر کو کہا تھا کہ تو اس وقت تک نہیں مرے گا جب تک تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ افترا نہ کرے گا۔

اسمعیل بن ابی خالد کہتے ہیں اس کے بعد تھوڑے ہی دن گذرے کہ جابر دنیا میں جھوٹا مشہور ہو گیا۔

(امام بیہقی فرماتے ہیں) تعجب تو ان لوگوں پر ہے جو اس مسئلہ کی موافقت میں ایسی روایات اکٹھی کرتے پھرتے ہیں جن میں جابر کو ان کا متابع بنایا گیا ہے۔

۱۳۳ ۔ مثلاً حافظ شیخ ابو عبداللہ نے ایک روایت کا تذکرہ کیا جو حسن بن صالح عن ابیہ عن جابر ہے۔

دوسری سند میں حسن بن صالح عن جابر ولیث بن سلیم ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ اگر حسن بن صالح ایک روایت عن ابیہ عن جابر کرتا ہے دوسری میں عن جابر ولیث بیان کرتا ہے (یعنی خود بھی اور اس کا باپ بھی دونوں جابر سے روایت کرتے ہیں) پس اس کے نقل کرنے میں اس سے گڑبڑ ہو گئی ہے .... یا عمداً جابر جعفی کی متابعت کے لیے یہ روایت کھڑی گئی ہے تاکہ جابر جعفی کی ثقاہت کی جائے اس بات میں سے کوئی بھی ہو اس کی مذمت عیب اور کذب و جھوٹ ہونے کو کافی ہے۔

جابر جعفی کی توثیق میں ایک ابن علیہ کی حکایت بھی بیان کی جاتی ہے۔ جو انہوں نے شعبہ سے نقل کی ہے کہ جابر جعفی اور محمد بن اسحاق دونوں حدیث میں سچے ہیں

اب بات یہ ہے کہ شعبہ کا قول جابر جعفی کی ثقاہت میں تو قبول کر لیتے ہیں اور جب محمد بن اسحاق کا معاملہ آتا ہے تو قبول نہیں کرتے ۔ کیونکہ جابر جعفی نے ان کے مذہب کی موافقت کی ہے اور محمد بن اسحاق نے ان کے مذہب کی موافقت نہیں کی ۔

حقیقت یہ ہے کہ جس کو علم حدیث میں کچھ بھی واقفیت ہے وہ محمد بن اسحاق اور جابر جعفی کو عدالت میں برابر نہیں کر سکتا ۔ ان میں سے بعض اقوال جو ہم بیان کر چکے ہیں جن میں محمد بن اسحاق کی توثیق ثابت ہے اور جابر جعفی کی تکذیب و تکفیر ثابت ہے ۔ ۴۴

اور اگر جابر جعفی کے متعلق کوئی جرح بھی نہ ہوتی ۔ ۔ ۔ ۔ تو بھی صرف امام ابوحنیفہ کا قول ہی کافی تھا کیونکہ انہوں نے اسے دیکھا بھی ہے اور اس کا تجربہ بھی کیا ہے اور اس سے ایسی باتیں سنی ہیں جو اس کی تکذیب کے لیے کافی ہیں ۔

چنانچہ ابوسعید مالینی نے امام ابوحنیفہ کا قول نقل کیا ہے امام صاحب فرماتے ہیں کہ آج تک میں نے حضرت عطا سے افضل کسی شخص کو نہیں دیکھا اور نہ ہی آج تک مجھے جابر جعفی سے زیادہ جھوٹا آدمی کوئی ملا ہے کیونکہ میں نے جب بھی کبھی کوئی رائے بیان کی وہ فوراً اس کے موافق کوئی نہ کوئی حدیث بیان کر دیتا اور اس کا خیال تھا کہ میرے پاس ہزار احادیث اس اس قسم کی ہیں جن کو ظاہر نہیں کیا ہے ۔

دوسری سند سے روایت اس طرح ہے کہ امام ابوحنیفہ رح کے پاس ایک آدمی آکر پوچھتا ہے کہ آپ کا کیا خیال ہے کہ امام ثوری سے حدیث لے لینی چاہیئے تو انہوں نے فرمایا کہ ان میں سے حدیث لکھنے میں کوئی حرج نہیں سوائے دو قسم کی حدیثوں کے ایک تو محمد بن اسحاق کی وہ حدیث جو حارث کے واسطہ سے علی سے ہو ۔ اور دوسری جابر جعفی کی روایت ۔

تیسری سند سے امام صاحب سے ثابت ہے ما رایت فیمن رایت اکذب من جابر الجعفی ۔

۳۲۲۔ ایک اور روایت بھی بیان کی جاتی ہے جو ابو زبیر سے جابر جعفی کے واسطہ کے بغیر ہے۔ حضرت جابر بن عبد اللہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قراءت ہی اس کی قراءت ہے۔

۱۳ امام ابو عبد اللہ فرماتے ہیں کہ یہ خبر اس سند سے باطل ہے۔ کیونکہ اگر یہ سند واقعی ایوب سختیانی عن ابی الزبیر عن جابر ہوتی اور اس میں کوئی اختلاف نہ ہوتا لیکن اس سند کا دارومدار سہل بن عباس پر ہے اور وہ غیر معروف مجہول شخص ہے۔

ابوبکر بن حارث فقیہ کہتے ہیں کہ حافظ ابو الحسن علی بن عمر نے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرمایا ہے کہ یہ حدیث منکر ہے کیونکہ سہل بن عباس متروک ہے۔

۳۲۳۔ ابو زبیر کے واسطہ سے ایک اس سے بھی زیادہ ضعیف روایت بھی بیان کی جاتی ہے۔ چنانچہ اس کی سند میں محمد بن احمد مدائنی اور محمد بن اشرس دونوں مجہول الحال ہیں۔

حافظ ابو عبد اللہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے ابو النصر انماطی نے حدیث بیان کی ابو اسحٰق محمد بن احمد منادیلی[1] سے اور اس نے محمد بن اشرس سے۔ حافظ ابو عبد اللہ فرماتے ہیں میں نے پوچھا محمد بن عبد اللہ کون ہیں تو اس نے اس کے حالات بیان کیے پھر میں نے پوچھا کہ (مالینی) یا مدائنی کس جانور کا نام ہے اس نے کہا وہ غیر معروف ہے۔ البتہ محمد بن اشرس کو اچھی طرح پہچانتا ہوں وہ متروک الحدیث ہے۔

ابو عبد اللہ کہتے ہیں کہ میں نے حافظ ابو عبد اللہ محمد بن یعقوب سے سنا جب کہ ان سے ابن اشرس کی روایت کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا اس سے حدیث لینا درست نہیں ہے۔

یہ روایت ایک اور نہایت اندھیری گھناؤنی سند سے بھی مروی ہے جس میں براہیم بن رستم اور نوح بن ابی مریم دو راوی ہیں جو متفرد اور منکر روایات بیان

[1] ابھی تک یہ بھی معلوم نہ ہو سکا کہ یہ لفظ کیا ہے ایک جگہ مالینی لکھا ہے اور یہ درست نہیں دوسری بلکہ مدائنی لکھا ہے اور تیسری جگہ منادیلی لکھا ہے۔ مشہور و معروف آدمی کے نام کے اتنے شبہے نہیں ہو سکتے (مترجم)

کرتے ہیں جن کی روایات سے دلیل نہ لینا واجب ہے۔ جب اس قسم کے راویوں کی صحیح سند کی روایت سے دلیل لینا منع ہے تو اس روایت میں جبکہ ابراہیم مجہول الحال ہے سے روایت کیسے درست ہو سکتی ہے۔

امام محمد بن سیرین فرمایا کرتے تھے کہ احادیث (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات) ہی دراصل دین ہے۔ تم پر لازم ہے کہ ان شخصوں کو بھی دیکھو جن سے تم دین حاصل کر رہے ہو (یعنی ہر ایرے غیرے نتھو خیرے کے کہہ دینے سے کوئی بات دین نہیں ہو سکتی بلکہ پہلے اسے دیکھو کہ وہ عالم آدمی دیندار اور پرہیزگار تو ہے۔) ۱۳۶

۳۲۴۔ حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ کی ایک اور حدیث اور اس کے غیر مرفوع ہونے کا بیان۔

حضرت جابر سے روایت ہے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا کہ جس شخص نے بھی نماز پڑھی اور اس میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی تو اس شخص نے (دراصل) نماز ہی نہیں پڑھی سوائے اس کے کہ اگر امام کے پیچھے ہو۔

ابو احمد فرماتے ہیں کہ اس روایت کو یحیٰی بن سلام کے علاوہ امام مالک سے کسی نے بھی مرفوع بیان نہیں کیا امام مالک نے اس روایت کو مؤطا میں موقوف بیان کیا ہے۔ (یعنی یہ قول ہے حضرت جابر کا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نہیں ہے) حافظ ابو عبداللہ کہتے ہیں کہ اس روایت میں یحیٰی بن سلام کو وہم ہوا ہے جو اس نے امام مالک سے مرفوع بیان کیا ہے اور یحیٰی ابن سلام ویسے بھی کثیر الوہم (وہمی) شخص ہے۔

امام مالک سے مؤطا میں یہ اثر وہب بن کیسان کے واسطہ سے ہے لیکن وہاں بھی حضرت جابر کا قول ہی ہے۔

۳۲۵۔ ایک اور سند سے بھی اس کو مرفوع بیان کیا گیا ہے حالانکہ وہ بھی راوی کا وہم ہے اس کے الفاظ ہیں کہ ہر نماز جس میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی جائے وہ مردہ ہے سوائے اس نماز کے جو امام کے پیچھے ہو۔ حافظ ابو عبداللہ کہتے ہیں کہ اس روایت میں اسمٰعیل سدی سے روایت کرنے والے نے مرفوع ہونے کا وہم کیا ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کیونکہ اسمٰعیل بن موسیٰ سے

ثقہ راویوں نے اس کی مخالفت کی ہے۔

۳۲۶۔ آگے اسمٰعیل بن موسیٰ کی سند بیان کی گئی ہے جس میں حضرت جابرؓ کا قول ہی ثابت ہوتا ہے۔ ۱۲۷

امام سری ابن خزیمہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث مرفوع نہیں ہے۔

حافظ ابوعبداللہ نے بھی سری ابن خزیمہ سے بیان کیا ہے کہ جس شخص نے اس حدیث کو مجھ سے مرفوع بیان کیا میں اس کو معاف نہیں کروں گا .... کیونکہ یہ روایت میری کتاب میں موقوف ہے۔

حافظ ابوعبداللہ اپنی تاریخ میں فرماتے ہیں کہ یہ روایت ابوعبداللہ بن یعقوب سے بیان کی گئی تو انہوں نے فرمایا یہ جھوٹ ہے میں نے خود سری بن خزیمہ سے موقوف سنا ہے پھر فرمایا کہ میں نے یہ حدیث اسی طرح یعنی موقوف ہی بیان کی ہے اب جو شخص اس کو مجھ سے مرفوع کہتا ہے وہ جھوٹ بولتا ہے۔

حافظ ابوعبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے ابوعبداللہ بن یعقوب سے سنا وہ ابراہیم بن محمد صیدلانی سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے سنا اسمعیل بن بنت سدی سے انہوں نے امام مالک سے یہ حدیث مرفوع بیان کی تو فرمایا اس کو ٹانگ سے پکڑو (یعنی ٹانگ سے پکڑ کر پھینک دو)

امام احمد بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ الفاظ روایت کے جو منقول ہیں امام مالک سے سابقہ مرفوع روایت کو غلط ثابت کر رہے ہیں نیز ابن خزیمہ اور سری کا قول بھی اس روایت کے مرفوع ہونے کی تکذیب کر رہا ہے۔

اس روایت کی ایک اور سند بھی بیان کی جاتی ہے اللہ تعالٰے ہم کو اس جیسی خیانت سے بچا کر رکھے جس سے اپنی رائے پر تو متعصب ہوا اور خواہشات کی طرف رجحان ہو۔

۳۲۷۔ ایک اور سند بھی اس کی بیان کی جاتی جو اس سے بھی ضعیف تر ہے۔

امام مالک کے واسطہ سے ہی جابر بن عبداللہ سے روایت ہے من

كان له امام فقسراءة الامام له قراءة ـ

کہتے ہیں کہ یحیی بن نصر بن حاجب سے اس قسم کی روایت کا بیان ہونا کوئی عجیب بات نہیں ہے کیونکہ وہ امام مالک اور دیگر ائمہ سے ایسی روایات بیان کرتا ہے جس کی متابعت نہیں ملتی ـ

امام احمد بیہقی فرماتے ہیں کہ اس روایت میں یحیی بن نصر نے دو طرح سے خلط ملط کیا ہے ایک اس کو مرفوع کہنا اور دوسرا الفاظ میں ادل بدل کرنا اور اس کے پاس اس قسم کی کئی روایات ہیں ـ اسی وجہ سے یحیی بن نصر حد احتجاج سے ساقط الاعتبار ہوگیا ہے ـ

۳۲۸ ـ ایک اور سند سے بھی یہ روایت ہے جو ایسی سند سے ہے کہ اس سے احتجاج کرنا حرام ہے ـ

امام مالک واسطہ سے ہی جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے ـ آنحضرت نے فرمایا کہ وہ نماز فائدہ نہیں دیتی جس میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی جائے سوائے اس کے کہ امام کے پیچھے ہو ـ

اس روایت میں محمد بن اشرس ہے جو متہم بالکذب ہے اس کی روایات کو صرف خواہش پرست ہی قبول کر سکتا ہے نعوذ باللہ من متابعۃ الھوی ـ
نیز یہ روایت بھی امام مالک کی کتاب مؤطا میں جو تمام اصل علم میں مقبول و متداول کتاب ہے میں موقوف ہی بیان ہوئی ہے اور اس کے مرفوع ہونے کا انکار کرتے ہیں تو اب غیر عادل راویوں کا خیال اہل علم کے مقابلہ میں کیسے قبول کیا جاسکتا ہے ـ جو منکر روایات کو مرفوع بنا کر پیش کر دیتے ہوں ـ

جابر بن عبد اللہ رضؓ کا صحیح قول اور اس کا مطلب

۳۲۹ ـ پانچ سند سے جابر بن عبد اللہ کا قول ہے من صلی رکعۃ لم یقرأ فیھا بام القرآن فلم یصل الا ان یکون وراء الامام کہ جو شخص بھی کوئی ۱۳۹

ایسی رکعت پڑھے جس میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی تو درحقیقت اس نے وہ رکعت ہی نہیں پڑھی سوائے اس حالت کے کہ امام کے پیچھے ہو۔

اس قول سے ایک تو یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ نماز میں قراءت متعین ہے۔ یعنی جہاں بھی نماز میں قراءت کرنے کا حکم آئے گا اس سے مراد سورہ فاتحہ ہی ہوگی۔

دوسری یہ بات ثابت ہوئی کہ نماز کی ہر رکعت میں اس کا پڑھنا واجب ہے اس سے ان لوگوں کی تردید ہوتی ہے جو کہتے ہیں کہ نماز میں قراءت متعین نہیں ہے اور یہ بھی کہتے ہیں کہ (ظہر و عصر کی) پچھلی دو رکعتوں میں قراءت واجب نہیں ہے۔

اور جابر بن عبداللہ کا قول وراء الامام کا یہ بھی احتمال ہو سکتا ہے کہ وہ امام کے پیچھے جہری رکعتوں میں ترک قراءت کو جائز سمجھتے ہوں (نہ کہ علمائے زمانہ ہذا کی طرح حرام کہیں) کیونکہ ہم پہلے ثابت کر چکے ہیں کہ جابر ابن عبداللہ کا یہ مذہب ہے کہ ظہر و عصر کی پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور کوئی اور سورت بھی پڑھنی چاہیئے اور دوسری دو رکعتوں میں صرف سورہ فاتحہ پڑھنی چاہیئے۔

اس سے یہ بھی احتمال ہو سکتا ہے کہ جابر بن عبداللہ کا خیال ہو کہ اگر امام رکوع میں ہو اور مقتدی جماعت میں شامل ہو تو اس کی رکعت ہو جاتی ہے (یعنی اگر عذر سے سورہ فاتحہ رہ جائے تو رکعت شمار ہو جاتی ہے) محمد بن اسحاق بن خزیمہ نے اسحاق بن ابراہیم حنظلی سے یہی تاویل نقل کی ہے۔

۳۳۰۔ حضرت جابر بن عبداللہ کا قول ہے (اور صحیح بالسند ہے) کہ پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور ساتھ کوئی دوسری سورہ بھی پڑھتے اور دوسری دو رکعتوں میں صرف سورہ فاتحہ پڑھتے۔ اور فرماتے ہیں کہ ہم (صحابہ کرام) یہ ہی بات کہا کرتے تھے کہ سورہ فاتحہ اور کچھ اور بھی ساتھ پڑھے بغیر نماز نہیں ہوتی۔

یہ الفاظ عام ہیں، منفرد، مقتدی اور امام سب کو شامل ہیں۔

۱۴۰ ۳۳۱۔ عبیداللہ بن مقسم کی روایت سے حضرت جابر بن عبداللہ کا قول ہے کہ قراءت کے معاملہ میں سنت طریقہ یہ ہے کہ پہلی دو رکعت میں سورہ فاتحہ اور دوسری

سورہ بھی اور دوسری دو رکعت میں صرف سورہ فاتحہ پڑھی جائے۔

والصحابی اذا قال سنۃ او کنا نتحدث فان جماعۃ من اصحاب الحدیث یخرجونہ فی المسانید کہ جب صحابی یہ کہے کہ سنت طریقہ یہ ہے یا یہ کہے کہ ہم یہ کہا کرتے تھے تو پھر اس بات کو اصحاب الحدیث اپنی کتابوں میں بیان کر دیا کرتے تھے (یعنی یہ قول بھی مسند مرفوع حدیث کے قائم مقام ہی ہوتا ہے)

۳۳۲۔ بعض لوگوں نے نہایت اندھیری بھیانک سند سے ترک فاتحہ خلف الامام کی ایک روایت بیان کی ہے عن میمون بن مھران عن جابر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

حالانکہ ہمیں جو روایت پہنچی ہے وہ یہ ہے عن عمر بن میمون بن مھران عن ابیہ میمون عن ابیہ مھران عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من لم یقرا بام القرأن خلف الامام فصلوتہ خداج کہ جو شخص امام کے پیچھے سورہ فاتحہ نہیں پڑھتا اس کی نماز مردہ ہے۔

۳۳۳۔ ایک اور روایت بھی نہی عن القراءۃ خلف الامام اور اس کے ضعیف ہونے کا بیان۔

عمران بن حصین سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے اور ایک آدمی نے آپ کے پیچھے قراءت کی۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا میری سورہ پڑھنے کے ساتھ کس شخص نے خلجان کیا۔ پھر لوگوں کو قراءت خلف الامام سے روک دیا۔

ابن صاعد کہتے ہیں کہ نہی عن القراءہ خلف الامام میں حجاج متفرد ہے۔ حالانکہ قتادہ سے شعبہ نے، ابن ابی عروبہ نے معمر نے، اسمعیل بن مسلم نے، حجاج بن حجاج نے ایوب بن ابی مسکین نے، ہمام نے، ابان نے اور سعید بن بشیر نے روایت کی ہے لیکن صرف حجاج نے یہ الفاظ کہے ہیں اور کسی نے نہیں کہے بلکہ شعبہ نے تو قتادہ سے پوچھا کہ آپ نے جو فرمایا من ذا الذی یخالجنی سورتی تو گویا آپ نے

قراءت خلف الامام کو ناپسند فرمایا؟ استاد نے جواب دیا نہیں اگر آپ قراءت خلف الامام کو ناپسند فرماتے تو روک دیتے ۔

۱۴۱ یہ بیان جو ابن صاعد کا ہے ابن صاعد عراق کے مشہور حفاظ حدیث میں سے ہیں۔ ابوبکر بن حارث نے امام دارقطنی سے بھی اسی طرح نقل کیا ہے ۔

امام دارقطنی نے بھی فرمایا ہے کہ نہاهم عن القراءة خلف الامام حجاج کا وہم ہے ۔ صحیح وہی ہے جو شعبہ اور سعید بن ابی عروبہ وغیرہ نے قتادہ وغیرہ سے بیان کیا ہے ۔

۳۳۴ ۔ عمران بن حصین سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز پڑھائی تو کسی آدمی نے اس میں سبح اسم ربک الاعلیٰ پڑھی تو آپ نے فرمایا کہ پڑھنے والا کون تھا تو ایک شخص نے کہا میں تھا آپ نے فرمایا میرا خیال تھا کہ مجھے کسی نے خلجان میں ڈال دیا ہے شعبہ نے قتادہ سے پوچھا کیا آپ نے اس کو ناپسند فرمایا کہا اگر آپ ناپسند فرماتے روک دیتے (یعنی آنحضرت نے قراءت خلف الامام سے مقتدیوں کو روکا نہیں)

۳۳۵ ۔ ایک اور سند سے عمران بن حصین سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز پڑھائی تو ایک شخص نے پیچھے پڑھا ۔ سبح اسم ربک الاعلیٰ ۔ آپ جب فارغ ہوئے تو فرمایا کس نے پڑھا تھا تو اس آدمی کے متعلق کہا گیا آپ نے فرمایا کہ میں سمجھا مجھے کسی نے خلجان میں ڈال دیا ہے ۔

ابو ولید کہتے ہیں کہ شعبہ نے حضرت قتادہ سے کہا کیا سعید کا قول نہیں ہے کہ انصت للقرآن کہ قرآن کے لیے خاموش رہو تو انہوں نے فرمایا یہ جہر قرآن پڑھنے کے وقت کے لیے ہے ۔ ابن کثیر نے کہا کہ شعبہ نے حضرت قتادہ کو کہا کیا آنحضرت نے اسے ناپسند فرمایا کہا نہیں اگر ناپسند فرماتے تو منع فرما دیتے ۔

۱۴۲ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اوپر کی حدیث میں لفظ ہیں ذالک اذا جهر به ۔ کہ یہ جہر قرآن پڑھنے کے وقت کے لیے ہے اور اس کا یہ بھی احتمال ہے کہ یہ امام کے لیے ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ مقتدی کے لیے ہے یعنی مقتدی نہ قراءت

کرے جب امام جہر سے پڑھے۔ پس اگر منفرد ی اپنے دل میں قراءت کرے تو انصات کے مخالف نہیں ہوتا۔

نیز یہ سعید کا قول جس مذہب کے ثبوت میں پیش کیا جاتا ہے دلیل نہیں بن سکتا۔ کیونکہ دلیل تو قتادہ (یعنی استاد) کا جواب ہو سکتا ہے کہ اگر سری قراءت کی نماز میں امام کے پیچھے قراءت منع ہوتی تو آپ منع فرما دیتے۔

۳۲۶۔ عمران بن حصین سے ہی اور سند سے بھی مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز پڑھائی اور ایک شخص نے سبح اسم ربک الاعلیٰ پڑھا تو آپ نے پوچھا کہ کس نے پڑھا تو ایک آدمی نے کہا میں نے پڑھا ہے تو آپ نے فرمایا میں سمجھا کہ مجھے کسی آدمی نے خلجان میں ڈال دیا ہے۔ شعبہ نے قتادہ سے پوچھا کیا آپ نے قراءت کو ناپسند فرمایا ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ اگر آپ ناپسند فرماتے تو قراءت سے منع فرما دیتے۔

یہ تمام روایات اس بات پر دلیل ہیں کہ نہی عن القراءت خلف الامام کے الفاظ حجاج بن ارطاۃ کا وہم ہے نہ کہ انہوں نے یہ الفاظ اپنے استاد قتادہ سے سنے ہیں۔ اور حجاج بن ارطاۃ اس قسم کی بیشمار غلطیاں کیا کرتا تھا اسی لیے علمائے اہلحدیث نے اس کو ساقط الاحتجاج قرار دیا ہے۔

یحییٰ ابن معین نے بھی یہی کہا ہے کہ حجاج بن ارطاۃ کی حدیث دلیل لینے کے قابل نہیں۔

یحییٰ بن سعید قطان اس سے حدیث بیان ہی نہ کرتے تھے۔

پھر یہ حدیث سلمہ بن فضل الابرش نے بیان کی ہے اور سلمہ بن فضل بھی متکلم فیہ ہے۔

پھر اگر واقعی آنحضرت نے اس قراءت کو ناپسند ہی فرمایا ہو تو بھی امام کے پیچھے جہر قراءت کو ناپسند فرمانا ہی ثابت ہو سکتا ہے۔ روایت کے الفاظ دیکھ سکتے ہو آپ نے پوچھا۔ وہ کس نے سبح اسم ربک الاعلیٰ پڑھا ہے" اور پڑھنے والے نے اونچی آواز

سے نہ پڑھی ہوتی تو آپ سورۃ کا نام کیوں لیتے اور ہم بھی نماز میں مقتدی کی قراءت
کو اونچی آواز سے کرنے کو ناپسند کرتے ہیں ۔ نہ قراءت کرنے کو (یعنی قراءت مکروہ
نہیں بلکہ جہر مکروہ ہے)

عمران بن حصین سے قراءت خلف الامام کے بارہ میں جو روایات مروی ہیں ۔ ۱۴۳
وہ اسی کی تائید کرتی ہیں ۔

۳۳۷ ۔ اسی قسم کی ایک اور روایت بھی پیش کی جاتی ہے کہ عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں
کہ لوگ آنحضرت کے پیچھے قراءت کیا کرتے تھے ۔ آپ نے فرمایا کہ تم نے مجھ پر قرآن
خلط ملط کر دیا ۔

یہ بھی امام کے پیچھے مقتدی کو جہر قراءت سے روکنے کے لیے ہی ہے اصل قراءت
سے روکنا مقصود نہیں ہے ۔

۳۳۸ ۔ ایک حدیث ہم شروع کتاب میں بیان کر آئے ہیں ۔ حضرت ابوہریرہ بیان کرتے
ہیں کہ عبداللہ بن حذافہ نے نماز پڑھی اور اونچی آواز سے قراءت کی تو آنحضرت نے
فرمایا اے ابن حذافہ مجھے مت سنا اللہ تعالے کو سنا ۔

۳۳۹ ۔ ایک اور سند سے ابوہریرہ کی روایت ہے صرف الفاظ میں فرق ہے واسمع
اللہ کی بجائے واسمع ربک ہے ۔

۳۴۰ ۔ حضرت عبادہ بن صامت کی روایت میں بھی گذر چکا ہے کہ کسی صحابی نے
جہری نماز میں آنحضرت کے پیچھے قراءت جہر کی تو آپ نے فرمایا کہ سوائے سورہ
فاتحہ کے کوئی قراءت نہ کرو کیونکہ اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی ۔

۳۴۱ ۔ قراءت خلف الامام کو مکروہ سمجھنے والوں کی ایک اور دلیل اور اس کے ضعیف
ہونے کا بیان ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ کسی شخص نے آنحضرت کے ۱۴۴
پیچھے قراءت کی تو آپ نے فرمایا کس نے قراءت کی ہے ۔ قوم خاموش رہی دوبارہ
آپ نے پوچھا ۔ تب ایک شخص نے کہا کہ میں نے قراءت کی ۔ تو آپ نے فرمایا میں

میں کہہ رہا تھا کہ مجھ سے قرآن میں کون منازعت کر رہا ہے۔ جب تم میں سے کوئی امام کے پیچھے نماز پڑھے تو خاموش رہے۔ کیونکہ اس (امام) کی قراءت ہی اس کی قراءت ہے اور اس (امام) کی نماز ہی اس (مقتدی) کی نماز ہے۔ یہ جبیر کی روایت کے الفاظ ہیں۔

ہمیں ابو عبداللہ رحمۃ اللہ نے بتایا کہ اس حدیث کو ہم نے صرف اسی شیخ سے صرف اسی سند سے ہی لکھا ہے ہم نے کسی اور فقہائے اہل کوفہ سے کسی سے بھی نہیں سنا کہ کسی نے اس باب میں بیان کیا ہو۔ اگر ثوری اور مغیرہ جیسے لوگوں سے اس کا اس کا ثبوت ملتا تو اہل کوفہ سے مخفی نہ ہوتا۔ نیز احمد بن محمد عجلانی کو (جو اسی روایت میں راوی ہے) ہم نہیں پہچانتے کیونکہ اس کا ذکر صرف اسی روایت میں ہی آیا۔

نیز عبداللہ بن مسعود سے جو روایت آنحضرت سے مروی ہے کہ تم نے مجھ پر قرآن خلط ملط کر دیا ہے تو وہ بھی تب ہی ہوتا ہے جب کہ مقتدی جہر سے قراءت کرتے۔

۳۴۲ - پھر دوسری سند سے جو روایت ہے اس کے الفاظ ہیں کہ قوم نے قرآن کی قراءت کی اونچی آواز سے تو آنحضرت نے فرمایا کہ تم نے مجھ پر قرآن خلط ملط کر دیا یعنی یہ مقتدی کو جہر قراءت سے روکنے کے لیے ہے۔

پھر اگر قراءته له قراءة سے یہ مراد لی جائے کہ امام کی قراءت مقتدی کی قراءت کے قائم مقام ہے تو پھر یہ بھی ماننا پڑے گا کہ امام کی نماز بھی مقتدی کی نماز کے قائم مقام ہے حالانکہ اسے کوئی بھی قبول نہیں کرتا ہے یہ بات بھی اس روایت کے ضعف پر دلالت کرتی ہے۔

۳۴۳ - ایک اور روایت جو ابن مسعود سے مرفوع بیان کی جاتی ہے اور ابو الاحوص سے موقوف۔

۱۴۵ عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں کہ مجھے انگارے کھانے پڑیں تو زیادہ پسندیدہ ہیں اس سے کہ میں امام کے پیچھے قراءت کروں۔

یہ روایت اگر عمر بن عبدالغفار اور محمد بن عبدالرحمن سے صحیح ثابت ہو تو اس کا

صرف مطلب یہ ہی ہوگا کہ مقتدی کی جہر قراءت کرنا پسندیدہ کہا ہوگا جیسا کہ سابقہ روایت سے ثابت ہوتا ہے۔

۳۴۴۔ اور عبداللہ بن مسعود کا وہ قول جس میں ہے کہ امام کے پیچھے مت پڑھ کیونکہ اس کی قراءت ہی تیری قراءت ہے۔ تو یہ پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچتی کیونکہ ابو حمزہ اعور کوفی کی بات اہلحدیث علماء کے نزدیک قابل استدلال نہیں ہے۔ نیز یہ اسی ابوحمزہ اعور کی دوسری روایت کے مخالف بھی ہے۔

۳۴۵۔ کہ عبداللہ بن مسعود امام کے پیچھے قراءت نہیں کیا کرتے تھے سوائے اس کے کہ امام قراءت نہ کرے یعنی جب امام جہر سے قراءت نہ کرتا تھا تو حضرت عبداللہ اس وقت قراءت خلف الامام کیا کرتے تھے۔

۳۴۶۔ علقمہ سے ہی منقول ہے کہ ہم حضرت عبداللہ بن مسعود کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے اور ہم نہیں جانتے تھے کہ حضرت عبداللہ قراءت کر رہے ہیں حتیٰ کہ یہ آیت اونچی آواز سے ان کے منہ سے نکلی وقل رب زدنی علما۔

۳۴۷۔ عبداللہ بن زیاد اسدی کی روایت پہلے گذر چکی ہے کہ میں نے حضرت عبداللہ بن مسعود کے ساتھ نماز پڑھی میں نے سنا کہ وہ ظہر و عصر کی نماز میں قراءت کرتے تھے۔

۱۴۶ ۳۴۸۔ ابو وائل کہتے ہیں کہ کسی نے حضرت عبداللہ بن مسعود سے قراءت خلف الامام کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا کہ جب قرآن پڑھا جائے اس وقت خاموش رہ کیونکہ یہ نماز میں شغل ہے اس میں تجھے امام کافی ہے (یہ بھی غیر فاتحہ کے لیے محتمل ہے۔)

پس یہ قول اس نماز کے لیے ہے جس میں امام جہر سے قراءت کرے کیونکہ أنصت کا لفظ تو اسی قراءت کے لیے ہو سکتا ہے جو سنی جائے اس قراءت کے لیے نہیں ہو سکتا جو سنی ہی نہ جائے۔

اور یہ بھی ہم بیان کر چکے ہیں کہ عبداللہ بن مسعود ظہر و عصر میں قراءت خلف

الامام کہا کرتے تھے تو اس سے یہ بھی شبہ ہو سکتا ہے کہ انصت للقرآن کہا ہی اسی لیے ہو کہ امام کے پیچھے قرآن جہر سے نہ پڑھا جائے نہ اس لیے کہ قراءت ہی نہ کی جائے۔ جیسا کہ پہلے ہی بیان ہو چکا ہے۔

۳۴۹۔ نیز عبداللہ بن مسعود کا یہ قول بھی مروی ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ جس نماز میں قراءت نہ ہو وہ کچھ بھی نہیں۔ لاشئے ہے۔

۳۵۰۔ نیز یہ قول بھی حضرت عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ وہ فرماتے اپنے امام پڑھنے والے سے سبقت مت کرو کیونکہ امام اس لیے ہوتا ہے کہ اس کے پیچھے پیچھے چلا جائے جب امام رکوع کرے تب رکوع کرو جب امام سجدہ کرے تب سجدہ کرو۔ اگر کسی کو قرآن کی سورت بھی آتی ہو (جو امام پڑھ رہا ہو) اور وہ اسے پڑھنے لگے تو ایسا مت کرو کہ قراءت سے پہلے ختم کر کے امام سے پہلے رکوع کر لو اس لیے اپنے قاریوں سے پہلے سبقت مت کرو۔ (یعنی ان کے آگے مت لگنا کیونکہ امام اسلئے مقرر ہوتا ہے کہ اس کے پیچھے لگا جائے۔

امام ابن خزیمہ کہتے ہیں کہ تم غور نہیں کرتے کہ عبداللہ بن مسعود نے اس خبر میں منع فرمایا ہے کہ جب تم میں سے کوئی اپنی قراءت سے فارغ ہو جائے تو امام سے پہلے رکوع نہ کرے۔ اس میں امام کے آگے جانے سے منع فرمایا ہے قراءت خلف الامام سے منع نہیں فرمایا۔ ۱۴۷

ایک اور روایت جس سے فاتحہ خلف الامام کے مکروہ ہونے پر دلیل لی جاتی ہے اور اس کی نقص (علت) کا بیان۔

۳۵۱۔ ابو درداء کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کیا ہر نماز میں قراءت ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں تو ایک انصاری آدمی نے کہا پھر تو واجب ہو گئی۔ ابو درداء کہتے ہیں کہ میں آنحضرت کے زیادہ قریب تھا آپ نے مجھے فرمایا میں سمجھتا ہوں کہ جب امام جماعت کرائے تو ان (مقتدیوں) کو کافی ہے اسی طرح ابو صالح جو لیث کا کاتب ہے اور اس نے اسمیں غلطی کی ہے اور اسی طرح زید بن حباب نے دو روایتوں میں سے جو معاویہ بن صالح سے اسے بیان کرنے میں غلطی کی ہے۔

۳۵۲۔ ایک اور سند بھی اسی طرح روایت ہے آپ نے فرمایا میرا خیال ہے کہ جب امام ہو تو وہ کافی ہے۔

ابو عبداللہ فرماتے ہیں کہ اس روایت کے متن میں راوی کا وہم ہے جو یہ فرمایا ما اری الرجل اذا ام القوم الا قد کفاھم کیونکہ دراصل یہ ابو درداء کا قول ہے۔

نیز زید بن حباب نے اس حدیث کو دو دفعہ بیان فرمایا ہے اور ایک دفعہ مرفوع کہہ دینے کا وہم اسی سے ہے۔ دوسری دفعہ صحیح بیان کیا ہے۔

چنانچہ دوسری سند سے (جیسے حافظ ابو عبداللہ نے بیان فرمایا ہے) کثیر بن مرہ حضرمی نے حضرت ابو درداء سے بیان کیا ہے کہ جب یہ حدیث بیان کی تو پھر فرمایا میرا خیال ہے کہ جب امام ہو تو وہ ان کو کافی ہے۔

ابن صاعد کہتے ہیں گویا کثیر بن مرہ نے ابو الدرداؓ کا قول قرار دیا ہے اور یہی صحیح ہے۔

حافظ ابو عبداللہ کہتے ہیں اس قول کے مرفوع نہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ...

حضرت ابو درداءؓ کا ایک دوسرا قول ہے جسے ابو سعید عبد الرحمن مہدی نے بیان کیا ہے اور معاویہ بن صالح نے واضح طور پر اسے ابو درداؓ کا قول کہا ہے۔

۳۵۳۔ چنانچہ عبد الرحمن بن مہدی کے واسطہ سے صحیح سند سے ابو درداؓ سے۔ یہ روایت ہے جس میں آپ نے فرمایا کہ ہاں ہر نماز میں قراءت ہے اور ایک آدمی نے وَجَبَتْ وَجَبَتْ کہا تو حضرت ابو درداء نے فرمایا کہ میرا خیال ہے کہ جب قوم کا امام ہو تو اس کو کافی ہے۔

۳۵۴۔ علامہ ابن خزیمہ ابن مدینی سے روایت کرتے ہیں کہ اگر مجھے رکن و مقام ابراہیم کے درمیان حلفاً بھی کہنا پڑے تو کہوں گا کہ یہ قول رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان سے نکلنا محال ہے کہ آپ خود کہیں کہ "میرا خیال ہے" یعنی دین میں شک و شبہ کی بات کہیں، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی امام کی قراءت کے کافی ہونے کو شک سے بیان کریں تو آپ کے بعد کون ہو گا جو تیقن سے بیان کر سکے۔ حالانکہ خود اللہ تعالیٰ نے عوام کی تعلیم کے لیے رسول اللہ صلی علیہ وسلم کو منتخب فرمایا ہے کہ انہیں فرائض و نوافل سکھائیں اس لیے یہ قول تو ابو درداء کے لائق ہی ہو سکتا ہے۔ جو ظن و تخمین کی

بنا پر کہا گیا ہو ۔ نیز ابو درداء کا ظن و تخمین کی بنا پر کہا ہوا قول کسی قسم کا حکم واجب نہیں ۱۴۹
کر سکتا ۔ جبکہ خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یقین سے ارشاد فرمایا ہو ۔ ان فی
کل صلوٰۃ قراءۃ جبکہ سائل نے پوچھا اور آنحضرت نے نعم فرمادیا ۔ نیز صحابی نے آپ
کے سامنے ارشاد گرامی سے استدلال وَجَبَتْ کیا ہو اور آپ نے انکار نہ کیا ہو یہ یقینی
تعلیم تو واقعی آنحضرت کی ہے اور شک و شبہ والا قول ابو درداء کا ہے ۔ والظن لا یغنی
من الحق شیئا اور یقیناً ظن کبھی غلط بھی ہو سکتا ہے ۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عبدالرحمن بن مہدی نے بھی ابن خزیمہ کی اس
بات سے اتفاق کیا ہے کہ یہ ابو الدرداء کا قول ہے ۔

۳۵۵ ۔ عبداللہ بن وہب کے واسطہ سے انکی اپنی سند سے بھی واقعہ اسی طرح ہے
کہ جب انصاری نے وَجَبَتْ کہا تو حضرت ابو درداؑ نے کہا کہ میرا خیال ہے جماعت میں
امام کی قراءت کافی ہے ۔

امام دارقطنی نے بھی فرمایا ہے واقعی یہ بات ہی درست ہے کہ یہ قول ابو درداؑ
کا ہی ہے ۔ اور اس میں زید بن حباب نے وہم کیا ہے ۔

۳۵۶ ۔ احمد بن محمد فقیہ کی روایت میں بھی اسی طرح ہے کہ ابو درداؑ نے اپنے شاگرد
کثیر کو یہ الفاظ کہے ۔

۱۵۰ اب امام عبدالرحمن بن مہدی اور حافظ عبداللہ بن وہب اور حماد بن خالد اور زید
بن حباب کی بھی ایک روایت سے یہ ثابت ہوا کہ یہ قول ابو درداء کا ہے ۔

تعجب تو ان لوگوں پر ہے جنہوں نے اپنا مسلک ثابت کرنے کے لیے ایسی
اخبار اکٹھی کیں اور عبدالرحمن بن صالح عن معاویہ ابن صالح والی اس اضافہ کے ساتھ
روایت بیان کر کے لکھ دیا کہ معاویہ بن صالح اندلس کا قاضی ہے ایک جماعت
نے ان سے یہ روایت نقل کی ہے ان میں عبدالرحمن بن مہدی اور عبداللہ بن وہب
قرشی اور زید بن حباب عکلی ہے پھر جب روایت بیان کی تو صرف زید بن حباب
کی کر دی اور عبدالرحمن بن مہدی اور عبداللہ بن وہب کی روایت بیان نہ کی اس

لوگوں کو وہم میں ڈال دیا کہ عبدالرحمن اور عبداللہ کو بھی اس اضافہ میں ان کے ساتھ کر دیا۔ اور اس طرح جھوٹ بول دیا یا لوگوں میں شبہ ڈال دیا حالانکہ عبدالرحمن بن مہدی اور عبداللہ بن وہب کی روایات اس طرح ہیں جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے۔

۳۵۷۔ ایک اور سند سے بھی یہ واقعہ ابو درداء سے مروی ہے جس میں یہ اضافہ کے الفاظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیے گئے ہیں لیکن اس میں معاویہ بن یحییٰ صدفی منفرد ہے اور وہ متروک الحدیث ہے اس پر یحییٰ بن معین، علی بن مدینی امام بخاری اور امام نسائی نے ... جرح کی ہے۔

۱۵۱ ۳۵۸۔ حضرت ابو درداء سے ایک قول بھی مروی ہے فرماتے ہیں کہ اگر میں سورہ فاتحہ پڑھنے کا وقت نہ پا سکوں تو بھی پڑھوں اگرچہ رکوع میں ہی ہو یعنی امام رکوع چلا جائے تو میں سورہ فاتحہ پڑھ کر رکوع کروں۔

۳۵۹۔ ایک اور قول بھی حضرت ابو درداء کا جو اس سے پہلے بیان ہو چکا ہے جس میں حکم دیا ہے کہ سورہ فاتحہ نہ چھوڑ خواہ امام جہر کرے یا نہ کرے۔ ایک روایت میں ہے اگرچہ امام رکوع میں چلا جائے تو بھی فاتحہ ضرور پڑھ لے بشرطیکہ تجھے رکوع کا کچھ نہ کچھ حصہ مل جانے کی توقع ہو۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ابو درداء کے پہلے قول کا بھی مطلب یہی ہے کہ فاتحہ کے علاوہ کی قراءت کافی ہے۔ یا یہ کہ مقتدی اونچی آواز سے نہ پڑھے۔

ایک اور روایت جسے مخالفین قراءت پیش کرتے ہیں اور اس کی تلبیس و تقصیر کا بیان۔

۳۶۰۔ حضرت انس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی اور صحابہ پر متوجہ ہو کر فرمایا امام کی قراءت کے ساتھ تم بھی قرارت کرتے ہو، صحابہ خاموش ہو گئے۔ آپ نے تین مرتبہ پوچھا تو انہوں نے کہا ہاں ہم قرارت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا نہ کیا کرو۔

امام ابو عبداللہ فرماتے ہیں کہ یہ روایت جو یوسف بن عدی کے واسطہ سے بیان

ہوئی ہے۔ اس نے مختصر بیان کی ہے اور اسے عبداللہ بن جعفر برقی، یحیی بن یوسف ذمی اور مخلد بن حسین نے عبید اللہ بن عمرو سے مکمل بیان کی ہے۔

۳۶۱۔ امام احمد بیہقی فرماتے ہیں کہ ہم اس روایت کو مکمل اسی کتاب میں درج کر چکے ہیں اس کے الفاظ ہیں فلا تفعلوا ولیقرأ احدکم بفاتحۃ الکتاب فی نفسہ کہ میرے پیچھے قراءت نہ کیا کرو صرف سورہ فاتحہ اپنے دل میں پڑھ لیا کرو۔

۳۶۲۔ اس کے علاوہ بھی میں نے بعض روایات دیکھی ہیں جو واہیات قسم کی ہیں جن سے عدم قراءت والے دلائل اخذ کرتے ہیں ان میں سے اسی یوسف بن عدی والی مختصر روایت کے ساتھ مخلد بن حسین کی روایت کا ٹکڑا لگا کر متن کی عبادت میں ایک الف زیادہ کر دیا۔ حالانکہ اس میں اس کی متابعت نہیں مل سکی انہوں نے روایت کو اس طرح بنا دیا ہے فلا تفعلوا اولیقرأ احدکم بفاتحۃ الکتاب فی نفسہ

۳۶۳۔ حالانکہ حافظ الحدیث علامۂ روزگار حافظ ابو عبد اللہ کی روایت حضرت انس سے جس کے الفاظ یہ ہیں فلما قضی صلوتہ اقبل علیہم بوجھہ فقال اتقرؤن فی صلوتکم خلف الامام والامام یقرء فقالہا ثلاث مرات فقال قائل او قائلون انا لنفعل ذلک قال فلا تفعلوا ولیقرأ احدکم بفاتحۃ الکتاب فی نفسہ۔

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکماً فرمایا ہے کہ سورہ فاتحہ پڑھا کرو اور الف زائد نہیں ہے جس سے مراد اولیقرأ نہیں بلکہ ولیقرأ ہے کیونکہ او سے امر کی بجائے اباحت آجاتی ہے کہ اگر چاہے تو پڑھ لے (اگرچہ مانعین قرأت کو اس سے بھی کچھ فائدہ نہیں پہنچ سکتا کیونکہ ان کے نزدیک تو سری قراءت میں بھی مقتدی کو پڑھنا منع ہے۔)

اس روایت کے راوی ابراہیم بن ابی طالب امام اور حافظ ہیں اسی طرح

ابوزکریا عنبری بھی عالم، ادیب اور پرہیزگار ہے اگر اس میں الف ہوتا تو ان سے
مخفی نہ رہتا۔

اسی طرح اس روایت کو ابویعلی موصلی جو ثقہ راویوں میں سے ہے نے بھی
بغیر الف کے بیان کیا ہے حالانکہ اگر الف زائد ہو تو بھی انہیں حاصل کچھ نہیں ہوتا
کیونکہ انہوں نے مقتدی کو اختیار نہیں دیا کہ خواہ پڑھے یا نہ پڑھے۔

۱۵۱ پھر انہوں نے اس روایت کے پیچھے ایک اور روایت بیان کی جو ابویعلے موصلی ۱۵۳
کے واسطہ سے ہے اور اس کے متن فلا تفعلوا کو الحدیث کہہ کر ختم کر دیا اور
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا حکم کہ دل میں فاتحہ پڑھو بیان نہ کیا اعاذنا اللہ من
ھذہ التحریفات والتلبیسات ہم حدیث کو بیان کر چکے ہیں۔

۹۴ ۳۔ حالانکہ وہی ابویعلی موصلی کی روایت جو ہمیں شیخ ابوعبداللہ کی معرفت
پہنچی ہے اس کے یہ الفاظ ہیں فلا تفعلوا ولیقرأ أحدکم بفاتحۃ الکتاب فی نفسہ
اسی طرح فقیہ ابوبکر حارثی کے واسطہ سے بھی یہ حدیث منقول ہے اس سے بھی ان
لوگوں نے والیقرأ أحدکم بفاتحۃ الکتاب فی نفسہ کو گرا کر بیان کیا ہے۔

عبدالسلام بن عبدالحمید نے واسطہ سے جو روایت ہے اس میں بھی ان الفاظ کو
گرایا گیا ہے۔ حالانکہ حدیث کے معاملہ میں اس قسم کی حرکات ناز وا ہیں کہ ایسا استثنا ہو
جو مستثنی منہ کے قائم مقام ہو تو ایک کو بیان کرے اور دوسرا چھوڑ دے
کیونکہ اگر ایسا ہو تو پھر یہ بھی جائز ہو گا کہ گواہ مستثنی منہ بیان کرے اور مستثنی کو چھوڑ دے
یعنی کچھ گواہی بیان کرے کچھ نہ کرے تو پھر اس سے اتنا فساد عظیم برپا ہو جس کا حل کرنا ہی مشکل
ہوگا۔ (افتؤمنون ببعض الکتاب وتکفرون ببعض)

پھر میں نے تو یہ بھی دیکھا ہے کہ اس حدیث کے نیچے یہ بھی لکھ دیا ہے کہ وہ اس
کو ابراہیم بن ابوطالب نے بھی مخلد سے بیان کیا ہے۔ حالانکہ وہ روایت تو ان کے خلاف
ہے موافق نہیں ہے (جیسا کہ پہلے روایت گذر چکی ہے) تو پھر دین کے معاملہ میں عوام
کو وہم و تلبیسات میں ڈالنے کے لیے اس طرح بیان کرنا کہاں کی دیانت ہے۔ حالانکہ

اگر مکمل روایت بیان کی جائے تو ان کے مذہب کو باطل کرتی ہے اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کی مثال یہ ارشاد فرمائی ہے کلابس ثوبی زور"۔

۳۶۵۔ ایک اور روایت نہایت مظلم سند کی رجاء بن ابی رجا کے واسطہ سے بھی بیان کرتے ہیں۔ حضرت انس کہتے ہیں کہ آنحضرت نے فرمایا من کان له امام فقراءة الامام له قراءة۔

یہ بھی ثقات کے خلاف روایت ہے اور اس روایت کے بھی خلاف ہے جس کو ابی الوتوبہ، الربیع بن نافع نے بیان کیا ہے جو کہ مندرج ہے۔ ۴

۳۶۶۔ حضرت انس سے روایت ہے کہ آپ نے نماز سے فارغ ہو کر صحابہ پر متوجہ ہو کر فرمایا کہ میرے پیچھے قراءت کرتے ہو تین دفعہ فرمایا تو انہوں نے کہا ہاں کرتے ہیں تو فرمایا فلا تفعلوا لیقرأ احدکم بفاتحۃ الکتاب فی نفسه۔

اب جو شخص بھی ان روایات کو دیکھے گا جو عبید اللہ بن عمر سے ہیں۔ نیز ایوب بن ابی قلابہ کی تمام روایات جو مرسل ہیں۔ نیز خالد حذاء عن ابی قلابہ کی تمام روایات بالکل اسی طرح سے ہی بیان کی جاتی ہیں۔ کیونکہ ان روایات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ فاتحہ پڑھنے کا مقتدیوں کو حکم دیا ہے۔ یہ ہی دلیل ہے کہ رجاء کی روایت مجہولین میں سے کسی نے گھڑی ہے۔ اللہ تعالے ہم کو اس قسم کے جھوٹ اور دھوکہ دہی سے خاص اپنے فضل و کرم سے بچائے رکھے۔

۳۶۷۔ حافظ ابو عبد اللہ فرماتے ہیں کہ یہ روایت ایک موضوع سند سے شعبہ عن قتادہ عن انس عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی بیان کرتے ہیں۔ جس کے الفاظ ہیں من کان له امام فقراءة الامام له قراءة۔

حافظ ابو عبد اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حافظ ابو احمد سے سنا وہ فرماتے تھے کہ عبد اللہ بن محمد بن یعقوب حدیثیں گھڑا کرتا تھا اور میں ابو احمد کی بات میں ذرا بھی شبہ نہیں کرتا ہوں کہ عبد اللہ ثقات کے نام پر احادیث وضع کیا کرتا تھا۔ اہل فن سے یہ چیز کوئی ڈھکی چھپی نہیں ہے۔ ۵۵

۱۵۸

امام بیہقی فرماتے ہیں سوید کا حافظہ آخر عمر میں متغیر ہو گیا تھا اس لیے اس کی بہت سی حدیثیں منکر ہیں۔ نیز یہ اثر عبید اللہ بن عمر کا موقوف ہے مرفوع نہیں ہے۔

۲۷۵۔ چنانچہ موقوف سند سے جو روایت ہے اس کے الفاظ یہ ہیں کہ جو شخص امام کے پیچھے ہو اس کو امام کی قراءت کافی ہے۔ جابر جعفی سے یہ غیر مرفوع بھی مروی ہے۔

۲۷۶۔ جابر جعفی کی روایت من کان له امام فقراءة الامام له قراءة اور جابر جعفی متروک الحدیث ہے۔ نیز اس جابر نے اس کو مرفوع بھی بیان کیا ہے جو غلط ہے۔

۲۷۷۔ حضرت مالک بن انس کے واسطہ سے بھی مرفوع بیان کی جاتی ہے۔

امام ابو عبداللہ فرماتے ہیں کہ یہ عثمان بن عبداللہ اپنے آپ کو قرشی کہتا تھا اس نے امام مالک سے روایت بیان کی ہے یہ کذاب ہے۔ یہ خراسان سے آیا اور (امام مالک) لیث بن سعد، ابن لہیعہ حماد بن سلمہ اور حماد بن زید وغیرہ سے ایسی حدیثیں گھڑ کر بیان کرتا تھا جو اکثر موضوع ہوتی تھیں۔

ہمارے استاد نے ہمیں اس کی کئی وضعی روایتیں بتائیں جعفر بن سہل کو بھی انہوں نے ۱۵۹
کذاب کہا ہے یہ غور و فکر کرنے والے کے لیے بالکل بین ہے۔

اور ابو احمد بن عدی نے بھی عثمان بن عبداللہ کو ...... وضاعین میں ذکر کیا ہے۔

نیز یہ حدیث موطا میں موقوف ہے مرفوع نہیں ہے اور یہ بھی باب ترک القراءة خلف الامام فیما یجہر (اس سے بھی احناف کی مطلب براری نہیں ہوتی)۔

۲۷۸۔ امام مالک سے عبداللہ بن عمر کا ایک قول ہے انہیں پوچھا گیا کہ کیا امام کے پیچھے قراءت کرنا چاہیے تو انہوں نے فرمایا کہ جب امام کے پیچھے ہو تو اس کو امام کی قراءت کافی ہے اور جب اکیلا پڑھے تو قراءت کرے۔ یہ کہا ہے کہ ابن عمر امام کے پیچھے قراءت نہیں کرتے تھے۔

سالم عن ابن عمر کی روایت بھی اسی پر دلالت کرتی ہے ہم ان کی روایت باب من ترک القراءۃ فیما یجہر بہا میں بیان کر چکے ہیں۔

۳۷۹۔ ایک اور وجہ سے روایت مرفوع بیان کی جاتی ہے لیکن وہ بھی لا شئے ہے۔
"عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ آنحضرت نے فرمایا من کان لہ امام فقراءۃ الامام لہ قراءۃ"

لیکن اس روایت کو روایت کرنے والی قوم ہی مجہولین کی ہے اللہ تعالی نے ہمیں یہ حکم نہیں دیا کہ ہر ایرے غیرے سے دین کی باتیں لے لو جسے تم پہچانتے بھی نہ ہو کیونکہ قاضی تو ایک درہم پر بھی غیر معروف کی شہادت قبول نہیں کرتا ہمیں بھی چاہیئے کہ دین کے معاملہ میں ایسے عظیم مسائل پر غیر معروف کی شہادت قبول نہ کریں۔

۳۸۰۔ ایک روایت بسند مظلم ابوحنیفہ سے بھی عن نافع عن ابن عمر موقوف بیان کی جاتی ہے اور ایک مرفوع اسکے الفاظ ہیں نہی عن القراءۃ خلف الامام۔ ۶۰

ابوعبداللہ فرماتے ہیں کہ مجھے ان مسلمان کہلانے والوں پر تعجب ہے جو اپنے امام پر ایسی صریح افترا پردازی کرتے ہیں حالانکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر کوئی شخص ایک جھوٹی بات کو جھوٹ سمجھنے کے باوجود بیان کرتا ہے تو وہ بھی جھوٹوں میں سے ہی ہے۔

اور حقیقت یہ ہے کہ اس روایت کے راوی محمد بن حسین ہمدانی اور محمد بن عبدالرحمن اور قاسم بن عبدالواحد اور بکر بن حمزہ سب ہی غیر معروف ہیں۔ اور امام ابو حنیفہ اس قسم کی وضعی روایات سے بری الذمہ ہیں۔ کیونکہ ان کی روایات نافع سے نہایت قلیل صرف چند گنتی کی ہیں جو اہل علم سے مخفی نہیں ہیں۔ اور اگر یہ حدیث احناف کے نزدیک صحیح ہوتی .... تو پھر موسی بن ابی عائشہ کی مرسل روایات سے کیوں تعلق قائم کرتے ہیں۔

۳۸۱۔ ابن عمر کی ایک اور مرفوع روایت بیان کرتے ہیں۔ عن سالم عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من کان لہ امام

فقراءۃ الامام له قراءۃ۔

حافظ ابو عبداللہ فرماتے ہیں یہ جھوٹ اور باطل چیز ہے اس کو ابو عصمہ نوح بن ابی مریم نے گھڑا ہوا ہے۔

۱۶۱ ابو عبداللہ بیہقی فرماتے ہیں کہ ابو عصمہ کی منکر روایات کی وجہ سے اہل علم نے اتنی جرح کی ہے جو بیان کی محتاج ہی نہیں۔

۳۸۲۔ اس کی روایت کی متابعت محمد بن فضل بن عطیہ نے بھی کی ہے وہ اس سے بھی زیادہ ضعیف ہے علی بن عمر فرماتے ہیں کہ محمد بن فضل متروک الحدیث ہے۔

۳۸۳۔ ایک اور سند سے سالم اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں اور راوی نے اس کے مرفوع ہونے میں شک کیا ہے۔ الفاظ یہ ہیں من کان له امام فقراءۃ الامام له قراءۃ۔

اس روایت میں معاویہ بن یحییٰ صدفی ضعیف اور ناقابل احتجاج ہے۔ نیز اس کے مرفوع ہونے میں شبہ کا اظہار کیا گیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس سند سے اس کا مرفوع ہونا باطل ہے البتہ اور سند سے صحیح الفاظ میں یہ قول ہے۔ سالم عن ابیه قال یکفیك قراءۃ الامام فیما یجھر۔

۳۸۴۔ عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ آنحضرت سے پوچھا گیا قراءت خلف امام کے متعلق تو فرمایا امام قراءت کرتا ہے۔

اس کا مرفوع ہونا بھی اس سند سے باطل ہے اس کا کوئی اصل نہیں ہے اس روایت کا سارا دارومدار صرف ماتبینی ۔۔۔۔۔ پر ہے۔

۱۶۱ شعبہ نے بھی ابن عمر کا موقوف قول نقل کیا ہے جو اس طرح ہے لیکن اس جیسی روایات جو مجہول اور معلول ہوں (وہ قابل احتجاج نہیں ہوتی ہیں) اور اگر ان سے احتجاج جائز ہو تو پھر ہم اس کے مقابلہ میں اسی طرح قابل احتجاج روایات پیش کر سکتے ہیں جو اس قسم کی ہیں جن میں سے ایک یہ ہے۔

۳۸۵۔ کہ عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں ہم نے آنحضرت کے ساتھ نماز پڑھی بعد میں

آپ نے پوچھا تم میرے پیچھے قراءت کیا کرتے ہو؟ صحابہ نے کہا ہاں کرتے ہیں تو فرمایا قراءت نہ کیا کرو سوائے سورہ فاتحہ کے۔ بصری نے کہا ہے کہ میری کتاب میں یہ روایت اسی طرح دو جگہ ہے۔

۳۸۶۔ ایک یہ کہ عبداللہ بن عمر کہتے ہیں ہم نے آنحضرت کے ساتھ نماز پڑھی فلما انصرف قال لنا هل تقرؤن اذا كنتم في الصلوٰة قلنا نعم قال فلا تفعلوا الا بام القرآن۔

دوسری روایت یہ ہے کہ عبداللہ بن عمر اور ابن غنم دونوں امام کے پیچھے قراءت کیا کرتے تھے۔ بصری کی کتاب میں تو اسی طرح تھا لیکن میرے نزدیک صحیح یہ ہے کہ دوسری روایت کا واقعہ عبداللہ بن عمر کی بجائے عبداللہ بن عمرو بن عاص کا واقعہ ہے البتہ اس کی متابعت میں مجھے لیث بن ابی سلیم کی حدیث ملی ہے لیکن میں اسے قابل احتجاج نہیں سمجھتا۔

۳۸۷۔ ایک اور سند سے بھی مجاہد سے عبداللہ بن عمر کا قول ہے۔ كان يقرأ خلف الامام۔

۳۸۸۔ ایک اور روایت مجاہد سے عبداللہ بن عمر سے مروی ہے کہ وہ ظہر اور عصر کی پہلی دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ اور کوئی اور سورۃ بھی پڑھتے اور دوسری دو رکعتوں میں صرف سورہ فاتحہ پڑھتے۔

ایک اور مانعین قراءت کی دلیل اور اس کے ضعیف ہونے کا بیان۔

۳۸۹۔ حضرت علی سے روایت ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت سے پوچھا کہ امام کے پیچھے میں قراءت کروں یا چپ رہوں آپ نے فرمایا چپ رہو تجھے امام ہی کافی ہے۔

ابواحمد فرماتے ہیں کہ اس روایت کو سوائے محمد بن سالم کے شعبی سے کسی نے روایت نہیں کیا اور یہ محفوظ نہیں ہے پھر اس سے قیس بن ربیع نے روایت کیا ہے اور محمد بن سالم کی روایات میں ضعف کا ہونا بالکل ظاہر ہے۔

ہمیں ابوعبداللہ نے بیان فرمایا کہ اس روایت کی سند میں کئی طرح سے ہم نے ایک

تو یہ ہے کہ اس کا راوی حارث بن عبداللہ ہمدانی کے سوا ہیں اور کوئی نہیں ملا پھر اپنی سند سے شعبی سے نقل کیا ہے کہ شعبی نے کہا .... کہ حارث کذابوں میں سے ہے۔ امام شعبی سے یہ بھی مروی ہے کہ اللہ کی قسم حارث کذاب ہے۔ ابراہیم نخعی نے بھی حارث کو متہم بالکذب بیان کیا ہے۔ مرہ بن شرجیل نے حارث اعور سے کچھ سنا تو اس کو غلط قرار دیدیا اور کہا کہ ذرا بیٹھ جاؤ حتی کہ میں تمہارے پاس آؤں۔ پھر مرہ ہمدانی گھر گئے اور تلوار لے کر آئے تو حارث نے کچھ برا محسوس کر لیا تو وہ اٹھ کر چلا گیا۔

ابوبکر بن ابی خیثمہ کہتے ہیں کہ یحییٰ بن معین سے حارث جو حضرت علی کا ساتھی تھا کے متعلق پوچھا گیا تو اس نے کہا وہ ضعیف ہے۔

پھر ایسا شخص جس کو مرہؓ بن شرجیل مباح الدم سمجھتے ہوں اور عامر شعبی اور ابراہیم نخعی نے جرح کی ہو اس کی روایت کے متعلق کیا خیال ہو سکتا ہے۔

نیز یحییٰ اور عبدالرحمن دونوں ہی ابو اسحاق عن الحارث عن علی والی روایت کو بیان ہی نہیں کرتے تھے۔

۱۶۴ ابو عبداللہ فرماتے ہیں پھر ہم نے اس روایت کی طرف دیکھا تو وہ جو شعبی سے بیان کرتا ہے تو وہ ابو سہل محمد بن سالم ہے اور اس کا حال یہ ہے کہ اہل علم کے نزدیک وہ بھی قریباً حارث کی طرح ہی ہے۔ پھر یہ روایت اپنی سند سے یحییٰ قطان اور عبدالرحمن سے بیان کرتے ہیں کہ وہ محمد بن سالم سے روایت کرتے ہی نہیں ہیں۔

بھی اس پر عبداللہ بن مبارک تا یحییٰ بن معین اور امام بخاری کی جرح نقل کی ہے۔

ابو عبداللہ فرماتے ہیں پھر ہم نے غور کیا تو اس حدیث کا راوی محمد بن سالم سے قیس بن ربیع ہے تو اس کا حال بھی اپنے دونوں ساتھیوں محمد بن سالم اور حارث جیسا ہی ہے۔

پھر یحییٰ اور عبدالرحمن بن مہدی سے منقول ہے کہ وہ بھی اس سے روایت نہ لیتے تھے ...... نیز یحییٰ بن معین اور امام بخاری نے

اس کی تضعیف بھی کی ہے۔

نیز حضرت علی سے یہ بھی ثابت ہے کہ وہ فاتحہ خلف الامام کا حکم فرماتے تھے جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے۔

۳۰۹۔ امام احمد فرماتے ہیں کہ یہ حدیث محمد بن سالم عن الشعبی عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم مرسل بھی بیان کی جاتی ہے جس کے الفاظ لا قرأۃ خلف الامام ہیں

علی بن مدینی کہتے ہیں کہ یہ روایت مرسل بھی ہے پھر یہ حدیث غسان بن ربیع سے بیان کی جاتی" پھر اس کے بعد یہ بھی فرمایا کہ غسان اس روایت میں منفرد ہے اور ضعیف ہے نیز قیس بھی اور محمد بن سالم بھی دونوں ضعیف ہیں۔

بعض مانعین قرآت نے جو روایات جمع کیں تو انہوں نے یہ روایت بیان کرنے کے بعد امام دارقطنی کا قول نقل کر دیا المرسل الذی قبلہ اصح منہ یعنی امام دارقطنی کا یہ لفظ صرف اصح منہ کی وجہ سے بیان کر دیا لیکن جو جرح انہوں نے کی ہے وہ نقل نہ کی یعنی غسان اور قیس اور محمد بن سالم پر جرح چھوڑ دی بلکہ یہ بھی کہا کہ امام دارقطنی نے صرف مرسل ہونا قابل قدح قرار دیا ہے جس سے روایت کی صحت ثابت ہوتی ہے اور اسی پر لفظ صحت یعنی اصح منہ کا اطلاق کر دیا ہے۔ حالانکہ یہ بہت بڑی ذلیل قسم کی دھوکہ بازی ہے۔ بھلا امام دارقطنی نے محمد بن سالم اور اس کے دونوں ساتھیوں پر جرح نہیں کی ہے؟ ۱۶۵

امام دارقطنی نے المرسل الذی قبلہ اصح منہ صرف اس لیے کہا ہے۔ کہ اس سے پہلے کی دو ضعیف روایات کے ساتھ نہ مل جائے اور دوسری موصول روایات کے ساتھ خلط ملط نہ ہو۔ اب یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ انہوں نے سوائے مرسل ہونے کے اور کوئی قدح نہیں کی حالانکہ وہیں محمد بن سالم کی تضعیف کی ہے بلکہ اپنی کتاب میں کئی جگہ پر یہ فرمایا ہے کہ یہ ضعیف ہے مرسل ہونے کی وجہ سے اور نیز محمد بن سالم کی روایت ہونے کی وجہ سے سوائے اس کے اس کو موصول بیان نہیں کیا اور یہ واقعی بہ حیثیت مرسل ہونے کے زیادہ صحیح ہوئی بہ نسبت اس روایت کے جس میں مرسل کو

موصول بیان کر کے اور بھی غلط کر دیا۔
اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ اسکو موصول بیان ہی بعد کے دو ضعیف راویوں نے کیا ہو یعنی قیس بن ربیع اور غسان بن ربیع تو اس طرح سے بھی محمد بن سالم کی مرسل اس دوسری روایت سے زیادہ درست ہوئی۔ امام دارقطنی کا منشا یہ ہے نہ کہ اس کی تصحیح کرنا۔
حافظ ابو عبد اللہ نے مجھے یہ بھی فرمایا کہ حافظ ابو علی حسین بن علی نے یہ فرمایا کہ محمد بن سالم عن الشعبی عن الحارث عن علی کی روایت پر غور مت کر کیونکہ یہ باطل روایت ہے اور محمد بن سالم متروک الروایت ہے۔
ایک اور حضرت علی کا قول جس سے مانعین قراءت دلیل لیتے ہیں اور اسکے ضعیف ہونے کا بیان۔
۳۹۱۔ حضرت علی فرماتے ہیں اس شخص کے بارے میں جو قراءت خلف الامام کرتا ہے
۱۶۶ کہ وہ فطرت پر نہیں ہے۔
یہ الفاظ دو سند سے مروی ہے ایک ابو حیان کے واسطہ سے دوسری ابو لیلی کے واسطے سے اور ابو علی کے واسطہ کی سند بہ نسبت ابو حیان کے بہتر ہے۔
۳۹۲۔ ایک اور سند سے بھی یہ الفاظ ہیں جو ابو لیلی تک جا کر مل جاتے ہیں۔ اس نے عبد الرحمن ابن اصبہانی سے روایت کیا ہے شاہد اس سے مراد مختار بن عبد اللہ بن ابی لیلی ہو جیسا کہ احمد بن یونس نے کہا ہے۔
۳۹۳۔ اسی مختار بن عبد اللہ کے واسطہ سے اور یہی الفاظ حضرت علی سے بیان کیے جاتے ہیں کہ جس نے قراءت خلف الامام کی اس نے فطرت کے خلاف کیا ابو حفص آبار نے بھی ابن ابی لیلے کے واسطہ سے حضرت علی سے یہ الفاظ بیان کیے ہیں۔
امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ سند بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ صحیح نہیں ہے۔
۱۶۷ ۳۹۴۔ قیس بن ربیع کے واسطہ سے بھی یہ الفاظ بیان کیے جاتے ہیں۔

۳۹۵۔ حسن بن عمارہ کے واسطہ سے بھی یہ روایت ہے۔ اور قیس بن ربیع کی سند سے بھی ہے جو صحیح نہیں ہے۔

۳۹۶۔ احمد بن محمد فقیہ کے واسطہ سے بھی یہ الفاظ حضرت علی کے مروی ہیں۔ من قرأ خلف الامام فقد اخطأ الفطرۃ۔

امام بخاری بیان فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن بشار ہی ابن ابی لیلے ہے اور ابن ابی لیلے کی کوئی سند بھی حضرت علی سے درست نہیں ہے ص۳۹۷ اور اس کو سوار بن مصعب نے روایت کیا ہے اور وہ بھی ضعیف ہے اس کی سند سے الفاظ ہیں فقد اخطأ الفطرۃ یا ترک الفطرۃ۔

۳۹۸۔ اسی ابن لیلے کے واسطہ سے یہ الفاظ بھی ہیں من قرأ خلف الامام ۱۶۸ لم یصب الفطرۃ۔

اس کی سند میں محمد بن سلیمان ہے امام ابواحمد فرماتے ہیں محمد بن سلیمان قلیل الحدیث ہے۔ اس کا یہ حال ہے کہ وہ اکثر اس کے علاوہ بھی غلطیاں کرتا رہتا ہے۔

۳۹۹۔ ابواسرائیل کے واسطہ سے الفاظ ہیں۔ من اقترأ خلف الامام فلیس علی الفطرۃ۔

ابوبکر بن حارث کہتے ہیں کہ ابواسرائیل کا حکم سے (جو اس روایت کا راوی ہے) کوئی اصل نہیں ملتا۔ نیز اس میں ملائی نے شک کیا ہے اور وہ ثقہ نہیں ہے۔

اور اس حدیث کا سارا دارومدار علی بن اصبہانی پر ہے اور تمام سندوں میں یہی آرہا ہے جو ہم نے بیان کر دی ہیں۔

حضرت علی بن مدینی فرماتے کہ عبدالرحمن نے سفیان ثوری سے پوچھا کہ اصبہانی کی حدیث قرأت خلف الامام کیسی ہے۔ تو انہوں نے کہا کہ میں نے خود اس سے پوچھا لیکن اس نے اس میں شک کیا ہے یا یہ الفاظ فرمائے کہ انہوں نے اس کی تصحیح نہیں کی۔

۴۰۰۔ امام احمد بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شعبہ کے واسطہ سے حضرت علی کا

قول ہے کہ مجھ کو امام کی قراءت کافی ہے۔

۱۶۹ حافظ ابوعبد اللہ فرماتے ہیں کہ مجھے حافظ ابوعلی نے بتایا کہ یہ حدیث مضطرب الاسناد ہے۔ فاسد ہے سنا قابل احتجاج ہے نہ تو عبد الرحمن اصبہانی کا سماع مختار بن ابی لیلے سے اور نہ ہی مختار بن ابی لیلے کا سماع حضرت علی سے ہے۔

اور جس شخص نے عمار دہنی عن ابن ابی لیلے سند بیان کی ہے وہ ابن ابی لیلے بھی مختار ہی ہے اور یہ سند ہی ناقابل احتجاج ہے۔

اور اگر اس کا سماع ثابت بھی ہو جائے تو بھی مختار کی طرح کے لوگوں سے احتجاج جائز نہیں ہے۔

علامہ ابن خزیمہ فرماتے ہیں کہ حدیث مختار بن عبد اللہ بن ابی لیلے کو سوائے اس حدیث کے اور کہیں نہیں سنا ہے اور یہ محض جھوٹ اور بہتان ہے جو حضرت علیؓ پر باندھا گیا ہے۔

۱۷۰۔ امام زہری نے عبید اللہ بن رافع کے واسطہ سے حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ فرماتے تھے کہ ظہر اور عصر کی ہر رکعت میں سورہ فاتحہ اور کوئی سورت بھی پڑھا کر۔ اسکی سند متصل ہے اور اسے عادل راویوں نے بیان کیا ہے، امام زہری اپنے زمانہ کے سب سے زیادہ عالم و حافظ عبد اللہ بن ابی رافع سے بیان کر رہے ہیں جو کہ حضرت علی کے کاتب تھے۔

اور اس قسم کی صحیح متصل حدیث کو مختار وغیرہ قسم کی روایات سے صرف وہ شخص رد کرے گا جو یا تو جاہل ہے (یا جان بوجھ کر جاہل بنا ہو یعنی متعصب ہو) اور ابن ابی لیلے کے متعلق جو کچھ کہا گیا ہے اسے سمجھنے کی کوشش ہی نہ کرے۔

نیز جو شخص حضرت علی کے مرتبہ و علم و فقاہت کو جانتا ہو وہ ان کے ذمہ اس قسم کی گفتگو منسوب ہی نہیں کر سکتا کیونکہ فطرت ہی تو دراصل اسلام ہے اور اگر یہ

۱۷۰ روایت قبول کر لیں تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ قراءت خلف الامام کرنے والے کو مخالف اسلام کہا جائے اور مخالف اسلام تو غیر مسلم ہی ہو سکتا ہے لیکن یہ کسی شخص نے بھی نہیں

کہا ہے ۔

۴۰۲۔ اور حضرت علی کا فرمان کہ ظہر اور عصر کی نمازوں کی ہر رکعت میں امام کے پیچھے سورہ فاتحہ بھی پڑھو اور ساتھ دوسری سورت بھی پڑھو۔ تو اس کی سند دنیا کی بہترین سندوں میں سے ہے۔

ایک اور روایت کا بیان جسکو منکرین قراءت بیان کرتے ہیں اور اس کے ضعیف کا بیان ۔

۴۰۳۔ ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کا امام ہو تو امام کی قراءت ہی اس کی قراءت ہے۔

ابو بکر بن حارث فقیہ کہتے ہیں کہ علی بن عمر کہتے ہیں اس روایت میں ابو یحیی التیمی یعنی اسمعیل بن ابراہیم اور محمد بن عباد رازی دونوں ضعیف ہیں ۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اسمعیل بن ابراہیم ابو یحیی کوفی بہت ہی ضعیف راوی ہے۔

۴۰۴۔ ایک اور سند سے بھی ابو ہریرہ کی روایت بیان کرتے ہیں کل صلوۃ لا یقرأ فیہا بام الکتاب فہی خداج الا صلوۃ خلف الامام ۔ ۱۷۱

شیخ ابو بکر نے یہ حدیث بیان کرنے کے بعد فرمایا ہے یہ بات محل نظر ہے حدیث کے علماء کے نزدیک یہ ثابت نہیں ہے۔ فرماتے ہیں کہ اس میں خالد نے غلطی کھائی ہے اور روایت کا متن بدل دیا ہے اصل لفظ تھے انی اکون احیانا خلف الامام تو اس نے اس کو بنا دیا الا خلف الامام یہ اس سے بھول ہوئی ہے اس کی دلیل دوسری روایت ہے اور وہ یہ ہے ۔

۴۰۵۔ ابو ہریرہ سے روایت ہے فرمایا کل صلوۃ لا یقرأ فیہا بفاتحۃ الکتاب فہی خداج فقلت وان کنت خلف الامام فقال اقرأ فی نفسک ۔

حافظ ابو عبد اللہ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک اس روایت کی بیماری (علت) اور وہم کی جگہ عبد الرحمن بن اسحاق ہے کیونکہ یحیی بن معین سے عبد الرحمن بن اسحاق

کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے اس کو ضعیف کہا اور امام احمد بن حنبل نے اسے منکر الحدیث کہا ہے۔

امام بیہقی فرماتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ کا مذہب قراءت فاتحہ خلف الامام میں اتنا مشہور ہے جس میں کسی قسم کا التباس ممکن نہیں ہے۔

بعض نے شعبہ کی اس روایت کو موقوف بھی بیان کیا ہے لیکن وہ دراصل مرفوع ہے جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے۔

۴۰۶۔ حضرت ابوہریرہ کی یہ بھی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر وہ نماز جس میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی جائے پس وہ خداج ہے تین مرتبہ فرمایا۔ شاگرد کہتا ہے کہ میں نے کہا اگر میں امام کے پیچھے ہوں تو۔ فرمایا دل میں پڑھا کر۔

۴۰۷۔ دوسری روایت کے الفاظ ہیں شاگرد نے کہا میں اگر امام کے پیچھے ہوں تو۔ آپ نے بازو کو پکڑا اور فرمایا اے فارسی کے بچے دل میں پڑھ۔

ایک اور مانعین قراءت کی دلیل اور اس کے ضعیف ہونے کا بیان۔

۴۰۸۔ ابن عباس سے روایت ہے آنحضرت نے فرمایا کہ قراءت کافی ہے خواہ امام آہستہ پڑھے یا جہر سے۔

ابوموسیٰ کہتے ہیں کہ میں نے امام احمد بن حنبل سے پوچھا کہ یہ قراءت کے بارے میں ہے تو فرمایا یہ منکر روایت ہے اس میں عاصم راوی قوی نہیں ہے اور اس کو مرفوع کہنا بھی وہم ہے۔

حافظ ابوعبداللہ کہتے ہیں کہ اس روایت میں عاصم بن عبدالعزیز اشجعی نے غلطی کی ہے۔
حافظ ابوعلی حسن بن علی فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک عون بن عبداللہ کا ابن عباس سے سماع ہی ثابت نہیں ہے یہ اس کا وہم ہے کیونکہ ابن عباس سے اس کے خلاف مروی ہے۔

بعض نے مسیب بن شریک کے واسطہ سے بھی یہ الفاظ کہے ہیں لیکن وہ بھی قابل احتجاج نہیں کیونکہ مسیب ضعیف ہے اور جس سے اس نے روایت کی ہے مبہم ہے۔

حسن بن عمارہ وہ بھی متروک الحدیث ہے۔

۴۰۹۔ بعض نے ایک مجہول سند سے نہشل بن سعید عن الضحاک عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم بیان کیا ہے کہ کیا تمہیں میری قراءت کافی نہیں ہے امام نماز کے لیے ضامن ہے۔

ہم ایسے مجہولین کی روایت کو قبول نہیں کرتے۔ نیز یہ منقطع بھی ہے کیونکہ ضحاک کی ابن عباس سے ملاقات ثابت نہیں ہے۔

۴۱۰۔ ابن عباس کی روایت ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ جس نماز میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی جائے وہ نماز نہیں سوائے اس کے کہ امام کے پیچھے ہو۔

حافظ ابو عبد اللہ فرماتے ہیں کہ علی بن کیسان کا نام ہم نے اسی سند میں سنا ہے۔ (یعنی مجہول ہے)

امام احمد بیہقی فرماتے ہیں کہ یہ روایت صحیح کیسے ہو سکتی ہے جبکہ ابن عباس سے حضرت عطا کے واسطہ سے مروی ہے اقرأ خلف الامام جھر او لم یجھر کہ امام کے پیچھے قراءت کر خواہ امام آہستہ پڑھے یا جہر سے پڑھے۔ دوسری روایت یوں ہے۔ لاتدع فاتحۃ الکتاب جھر الامام او لم یجھر۔

۴۱۱۔ تیسری روایت یوں ہے لاتقبل صلوٰۃ الا قرأت فیھا القرآن وان لم تقرأ الا بفاتحۃ الکتاب۔

۴۱۲۔ چوتھی روایت ہے عبد اللہ بن عباس فرماتے ہیں امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھ (اقرأ خلف الامام بفاتحۃ الکتاب) اور اس سند پر کسی قسم کا غبار نہیں ہے۔

۴۱۳۔ پانچویں روایت ہے ابن عباس فرماتے ہیں ہر جس نماز میں امام قراءت کرے تو بھی قراءت کر خواہ تھوڑی قراءت کریا زیادہ اور اللہ کی کتاب تھوڑی نہیں ہوتی۔

ایک اور دلیل مانعین قراءت کی اور اس کے ضعف کا بیان

۴۱۴۔ ابو سعید سے روایت ہے من کان لہ امام فقراءۃ الامام لہ

قراءۃ۔

دوسرے ذریعہ سے ہے کہ ابو سعید نے آنحضرت سے پوچھا کہ اگر آدمی امام کے پیچھے قراءت نہ کرے، تو اس کو کافی ہے فرمایا ہاں،

اور ایک اس سے بدتر سند سے ہے جس کے الفاظ ہیں من صلی خلف الامام فان قراءۃ الامام لہ قراءۃ۔

اس روایت کا تینوں طریقہ سے ہی دارومدار علی بن ابی ہارون عمارہ بن جوین عبدی پر ہے (اور وہ غیر ثقہ ہے) اور ربیع بن بدر کا نام علیلہ آیا ہے وہ مجہول روائتیں بیان کرتا ہے۔

امام ابو داؤد سجستانی فرماتے ہیں علی بن ابی ہارون عبدی متروک الحدیث ہے۔

امام بخاری فرماتے ہیں عمارہ بن جوین ابو ہارون عبدی کذاب ہے۔

دوسرا راوی ربیع بن بدر ہے اس کو یحییٰ بن معین نے ضعیف ہے اسی طرح قتیبہ وغیرہ نے بھی ضعیف کہا ہے۔

پھر یہ روایت ابو سعید سے صحیح کس طرح ہو سکتی ہے جبکہ ہم بسند صحیح ابو سعید کی روایت بیان کر چکے ہیں فرماتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے۔

۱۷۵ کہ سورہ فاتحہ پڑھا کریں (غیر) جو میسر ہو حالانکہ صحابی آپ کے پیچھے نماز پڑھا کرتے تھے۔

دوسری روایت میں ابو نضرہ نے حضرت ابو سعید سے پوچھا کہ ہم امام کے پیچھے قراءت کریں تو انہوں نے فرمایا سورہ فاتحہ پڑھو۔

اگر علیلہ بن بدر کی روایت قابل استدلال ہے تو یہ بطریق اولیٰ قابل استدلال ہے اور وہ یہ روایت ہے۔

۱۷۶۔ حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ آنحضرت نے ہم کو نماز پڑھائی پھر ہم پر متوجہ ہوئے اور پوچھا کہ تم میرے پیچھے قراءت کرتے ہو بعض نے کہا ہاں قراءت کرتے ہیں بعض نے کہا نہیں تو فرمایا سورہ فاتحہ ضرور پڑھا کرو۔

اگرچہ اس روایت کا راوی بھی علیلہ بن بدر ہی ہے اور وہ ضعیف بھی ہے لیکن اس کا اصل ایوب سختیانی کی روایت سے ضرور ہے۔

مانعین قراءت کی ایک اور دلیل اور اس کے ضعف کا بیان

۱۷ا۔ حضرت بلال سے روایت ہے کہ آنحضرت نے مجھے حکم دیا کہ میں امام کے پیچھے قراءت نہ کروں

حافظ ابو عبداللہ فرماتے ہیں کہ یہ باطل ہے اور سفیان ثوری (جن کے ذمہ یہ روایت لگائی گئی ہے) وہ اللہ کو گواہ کر کے اس روایت سے برأت کا اظہار فرماتے تھے۔ ۱۰۶

حافظ ابو عبداللہ نے کتاب التلخیص میں اسی روایت کا ذکر کر کے فرمایا ہے کہ یہ اس قسم کی روایات میں سے ہے جن کا سماع ہی ثابت نہیں ہو سکتا اور اگر واقعی امام سفیان ثوری سے یہ روایت ثابت ہو تو اہل علم سے کبھی مخفی نہ رہتی۔ اور اس کی صحت میں اختلاف نہ ہوتا۔

حافظ ابو عبداللہ فرماتے ہیں کہ یہ واقعی درست ہے کہ یحییٰ بن جعفر رے کا قاضی ثقہ اور مضبوط آدمی ہے وہ اس جیسی گندگی میں ملوث نہیں ہو سکتا البتہ جس شخص نے اس سے روایت کی ہے یعنی جو اس کے ذمہ لگا رہا ہے وہ دو حال سے خالی نہیں ہے اگر سچا ہے تو اس نے غلطی سے کوئی اور روایت اس میں داخل کر دی ہے اور اگر جھوٹا ہے تو یہ روایت اس نے خود گھڑی ہے اور عیسیٰ بن جعفر کے ذمہ لگا دی ہے

بعض لوگوں نے یہ روایت بیان کر کے ہمارے شیخ ابو عبداللہ سے عیسیٰ بن جعفر کی توثیق نقل کر دی ہے اور باقی تمام کلام ان کی چھوڑ دی ہے اور دوسری جگہ ابو حامد کی روایت تاریخ سے نقل کر دی اور اس پر جو جرح ہوئی ہے وہ چھوڑ دی ہے۔ حالانکہ یہ انصاف کی بات نہیں ہے۔

ایک اور روایت جس سے بے علم لوگ دلیل لیتے ہیں۔

۱۸ا: نواس بن سمعان کہتے ہیں میں نے آنحضرت کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھی میری دائیں طرف ایک انصاری تھا اس نے آنحضرت کے پیچھے قراءت کی اور بائیں طرف ایک مزنی تھا وہ کنکریوں سے کھیلتا رہا نماز کے بعد انصاری قراءت کرنے والے کو ،

سو الحمد للہ خدا کا احسان ہے کہ ہم نے اس مسئلہ میں بھی اور دوسرے مسائل میں ۱۰۹
بھی اسی اصل کو روایات کے رد و قبول میں استعمال کیا ہے۔ ہاں احادیث کے رواۃ کی
جرح و تعدیل بالتفصیل بیان کرنے سے کتاب میں خواہ مخواہ کی طوالت ہو جاتی (لہذا
ہم نے اس کو چھوڑ دیا) احادیث پر تنقید کرنے والوں نے اس مضمون پر بہت سی کتابیں
تصنیف کی ہے جو اس کے متعلق معلومات حاصل کرنا چاہے وہ ان کتابوں کو دیکھے ان کی
پہچان میں کوشش کرے انشاء اللہ تعالیٰ اسے بہت کچھ معلوم ہو جائے گا۔

اور اس نے دعوی کیا ہے کہ حدیث کی صحت معلوم کرنے کے لیے سب سے بڑا اصول
یہ ہے کہ وہ حدیث کتاب اللہ کے موافق ہو اور یہی وجہ ہے کہ شریعت میں حکم ہے۔ کہ
احادیث کو قرآن پر پیش کیا جائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی احادیث میں اس کا حکم دیا
ہے اور اس اصول کے مطابق کہ ہمارے دعوی کی تائید میں وہ احادیث ہیں جو کتاب اللہ کے
موافق ہیں اور پہلے (قرآن و حدیث کی) نص بھی بیان کی جا چکی ہے اور اجماع کا تذکرہ بھی
ہو چکا ہے۔ لہذا ہمارے دعوی کی صحت ثابت ہوئی۔

قرآن کا دعویٰ

حالانکہ یہ دعوی باطل ہے اور وہ احادیث جو اس مضمون کی ہیں کہ احادیث کو قرآن پر
پیش کیا جائے وہ مردود ہیں وہ منقطع بھی ہیں اور ان کے راوی نہایت ضعیف اور مجہول
ہیں بالکل انہی احادیث کی طرح جن سے اس مسئلہ میں حجت لی گئی ہے۔

اور ہم نے کتاب المدخل میں ان احادیث کو بیان کیا ہے اور ان کی علت اور ضعف
کو کھول کر بیان کیا ہے جو شخص ان کی حقیقت معلوم کرنا چاہیئے وہ اس کی طرف
رجوع کرے۔

اور یہ خیال کہ ان کے دعوی کی احادیث کتاب اللہ کے موافق ہیں صحیح نہیں ہے۔ کہ
کیونکہ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں ہے کہ ہر انسان کو اس کا اپنا عمل ہی مل سکتا ہے
دوسرے کا نہیں مل سکتا۔ اللہ تعالے فرماتے ہیں "انسان کے لیے وہی ہے جو اس نے خود
کوشش کی"۔ اور فرمایا "تا کہ ہر آدمی کو اس کی کمائی کا بدلہ دیا جائے"۔ اور فرمایا "اس کے لیے ہے جو
اس نے کمایا اور جو گناہ کیے ان کا وبال بھی اسی پر ہوگا"۔ اور ان کا دعوی نہایت کمزور احادیث

کی بنا پر یہ ہے کہ قرائت کے بارے میں امام کا عمل امام اور مقتدی دونوں کے لیے ۱۷۹
ہے اور مقتدی کو اس عمل سے حصہ مل جائے گا جو نہ تو اس نے کمایا اور نہ امام کی قرائت
کے ساتھ کوئی کوشش کی۔ حالانکہ اصول کی بنیاد یہ ہے کہ کوئی انسان کسی دوسرے
کے عمل سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ ہاں اس سے وہ امور مستثنیٰ ہیں جو صحیح سنت سے مخصوص
ہو چکی ہیں جیسے حج اور عمرہ اور میت کی طرف سے زکوٰۃ یا قرضہ کا ادا کرنا یا اس کے
حق میں دعا کرنا اور پھر یہ بھی ملحوظ رہے کہ حج اور عمرہ فاعل اور مفعول عنہ میں
مشترک نہیں ہوں گے بلکہ وہ صرف مفعول عنہ کی طرف سے شمار کیے جائیں گے اور
اسی طرح زکوٰۃ اور قرضہ وغیرہ بھی۔

اور جو آدمی یہ کہتے ہیں کہ امام کی قرائت مقتدی کی قرائت ہے وہ اس قرائت
کو امام اور مقتدی دونوں میں مشترک سمجھتے ہیں اور اسی حدیث کی مخالفت کر رہے ہیں
جس سے دلیل لے رہے ہیں کہ یہ حدیث تو کہتی ہے کہ امام کی قرائت مقتدی کی قرائت
ہے اور یہ کہتے ہیں کہ امام کی قرائت مقتدی اور امام دونوں کی قرائت ہے اور پھر قرآن مجید
کی بھی کھلی ہوئی مخالفت کر رہے ہیں کہ وہ تو بیان کرتا ہے کہ ہر آدمی کے لیے اس کی
اپنی کوشش ہے اور اپنی کمائی ہے اور یہ کہتے ہیں کہ امام کی کمائی اور کوشش امام اور مقتدی
دونوں کے لیے ہے سو یہ لوگ اس لحاظ سے قرآن کے بھی مخالف ہیں اور اپنی بیان کردہ
کمزور احادیث کے بھی مخالف ہیں اور پھر یہ کمزور احادیث کتاب اللہ کے بھی مخالف ہیں جیسا
کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں سو اللہ کی کتاب میں کوئی ایسی آیت نہیں جو ان کی کمزور احادیث
کی موافقت کرے۔

اور وہ جو نص کا دعویٰ کرتے ہیں یہ بھی غلط ہے کیونکہ نص وہ ہوتی ہے جس میں تاویل
کا احتمال نہ ہو حالانکہ ہم نے ان کے قرآن و احادیث کے استدلال کے مقام کے کئی
ایک صحیح احتمالات بیان کیے ہیں اور ہم نے ان احتمالات کی صحت پر واضح دلائل
سے استدلال کیا ہے۔

اور اللہ تعالےٰ کا قول کہ "جب قرآن پڑھا جائے تو اس کو سنو اور خاموش رہو تاکہ

تم پر رحم کیا جائے"۔ ان دلائل میں سے ہے جن سے اہل حجاز نے استدلال کیا ہے اور امام شافعی کے قدیم قول میں بھی اس سے استدلال کیا گیا ہے اور اسی طرح جو حدیثیں اس مضمون کی وارد ہوئی ہیں۔ سو ان لوگوں کا اس آیت اور ان احادیث سے استدلال کرنا ایسا ہے جیسا کوئی بھوکا ہو کر ظاہر کرے کہ پیٹ بھرا ہوا ہے یا جیسے کوئی جھوٹ کا لباس پہن لے وہ اتنا فرق ہی نہیں کر سکتا کہ کونسا قرآن ہے جو سنا جا رہا ہے (اور قرئ القرآن کے تحت آسکتا ہے اور کونسا ہے جو نہیں سنا جا رہا ہے)

اس آیت اور احادیث کے ظاہری الفاظ سے سننے اور نہ سننے کا فرق ظاہر ہو رہا ہے (اور یہ جہری اور دوسری دونوں نمازوں میں خاموش رہتے ہیں) اور ہم نے ان احادیث کو بشرط صحت ترک جہر بقرارت اور سورہ فاتحہ کے علاوہ سورۃ کے پڑھنے پر محمول کیا ہے ...... اور ہم نے اس آیت کے شان نزول کے متعلق احادیث نقل کی ہیں کہ یہ آیت نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بلند آواز سے قرائت کرنے کے متعلق نازل ہوئی ہے یا بعض کے بعض سے کلام کرنے کے بارے میں سو ہم نہ تو نماز میں کلام ہی کرتے ہیں اور نہ امام کے پیچھے بلند آواز سے قرأت کرتے ہیں بلکہ
ہم سورہ فاتحہ امام کے سکتات میں پڑھتے ہیں یا سری نمازوں میں اس کے ساتھ پڑھتے ١٨٠
ہیں کیونکہ خداوند تعالےٰ نے فرمایا ہے "اور اپنے رب کو اپنے دل میں تضرع اور آہستگی سے یاد کرتا رہ بول کر بلند آواز سے قرائت نہ کر خصوصًا صبح اور شام"۔ اگرچہ اس آیت میں خطاب تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو ہے لیکن مراد اس سے آپ بھی ہیں اور دوسرے لوگ بھی۔

کیونکہ صبح اور مغرب اور عشا کی پہلی دو رکعتوں میں آیت مذکورہ کو آنحضرت کے علاوہ دوسرے لوگوں پر محمول کرنا اولے ہے کیونکہ آپ تو امام ہوا کرتے تھے اور ان رکعات میں آپ قرآت بالجہر کرتے تھے اور مقتدی ہی ان رکعات میں قراءت بالسر کرے گا اور آہستہ آواز سے قراءت فاتحہ کرے گا جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے اس آیت میں حکم دیا ہے اور امام کی قرأت کو سنے گا اور قرارت بالجہر سے رکے گا اور

آپس کی کلام سے باز رہے گا جیسا کہ پہلی آیت میں حکم دیا گیا ہے سو بحمد اللہ ہم نے دونوں آیتوں اور دوسری تمام آیات پر جن کا ذکر ہو چکا ہے عمل کیا اور فتوے دیا اور کسی آیت کی مخالفت نہ کی ۔

اجماع کا دعویٰ

باقی رہا اجماع کا دعویٰ سو یہ باطل ترین دعویٰ ہے۔ اس مسئلے میں اختلاف مشہور ہے پھر اجماع کہاں سے آگیا جس کا مدعی بار بار دعویٰ کر رہا ہے شاید اسے اہل علم کے مذاہب کا پتہ نہیں ہے یا جان بوجھ کر جاہل بن رہا ہے یا ضعفاء کی روایات پر بھروسہ کر رہا ہے اللہ ہمیں ایسی باتوں سے محفوظ رکھے ۔

اور بعض لوگوں نے اس مسئلہ میں کچھ اور احادیث سے بھی استدلال کیا ہے ۔ جو مجہول اور منقطع ہیں اور پھر ایک فصل لکھی ہے جس میں مرسل احادیث پر اور مجہولین کی روایت پر اور مرسل سے دلیل لینے پر بحث کی ہے اور اس بحث کا مقام علم اصول کی کتابوں میں ہے ۔

اور ہم نے کتاب المدخل میں ان آثار سے بحث کی ہے جو اس مضمون میں وارد ہیں اور ہم نے اس کتاب میں بھی اور دوسری کتابوں میں بھی مرسل احادیث کی بحث لکھی ہے۔ جو ان میں سے مقبول ہیں اور جو مردود ہیں اور مرسل مقبول وہ ہے جس کی تائید کسی اور صحیح حدیث سے بھی ہو جاتے اور جو اس بحث کو دیکھنا چاہے وہ اس کتاب کی طرف رجوع کرے ۔

مرسل کی مقبولیت کے شرائط

اور اس قائل نے جو صحابہ کی مرسل احادیث کا ذکر کیا ہے سو صحابہ رضی اللہ عنہم کی مراسیل مقبول ہیں اور اسی طرح کبار تابعین کی مراسیل بھی بشرطیکہ ان کی تائید کسی اور حدیث سے ہو جائے اور پتہ چل جائے کہ جن لوگوں سے وہ مرسل روایت بیان کرتے ہیں وہ عادل ہیں مشہور ہیں اور ضعفاٗ اور مجہولین کی روایت سے اجتناب کرتے ہیں اور اس مرسل حدیث کی متابعت بعینہ ان لوگوں سے ہو جائے جن سے علم قبول کیا جاتا ١٨١
ہے یا یہ مرسل روایت بعض صحابہ یا عوام اہل علم کے قول کی تائید کرتی ہو اور یہ مرسل حدیث کسی متصل اور معروف حدیث کی مخالف نہ ہو اگر مخالف ہو گی

تو متصل معروف کو ترجیح ہوگی۔

اور کبار تابعین کے بعد وہ لوگ ہیں جو مجہول اور ضعیف راویوں سے روایت کرنے میں تساہل سے کام لیتے ہیں سو ہم ان کی مرسل روایتیں قبول نہیں کرتے کیونکہ ہمیں معلوم نہیں کہ جس آدمی سے ارسال کیا گیا ہے وہ بھروسہ کے قابل ہے یا غیر معتبر ہے حافظ ابو عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا ہے کہ آپ نے مراسیل کے تذکرہ میں فرمایا" اور کبار تابعین کے بعد مجھے کوئی ایسا آدمی معلوم نہیں جس کی مرسل روایتیں قبول کر لی جاتی ہوں" اور اس کی کئی ایک وجوہات ہیں۔

ایک یہ ہے کہ وہ اپنے مروی عنہ کی کمزوریوں سے عموماً درگذر کر جاتے ہیں اور دوسری وجہ یہ ہے کہ ان کی مراسیل کے ضعف پر دوسرے دلائل قائم ہو جاتے ہیں اور تیسری وجہ یہ ہے کہ احادیث کی تنقید لوگ دوسروں پر چھوڑ دینے لگے جب یہ صورت حال پیدا ہو جائے تو وہم کا امکان زیادہ ہو جاتا ہے اور مروی عنہ کا ضعف زیادہ نمایاں ہو جاتا ہے۔

امام مسلم بن حجاج رحمۃ اللہ علیہ اپنی صحیح کے خطبہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے باسند نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا ایک وہ وقت تھا کہ ہم جب کسی آدمی کو کہتے سنتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تو ہم اس کی طرف دیکھنے لگتے اور اس کی طرف کان لگا لیتے پھر جب لوگ رطب و یابس بیان کرنے لگے تو اب ہم صرف ان لوگوں سے احادیث لیتے ہیں جن کو ہم جانتے ہیں۔

ابن سیرین فرماتے ہیں کہ لوگوں پر ایک وقت ایسا بھی گذرا ہے کہ کوئی آدمی سند کے متعلق نہیں پوچھتا تھا پھر جب فتنے زیادہ ہو گئے تو حدیث کی سندیں پوچھی جانے لگیں۔

عبد اللہ بن مبارک فرماتے ہیں حدیث کی سند دین کا حصہ ہے اگر سند نہ ہو تو جو آدمی چاہے اور جو چاہے کہہ جائے اور جب کسی سے یہ پوچھ لیا جائے کہ یہ حدیث تم کو کس نے سنائی ہے تو وہ سوچ سمجھ کر بیان کرے گا۔

اور ہم امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کر آئے ہیں کہ انہوں نے فرمایا" لوگ کہتے ہیں کہ ہم (حدیث کی تنقید میں راویوں کی) محبت کو ملحوظ رکھتے ہیں اگر دوستی کا کچھ لحاظ ہوتا

تو ہم زہری سے محبت کرتے۔ حالانکہ ہم کہتے ہیں کہ زہری کی مراسیل کوئی شئے نہیں ہیں کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ زہری سلیمان بن ارقم جیسے لوگوں سے روایت کر جاتا ہے۔

امام احمد بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ابراہیم نخعی کا بھی یہی حال ہے اگرچہ وہ خود ثقہ ١٨٢
ہے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ وہ مجہول لوگوں سے روایت کر جاتا ہے جن سے اس کے سوا کوئی بھی روایت نہیں کرتا مثلاً ھُنی بن نویرہ اور جزامہ طائی اور قرثع الضبی اور یزید بن اویس وغیرہ اور مراسیل کے بارے میں ایک دوسرے پر سپردگی بہت پائی جاتی ہے۔ ہم اس جگہ اس کی ایک مثال بیان کرتے ہیں۔

ہم سے ابوسعید احمد بن محمد مالینی نے بیان کیا کہ ہمیں ابو احمد بن عدی حافظ نے خبر دی کہ ہمیں عبدالکبیر بن عمر خطابی نے بصرہ میں خبر دی کہ ہم سے محمد بن سعید قطان نے حدیث بیان کی کہ میں نے نصر بن حماد سے سنا وہ کہہ رہے تھے کہ ہم شعبہ کے دروازہ پر بیٹھے ہوئے تھے اور حدیث کا تذکرہ کر رہے تھے میں نے کہا مجھے اسرائیل نے ابواسحٰق سے حدیث سنائی اس نے عبداللہ بن عطا سے سنی اس نے عقبہ بن عامر سے اس نے کہا کہ ہم باری باری رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اونٹ چرایا کرتے تھے ایک دن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا تو صحابہ آپ کے گرد حلقہ بنائے ہوئے تھے میں نے سنا آپ فرما رہے تھے جو آدمی اچھی طرح وضو کرے پھر دو رکعت نماز پڑھے اور اللہ سے بخشش مانگے تو اللہ تعالےٰ اسے معاف کر دیتے ہیں۔

عقبہ کہتے ہیں میں نے کہا بہت خوب بہت خوب کہتے ہیں ایک آدمی نے مجھ کو پیچھے سے کھینچ لیا میں نے پیچھے پلٹ کر دیکھا تو وہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ تھے کہنے لگے آپ نے جو اس سے پہلے فرمایا وہ اس سے بھی خوبتر ہے میں نے پوچھا آپ نے کیا فرمایا ہے۔ کہنے لگے آپ نے فرمایا ہے "جو آدمی شہادت دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے اور محمد اللہ کے رسول ہیں اس کو کہا جائے گا کہ جنت کے جونسے دروازے سے چاہو داخل ہو جاؤ۔"

نصر کہتے ہیں پھر شعبہ مکان سے باہر آئے اور مجھے ایک طمانچہ جڑ دیا پھر اندر چلے گئے

نصر کہتے ہیں میں ایک طرف ہو کر رونے لگا پھر شعبہ باہر آئے اور کہنے لگے تو کیوں رو رہا ہے عبداللہ بن ادریس نے شعبہ سے کہا آپ نے اس سے بدسلوکی کی ہے وہ کہنے لگے دیکھو تو سہی یہ حدیث بیان کر رہا ہے۔ اسرائیل عن ابی اسحق عن عبداللہ بن عطا عن عقبۃ ابن عامر عن النبی صلے اللہ علیہ و سلم۔

شعبہ کہتے ہیں میں نے ابواسحق سے پوچھا تجھے یہ حدیث کس نے سنائی اس نے کہا عبداللہ بن عطا نے عقبہ بن عامر سے میں نے کہا عبداللہ بن عطا کا سماع عقبہ بن عامر سے کیا ثابت ہے؟

شعبہ کہتے ہیں ابواسحق غصہ میں بھر گیا اور مسعر بن کدام اس وقت موجود تھا کہنے لگا تو نے شیخ کو ناراض کر دیا میں نے کہا اس حدیث کی صحت تو معلوم کی جائے گی تو مسعر نے کہا عبداللہ بن عطا تو مکہ میں ہے۔ شعبہ کہتے ہیں میں مکہ میں آیا اور عبداللہ بن عطا سے ملاقات کی اور اس سے پوچھا اس نے کہا مجھ سے سعد بن ابراہیم نے یہ حدیث بیان کی تھی۔

شعبہ کہتے ہیں پھر میں امام مالک بن انس سے ملا تو انہوں نے کہا سعد تو مدینہ میں ہے وہ اس سال حج کے لیے نہیں آیا۔ شعبہ کہتے ہیں پھر میں مدینہ میں آیا اور سعد سے
۱۸۳ ملاقات کی اور اس سے پوچھا اس نے کہا یہ حدیث تو تمہارے پاس ہی ہے مجھ سے زیاد بن مخراق نے یہ حدیث بیان کی ہے۔

شعبہ نے کہا جب اس نے زیادہ کا نام لیا تو میں نے کہا اس کا اس حدیث میں آنا کیسے ہوا پہلے وہ کوفی تھا پھر وہ مکی ہو گیا پھر مدنی ہو گیا پھر بصری کہلانے لگا۔

شعبہ کہتے ہیں پھر میں نے بصرہ کی طرف کوچ کیا اور زیاد بن مخراق سے ملاقات کی اور اس سے اس حدیث کے متعلق پوچھا۔ اس نے کہا یہ حدیث تیرے لائق نہیں ہے۔ میں نے کہا مجھ سے بیان تو کرو کہنے لگا میں نہیں بیان کرنا چاہتا میں نے دوبارہ کہا مجھ سے حدیث بیان کرو کہنے لگا مجھے شہر بن حوشب نے ابو ریحانہ سے حدیث سنائی اس نے عقبہ بن عامر سے انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث سنی۔

شعبہ نے کہا جب اس نے شہر کا نام لیا تو میں نے کہا اس حدیث کو دفع کرو۔

اگر یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح طور پر ثابت ہو جاتی تو مجھے یہ اپنے مال و دولت اور اہل و عیال اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب ہوتی۔

اس حکایت کو عبدالرحمن بن مہدی اور بشر بن مفضل نے بھی شعبہ سے مختصر طور پر روایت کیا ہے۔

اور بعض لوگوں نے اپنے دلائل میں اس مرسل حدیث سے بھی استدلال کیا ہے۔

۴۱۹ یحییٰ بن عبداللہ بن سالم عمری اور یزید بن عیاض دونوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کا تم میں سے کوئی امام ہو اور وہ اس کی اقتدا کر رہا ہو تو امام کے ساتھ قرارت نہ کرے کیونکہ امام کی قرأت مقتدی کی قراءت ہے۔

پھر فرمایا کہ یحییٰ تو عبداللہ بن سالم بن عبداللہ بن عمر العدوی کا بیٹا ہے اور یزید عیاض بن جعدبہ لیثی بصری کا بیٹا ہے اور یہ دونوں ثقہ ہیں اور اس حدیث کو قابل اعتنا سمجھا کیونکہ اس میں تاویل کی کوئی گنجائش نہیں ہے اور یحییٰ بن عبداللہ میں بحث ہے اور ہو سکتا ہے کہ ابن وہب ہی نے اس حدیث کے الفاظ کو یزید بن عیاض کی حدیث پر محمول کیا ہو اور یزید عیاض پر تمام اہل علم محدثین نے جرح کی ہے۔ اس کو ابو احمد بن عدی نے ضعفائیں شمار کیا ہے۔

اور با اسناد مالک بن انس سے مروی ہے کہ ان سے ابن سمعان کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا وہ کذاب ہے۔ پھر یزید بن عیاض کے متعلق پوچھا گیا تو کہا بہت جھوٹا ہے بہت جھوٹا ہے۔

اور یحییٰ ابن معین نے کہا یزید بن عیاض کوئی چیز نہیں ہے اس کی حدیث نہ لکھی جائے اور ایک روایت میں ہے کہ یحییٰ نے کہا وہ کوئی چیز نہیں ہے ضعیف ہے۔

۱۸۴ امام بخاری نے کہا یزید بن عیاض مدنی متروک الحدیث ہے۔ جب حافظان حدیث کے اقوال اس کے متعلق یہ ہوں تو اس کی توثیق کہاں سے ہو گئی ہاں اگر کوئی اور حدیث اس کی موافقت میں مل جائے تو پھر وہ ثقہ ہو گا اور محمد بن اسحاق بن یسار نے جب اس کے خلاف روایت کیا ہے تو اب یہ غیر ثقہ ہو گا اور اگر بالفرض یہ الفاظ صحیح بھی ثابت ہو جائیں تو احتمال ہے کہ ان کا مطلب یہ ہو کہ امام کے ساتھ نہ پڑھے

یعنی اس کے ساتھ قراءت جہر سے نہ کرے کیونکہ اس کی قرأت مقتدی کی قراءت ہے یعنی امام کا جہر مقتدی کا جہر ہے۔

۴۲۰۔ بعض لوگوں نے اس حدیث سے دلیل لی ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ امام کے پیچھے مقتدی نہ پڑھے خواہ وہ جہر کرے یا آہستہ پڑھے۔
مجھے معلوم نہیں کہ ابن عمر سے عمر بن خطاب کی طرف اس قول کو کس نے منسوب کر دیا ہے یا کس کو وہم ہوا ہے اور یہ حدیث سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی جامع میں موجود ہے۔ جیسا کہ

۴۲۱۔ قاسم بن محمد نے کہا کہ ابن عمر امام کے پیچھے قرأت نہیں کیا کرتے تھے خواہ امام جہر سے قرأت کرے یا آہستہ کرے۔

اور بہت سے امام محدثین امام کے پیچھے قرأت کیا کرتے تھے اسی طرح اس کو ایک جماعت نے سفیان ثوری سے روایت کیا ہے۔

اور اس (مخالف قرأت خلف الامام) نے ابو سعید سے اپنی سند کے ساتھ اس کو بیان کیا ہے اور قاسم بن محمد کا یہ قول چھوڑ دیا ہے" اور بہت سے امام فن حدیث امام کے پیچھے قرأت کیا کرتے تھے" اور یہ انصاف نہیں ہے کہ سلف صالحین کے اقوال کو نقل کیا جائے اور ان کا قول جتنا اپنے مذہب کے موافق ہو اتنا لے لیا جائے اور جو اس کے مخالف ہو اس کو چھوڑ دیا جائے اور پھر اجماع کا دعوی کر دیا جائے اور اس کے خود ساختہ اجماع کی مخالفت کرنے والوں پر طعن کیا جائے جو اس مشہور و معروف مسئلہ میں اختلاف کریں جس میں اختلاف صحابہ کے زمانہ سے لے کر آج تک چلا آرہا ہے۔

اسامہ بن زید کہتے ہیں میں نے قاسم بن محمد سے قرأت خلف الامام کے متعلق پوچھا کہنے لگے اگر تو قرأت کرے تو ایک قوم نے قرأۃ خلف الامام کی ہے جن میں تیرے لیے نمونہ ہے اور ان کے عمل کو اختیار کر اور اگر تو چھوڑ دے تو ایک قوم نے چھوڑا ہے جن میں نمونہ تھا اور کہا ابن عمر قرأت نہیں کیا کرتے تھے۔ ۱۸۵

۴۲۲۔ امام احمد بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ کا خیال

تھا کہ عبداللہ بن عمر ان نمازوں میں قرآت نہیں کیا کرتے تھے جن میں امام جہر سے قرآت کرتا اور ہمیں عبداللہ بن عمر سے روایت پہنچی ہے کہ وہ امام کے پیچھے قرائت کیا کرتے تھے۔

میں نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب میں پڑھا ہے جو قرآت خلف الامام کے متعلق ہے انہوں نے کہا کہ ابو العالیہ کہتے ہیں میں نے عبداللہ بن عمر سے مکہ مکرمہ میں سوال کیا" کیا میں نماز میں قرآت کیا کروں کہنے لگے میں بیت اللہ شریف کے رب سے شرم کرتا ہوں کہ کوئی ایسی نماز پڑھوں جس میں قرائت نہ کروں اگرچہ وہ صرف سورہ فاتحہ ہی کیوں نہ ہو۔

عبدالرحمن بن عبداللہ بن سعد رازی باسند کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر سے قرآت خلف الامام کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا صحابہ دل میں فاتحہ پڑھنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔

امام زہری سالم بن عبداللہ کے ذریعہ نقل کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضہ جہری نمازوں میں خاموش رہتے۔

۴۲۳۔ یزید بن شریک کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کیا میں امام کے پیچھے قرائت کروں آپ نے فرمایا ہاں میں نے کہا اے امیر المومنین اگرچہ آپ پڑھ رہے ہوں۔ فرمایا اگرچہ میں پڑھ رہا ہوں۔ اور باقی رہی وہ حدیث

۴۲۴۔ جو حافظ ابو عبداللہ اور محمد بن موسیٰ کے واسطہ سے زید بن ثابت سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا جو شخص امام کے پیچھے قرأت کرے اس کی نماز نہیں ہوتی۔

اس سند سے تو ہم نے اس کو اسی طرح دیکھا ہے۔ لیکن عبداللہ بن ولید عدنی
۱۸۲ کے ذریعہ سے جو حدیث زید بن ثابت سے مروی ہے وہ اس کے بالکل برخلاف ہے اور اس روایت کو داؤد بن قیس اور عبداللہ بن داؤد نے بسند زید سے روایت کیا ہے لیکن اس میں زید کے باپ کا تذکرہ نہیں ہے

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ زید بن ثابت کی حدیث کی سند میں بعض راویوں

کا سماع بعض سے ثابت نہیں ہے اور ایسی حدیث صحیح نہیں ہو سکتی ۔

امام احمد بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ زید بن ثابت سے صحیح روایت وہ ہے۔ جو عطاء بن یسار سے مروی ہے کہ انہوں نے زید بن ثابت سے امام کے ساتھ قرأت کرنے کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا امام کے ساتھ کسی طرح کی قرأت نہیں ہے۔ اور ہمارے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ امام کے ساتھ جہر کے ساتھ قرأت نہیں ہے۔ اور صحابہ اور تابعین میں سے جتنے بھی لوگوں سے ایسے آثار مروی ہیں اور صحیح ہیں اور جن سے منکرین فاتحہ خلف الامام دلیل لیتے ہیں ان سب میں یہ احتمال موجود ہے کہ ان کا مطلب یہ ہے کہ جہر سے قرأت نہ کی جائے اور سورہ فاتحہ کے علاوہ اور قرآن مجید نہ پڑھا جائے۔

اور اسی طرح بہت سی احادیث میں یہ تذکرہ موجود ہے اور وہ احادیث صحت کے قریب تر ہیں کہ صحابہ آنحضرت کے پیچھے بلند آواز سے قرأت کیا کرتے تھے اس سے ان کو روک دیا اور باقی رہا دل میں سورہ فاتحہ پڑھنے کا معاملہ تو اس کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو حکم دیا اور جن آثار میں امام کے پیچھے قرأت کرنے سے روکا گیا ہے ان میں فاتحہ کو اس سے مستثنیٰ کیا گیا ہے ۔

اور جب تاویل کا احتمال پیدا ہو جائے تو اختلاف کے مقام پر نص ثابت نہیں ہو سکتی۔ پھر امام کے پیچھے قرأت کو بالکل چھوڑ دینے کو نص کہنا بالکل باطل ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ یہ قول کہ "جس کا امام ہو تو امام کی قرأت مقتدی کی قرات ہے" اگر یہ قول ثابت بھی ہو جائے تو آنحضرت کا یہ ارشاد کہ "مگر ام القرآن" یہ اس جملہ سے مستثنیٰ ہو گی ۔ اسی طرح "فاتحة الكتاب"، کا جملہ بھی "من كان له امام فقرأة الامام له قرآة" سے مستثنیٰ ہو گا اور پھر یہ بھی ملحوظ ہے کہ حدیث "من کان له امام" منقطع حدیث ہے ۔

امام احمد بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہر وہ چیز جو بعض صحابہ اور تابعین سے قرأت خلف الامام کے بارے میں متشددانہ طور پر بیان کی گئی ہے اگر ان میں سے

کوئی شئے ثابت ہو جائے تو اس کا مطلب یہی ہے کہ امام کے پیچھے جہر سے قرأت نہ کرے۔

۴۲۵۔ حافظ ابو عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ با سند حضرت عبد اللہ بن مسعود سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے مجھ پر قرآن خلط ملط کر دیا

ابو اسحٰق کا سماع علقمہ سے ثابت نہیں ہے اگر یہ قول صحیح ثابت بھی ہو جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ امام کے پیچھے جہر سے قرأت نہ کرے کیا تم اس روایت کے الفاظ پر غور نہیں کرتے جو اس حدیث کے آخر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمائے ہیں۔ کہ تم نے مجھ پر قرآن خلط ملط کر دیا اور خلط اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ مقتدی جہر سے قرائت کرے۔ لہذا ابو اسحٰق نے قرأت بالجہر کے متعلق یہ الفاظ کہے ہیں اور ہم بھی مقتدی کی قرآت بالجہر کو ناپسند کرتے ہیں اور اگر علقمہ یہ لفظ نہ کہتے تو بہتر ہوتا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے لفظ نہ کہے تھے آپ نے صرف اتنا ہی فرمایا تم نے مجھ پر قرآن میں گڑ بڑ پیدا کر دی اور ایسا نہ فرمایا کہ میں پسند کرتا ہوں کہ تمہارے موہوں میں مٹی بھری جائے یا انگار ڈالے جائیں یا گندگی بھری جائے وغیرہ وغیرہ جیسا کہ یہ لوگ بیان کرتے ہیں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایسے تمام ناشائستہ الفاظ کا محدثین کے طریقہ پر جواب دیا ہے اور فرمایا کہ داؤد بن قیس نے ابن بجاد سے روایت کیا کہ سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں پسند کرتا ہوں کہ جو آدمی امام کے پیچھے قرأت کرے اس کے منہ میں انگار ڈالے جائیں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ حدیث مرسل ہے اور ابن بجاد غیر معروف آدمی ہے اس کا کہیں نام نہیں آتا۔

اور کسی آدمی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ امام کے پیچھے قرائت کرنے والوں کے منہ میں انگار ڈالنے کو کہے کیونکہ انگارہ اللہ تعالےٰ کا عذاب ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

ابو اسحٰق نے کہا کہ علقمہ بن قیس نے کہا میں پسند کرتا ہوں کہ جو شخص امام کے پیچھے قرآت کرے اس کا منہ مٹی سے بھرا جائے۔

اللہ کے عذاب سے عذاب نہ کرو اور کسی کو یہ بھی حق نہیں پہنچتا کہ ان الفاظ کو حضرت سعد کی طرف منسوب کرے کیونکہ روایت مرسل بھی ہے اور ضعیف بھی۔

امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ نے کہا کہ ابن حباب نے باسند عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا میں پسند کرتا ہوں کہ جو آدمی امام کے پیچھے قرأت کرے اس کا منہ گندگی سے بھرا جائے۔

یہ روایت مرسل ہے اس سے دلیل نہیں لی جاسکتی اور ابن عون نے اسی سند سے اسود کے ذریعہ گرم پتھر کے الفاظ نقل کر دیئے ہیں اور یہ الفاظ اس کے خلاف ہیں اور اسود سے مٹی کے الفاظ بھی منقول ہیں۔

امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ایسے کلام اہل علم کے کلام نہیں ہو سکتے اور اس کے کئی وجوہ ہیں ایک وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اللہ کی لعنت کے ساتھ کسی پر لعنت نہ کرو کسی کو آگ کا عذاب نہ کرو کسی کو اللہ کے عذاب سے عذاب نہ کرو۔

اور دوسری وجہ یہ ہے کہ کسی کو حق نہیں پہنچتا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام مثلاً حضرت عمر بن خطاب۔ ابی بن کعب اور حذیفہ رضی اللہ عنہم جیسے صحابہ کے منہ میں انگارہ یا گندگی یا مٹی بھرنے کی آرزو کرے۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام سے صحیح طور پر کوئی چیز ثابت ہو جائے تو پھر اسود یا اس جیسے لوگوں کی کیا حیثیت باقی رہ جاتی ہے۔

ابن عباس اور مجاہد نے فرمایا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد ہر آدمی کی بات قبول بھی کی جاسکتی ہے اور رد بھی کی جاسکتی ہے۔ مگر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی ہر بات قبول ہوگی۔

حماد بن سلمہ نے کہا میں پسند کرتا ہوں کہ جو آدمی امام کے پیچھے قرأت کرے اس کے منہ میں کھانڈ بھری جائے۔

ابو مریم کہتے ہیں کہ میں نے ابن سعد سے سنا وہ امام کے پیچھے قرأت کیا کرتے تھے اور کہا کہ حذیفہ رضی اللہ عنہ بھی امام کے پیچھے قرأت کیا کرتے تھے۔

اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صحابہ کی ایک جماعت سے امام کے پیچھے قرأت نقل کی ہے اور ہم ان کے اقوال کو اس کتاب میں مناسب مقام پر ذکر کر چکے ہیں۔

۱۸۹ امام احمد بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو شخص علم حدیث سے کچھ بھی واقفیت رکھتا ہے اور حدیث کے طرق جانتا ہے کہ کونسے صحیح ہیں اور کون سے غلط اور قوی اور ضعیف سند میں امتیاز کر سکتا ہے اور پھر اس میں اللہ کا ڈر ہو اور انصاف کرے تو وہ اقرار کرے گا کہ ان احادیث میں سے عبادہ کی حدیث سے زیادہ صحیح اور کوئی بھی حدیث نہیں ہے۔

۴۲۶۔ عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جو آدمی نماز میں سورہ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہے۔

پھر ابو سائب اور عبد الرحمن بن یعقوب کی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوع حدیث بھی ہے جس کو ہم پہلے بالفاظہ نقل کر چکے ہیں۔ پھر زرارہ بن ابی اوفی کی عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی روایت بھی ہے اور ہم اس کو بھی پہلے ذکر کر چکے ہیں۔

اور عمران بن حصین کی روایات سے صرف اتنا ہی پتہ چلتا ہے کہ ایک آدمی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بآواز بلند سبح اسم ربک الاعلی پڑھا تو آپ نے اس کو ناپسند کیا اور اصل قرأت کو کسی حدیث میں ناپسند کرنا ثابت نہیں ہوتا۔

اور جس چیز کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ناپسند کیا ہے اس کو ہم بھی ناپسند کرتے ہیں یعنی قرأت خلف الامام میں آواز کو بلند کرنا اور سورہ فاتحہ کی قرأت عبادہ بن صامت اور ابو ہریرہ کی حدیثوں سے ثابت ہے بلکہ یہ حدیثیں سورہ فاتحہ کی قرأت کے وجوب پر دلالت کرتی ہیں خواہ امام ہو یا مقتدی یا منفرد اور ان سے ان صحابہ کے طرز عمل کا علم بھی ہوتا ہے جنہوں نے ان احادیث کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ وہ ان سے منفرد، امام اور مقتدی سب پر سورہ فاتحہ کی قرأت واجب

سمجھتے ہیں اور اس ضمن میں عبادہ بن صامت اور ابوہریرہ کے آثار ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔

پھر جو شخص ان کی تفسیر کو چھوڑ دے اور سفیان بن عیینہ کی تفسیر کو قبول کرے جو جو کئی سال ان کے بعد پیدا ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور مشاہدۂ احوال سے محروم تھا اور یہ صحابہ آپ کی صحبت اور مشاہدہ سے فیض یاب تھے وہ اٹھ کر کہے کہ

۱۹۰ عبادہ بن صامت کی حدیث اکیلے آدمی کے حق میں ہے یا ان احادیث کی کوئی ایسی تاویل اختیار کرے جو ان صحابہ اور فقہاء کی تاویل کے خلاف ہو تو وہ احادیث کے ردّ و قبول میں اہل علم کا راستہ چھوڑ چکا ہے۔

اور ہم اس صحابی کی تفسیر کو قبول کرتے ہیں جس نے اس حدیث کو بیان کیا کیونکہ اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام سننے اور احوال کا مشاہدہ کرنے کا شرف حاصل ہے۔

اور جب معاملہ فقہاء کی تاویل تک پہنچ جائے تو پھر کسی ایک کے قول کو کسی دوسرے کے قول پر حجت نہیں بنایا جا سکتا۔

اور اگر بالفرض سفیان کی تاویل کو قبول کر لیا جائے تو پھر امام پر بھی نماز میں قرآن پڑھنا واجب نہیں ہوگا کیونکہ وہ اکیلا نماز نہیں پڑھ رہا ہے بلکہ نماز جماعت کے ساتھ پڑھتا ہے یعنی منفرد نہیں ہے۔ (اور تم کہتے ہو کہ عبادہ کی حدیث اکیلے کے حق میں ہے۔

۲۷۴۔ حافظ ابوعبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے سلمہ بن محمد فقیہ سے سنا وہ کہہ رہے تھے۔ کہ میں نے حافظ ابوموسیٰ رازی سے اس حدیث کے متعلق پوچھا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی جاتی ہے کہ "جس کا امام ہو تو اس کی قرأت مقتدی کی قرأت ہے"۔ تو آپ نے فرمایا اس مسئلہ میں ہمارے نزدیک کوئی چیز بھی نبی صلے اللہ علیہ وسلم ثابت نہیں ہے اس مسئلہ (امام کے پیچھے الحمد نہ پڑھنے کے متعلق) میں ہمارے مشائخ نے حضرت علی اور ابن مسعود اور دیگر صحابہ پر اعتماد کیا ہے۔

حافظ ابوعبداللہ کہتے ہیں کہ مجھے ابوموسیٰ حافظ کا قول بہت پسند آیا واقعی وہ روئے زمین کے اہل الرائے میں سے سب سے زیادہ حافظ تھے۔

امام احمد بیہقی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت علی اور عبداللہ بن مسعود وغیرہ ہما رضی اللہ عنہم سے ان کی قرأت اور امام کے پیچھے دوسروں کو بھی ظہر اور عصر میں قرأت کرنے کا حکم نقل کر چکے ہیں اور عراقی لوگ اس معاملہ میں ان کی مخالفت کرتے ہیں۔

اور اسی طرح عراقی لوگ ان حجازی لوگوں کے قول کی مخالفت بھی کرتے ہیں جو جہری، نمازوں میں امام کے پیچھے قرأت کرنے سے روکتے ہیں اور دوسری نمازوں میں مقتدی پر سورہ فاتحہ کی قرأت واجب جانتے ہیں اور نمازوں کی اکثر رکعات میں قرأت کے قائل ہیں۔ کیونکہ حجازی عراقیوں سے صبح کی دو رکعتوں اور مغرب اور عشاء کی دو دو رکعتوں میں موافقت کرتے ہیں اور ظہر کی چار رکعتوں اور عصر کی چار رکعتوں اور مغرب کی ایک رکعت اور عشاء کی دو رکعتوں میں ان سے مخالف ہیں تو گویا حجازیوں کا عراقیوں سے اتفاق تو کل چھ رکعات میں ہے اور اختلاف دن اور رات کی نمازوں کی گیارہ رکعات میں ہے۔ (گویا اتفاق کم ہے اور اختلاف زیادہ)

۱۹۱ تو اس حساب سے ہمارا قول حجازیوں اور ان کے ہمنواؤں کے قریب ہے۔ بہ نسبت عراقیوں کے۔

اور وہ جو اہل حجاز امام شافعی کے قدیم قول کی تقلید کی بناپر قرآن سننے کی نسبت دلیل لاتے ہیں وہ بھی ہمارے قول کے زیادہ قریب ہے نہ کہ عراقیوں کے مذہب کے تو ہم دوسروں کے دلائل کی بنا پر بھی عراقیوں پر غالب رہے۔

اور اس آدمی کی طرف سے اجماع کا دعوی جو ان کے قول کو اپنے لیے دلیل سمجھتا ہے ایک فاش غلطی ہے جو کسی عالم آدمی پر مخفی نہیں ہے۔

اور جو آدمی محمد بن اسحق بن یسار کے ذریعہ سے حضرت عبادہ بن صامت کی حدیث پر اعتراض کرے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پیچھے صحابہ جہری نمازوں میں بھی قرأت کیا کرتے تھے اور آپ کے اس قول پر کہ "سورہ فاتحہ کے سوا اور کچھ نہ پڑھا کرو کہ اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی"، حالانکہ اس کی صحت کی شہادتیں بھی موجود ہیں اور پھر بھی وہ منکرین قرآن کی روایات سے دلیل پکڑے اور ان کو صحیح قرار دے تو حقیقت میں اس کو راویوں کے حالات کی کچھ زیادہ

معرفت نہیں ہے۔

اور محمد بن اسحٰق بن یسار کی روایت زید بن واقد عن حرام بن حکیم و مکحول عن نافع بن محمود عن عبادہ بن الصامت والی حدیث کو معلل قرار دینا بھی جائز نہیں ہے کیونکہ یہ حدیث باپ اور بیٹے دونوں واسطوں سے محفوظ ہے۔

اور ہم اس روایت کی صحت کے متعلق حفاظ کے اقوال درج کر چکے ہیں اور ہم ان دونوں کی حدیث کے شواہد بھی نقل کر چکے ہیں اور وہ ہے خالد حذاء وغیرہ کی حدیث جو ایک صحابی سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح فرمایا اور اس حدیث میں کچھ زیادت بھی ہے کہ تم میں سے کوئی سورہ فاتحہ اپنے دل میں کیوں نہیں پڑھ لیتا۔

اگر اس مضمون کے متعلق صرف ابو قلابہ کی حدیث ہی ہوتی تو وہ بھی حجت تھی کیونکہ اس کی سند صحیح ہے اس کے راوی قوی ہیں اور حدیث مشہور ہے اور صحابی ہر حال ثقہ ہی ہوتا ہے (یعنی صحابی کا نام نہ معلوم ہونا کوئی عیب نہیں ہے) اور پھر ابو قلابہ کی حدیث میں اور اسکے تابع کی روایت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بیان بھی ہے کہ مقتدی فلاں چیز بھی پڑھے اور فلاں نہ پڑھے اور جو چیز امام نہ پڑھے وہ مقتدی بھی نہ پڑھے تو اس میں ہر اس چیز کا عمومی فیصلہ ہے جو اس باب میں وارد ہوئی ہیں۔

۱۹۲ بعض لوگوں نے علماء کی ایک جماعت سے ترک قرأت خلف الامام کے متعلق اپنے قول کے مطابق ان کا مذہب نقل کر دیا ہے حالانکہ ان لوگوں کی کتابوں میں جنہوں نے فقہاء کے اختلاف کو جمع کیا ہے ان کا مذہب اس کا خلاف لکھا ہوا ہے۔

اور ہم نے اپنے مذہب کے مطابق ان میں سے ایک جماعت کے اقوال نقل کیے ہیں۔ مثلاً عروہ بن زبیر اور سعید بن جبیر وغیرہ ہما تابعین میں سے اور فقہاء میں سے اوزاعی وغیرہ اور بعض کے اقوال ہم نے امام شافعی کے قدیم مذہب کے مطابق نقل کیے ہیں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس شخص نے اپنے مذہب کے مطابق اجماع کا دعویٰ کیسے کر دیا ہے۔ حالانکہ ان کا مذہب اس کے غیر کی روایت میں اس کے مذہب کے خلاف ہے۔

یا پھر اس شخص کو کیسے جرأت ہوئی کہ اس نے اس مضمون کی صحیح احادیث کو کمزور احادیث

کی بنا پر کیسے چھوڑ دیا۔ حالانکہ اسے حدیث کی معرفت کا دعوی بھی ہے۔
یا اس نے حضرت عبادہ اور ابو ہریرہ کی احادیث کو جو کہ سورہ فاتحہ کی قرأت کو واجب قرار دیتی ہیں سفیان بن عیینہ کی تاویل پر کیسے محمول کر دیا کہ یہ منفرد کے لیے ہیں حالانکہ حدیث سے نہ تو منفرد پر فاتحہ پڑھنا واجب ثابت ہوتا ہے نہ کسی دوسرے پر (یعنی کسی کا نام نہیں لیا ہے)
اور سفیان بن عیینہ کے قول سے منفرد پر قرأت فاتحہ کا پڑھنا واجب معلوم ہوتا ہے اور ظاہر احادیث سے تمام پر سورہ فاتحہ کی قرأت واجب معلوم ہوتی ہے۔
تو اس نے تعیین کے ترک میں یہ عذر پیش کیا ہے کہ اس سے قرآن کا نسخ حدیث سے ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالی کا یہ قول کہ "قرآن سے جو میسر ہو وہ پڑھو"، تعیین فاتحہ کا مانع ہے اور خبر واحد کے ساتھ کتاب اللہ کا نسخ جائز نہیں ہے۔
حالانکہ یہ اس مدعی کی اصول علم سے جہالت ہے کیونکہ آیت کا نزول وجوب قیام کے نسخ کے لیے ہے جس کو ابتدائے سورت میں رات کو واجب کیا گیا تھا اس آیت سے جتنا آسانی سے ہو سکے اتنا قیام کر دیا گیا اور یہ مسئلہ اہل علم میں مشہور و معروف ہے اور ہم نے اور مقام پر اس کے متعلق احادیث کو جمع کیا ہے۔
۴۲۸۔ قیس بن ابی حازم کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباس کے پیچھے بصرہ میں نماز پڑھی آپ نے پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ پڑھی اور پھر سورہ بقرہ کی پہلی آیت پڑھی پھر آپ دوسری رکعت میں کھڑے ہوئے تو الحمد پڑھنے کے بعد سورہ بقرہ کی دوسری آیت پڑھی پھر رکوع کیا پھر جب نماز سے فارغ ہوئے تو ہم پر متوجہ ہوئے اور کہا اللہ تعالی فرماتے ہیں قرآن سے جتنا آسانی سے پڑھ سکو پڑھو۔ ۱۹۳
علی دارقطنی فرماتے ہیں اس کی سند اچھی ہے اور اس حدیث میں اس آدمی کے لیے حجت ہے جو یہ کہتا ہے کہ فاقرؤا ما تیسر منہ (جو اس سے آسان ہو پڑھو) کا یہ مطلب ہے کہ سورہ فاتحہ کے بعد جتنا آسانی سے پڑھ سکو پڑھو۔ واللہ اعلم
پھر اللہ تعالے کا یہ قول کہ "جتنا آسان ہو اس سے پڑھو" ایک جملہ ہے جو ایک

آیت یا اس سے زیادہ پر بولا جاتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا جو کہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے خدا کی کتاب کا مطلب بیان کرنے پر مامور ہیں اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں تاکہ تو لوگوں کے لیے بیان کرے جو ان کی طرف اتارا گیا ہے" کہ فاقرؤا ما تیسر منہ (جتنا آسانی سے پڑھ سکو پڑھو) سے مراد یہ ہے کہ جو آدمی الحمد شریف نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی۔ پس آپ کی تفسیر کی طرف رجوع واجب ہوا۔

جیسا کہ (حج یا عمرہ کے احرام میں کسی تکلیف سے سر منڈانے پر) فدیہ کے متعلق فرمایا

"پس فدیہ ہے روزے سے یا صدقہ سے یا قربانی سے"

اور روزہ کا نام ایک دن کے روزہ پر بھی آسکتا ہے اور زیادہ پر بھی پھر صاحب شریعت نے بیان کیا کہ اس سے مراد تین دن کے روزے ہیں اور صدقے کا لفظ ایک کھجور پر بھی بولا جاسکتا ہے اور زیادہ پر بھی جو کسی مسکین کو دیدیا جائے سو صاحب شریعت نے بیان کیا کہ اس کی مقدار تین لٹوپے ہے جو چھ مسکینوں پر تقسیم کئے جائیں۔ اور نسک، (قربانی) کا لفظ ہر ایک خون پر یا ہر اس چیز پر بولا جاتا ہے جس سے نیکی مقصود ہو پھر صاحب شریعت نے اس کی تعیین کردی کہ اس سے مراد کم از کم ایک بکری کا ذبح کرنا ہے۔

اور حج تمتع یا احصار کی صورت میں قربانی کے متعلق فرمایا کہ "جو قربانی میسر ہو" اور ھدی (قربانی) کا لفظ ایک مرغی پر بھی بولا جاتا ہے۔ اور انڈے پر بھی اور اس کی دلیل حدیث جمعہ ہے اور دوسری دلیل اس کا لغوی اشتقاق ہے کہ وہ ہدیہ سے مشتق ہے (اور ہدیہ ہر چیز پر بولا جاسکتا ہے) تو پھر جس کا قول حجت ہے اس نے بیان کیا کہ ما استیسر من الھدی (جو قربانی میسر ہو) سے ایک بکری مراد ہے تو اس کے قول کی طرف رجوع واجب ہوا (یعنی نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف)

اور اتنی بات سے کتاب اللہ کا نسخ حدیث سے ثابت نہیں ہو جاتا اور قرآن مجید میں اس کی بے شمار مثالیں ہیں جن کے تذکرہ سے کتاب لمبی ہو جائے گی اور جو مثالیں ہم بیان کر چکے ہیں عقلمندوں کے لیے یہی کافی ہیں اور توفیق اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

اور ہم اللہ کی توفیق اور عصمت سے ہر اس چیز کا حکم دیتے ہیں جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ سے ثابت ہے۔ ہم قرآن مجید کی رو سے تو یہ کہتے ہیں کہ نمازی اپنی نماز میں جتنا قرآن میسر ہو سکے پڑھے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے قول کے مطابق کہتے ہیں کہ ہر رکعت میں پڑھے کیونکہ آپ نے حدیث (مسئ الصلوٰۃ) میں ایک رکعت میں قرأت ماتیسر من القرآن کا حکم دے کر فرمایا پھر اپنی ساری نماز (یعنی ہر رکعت) میں اسی طرح کرتا جا۔

اور ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ صاحب شریعت کے قول کے مطابق قرأت سے مراد سورہ فاتحہ ہے کیونکہ اللہ تعالی نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک پر سورہ فاتحہ ہی کا نام نماز رکھا ہے کیونکہ یہ ارکان نماز میں سے ایک رکن ہے اور ہم عبادہ بن صامت اور ابو ہریرہ کی حدیث کے مطابق کہتے ہیں کہ سورہ فاتحہ امام، مقتدی اور منفرد سب پر واجب ہے اور حضرت عبادہ ہی کی دوسری حدیث کی وجہ سے ہم کہتے ہیں کہ مقتدی سورہ فاتحہ سے آگے نہ پڑھے۔

اور ہم کتاب اللہ کی رو سے امام کی قرأت سننے اور خاموش رہنے کا حکم دیتے ہیں اور صحیح سنن کے مطابق سورہ فاتحہ کی جہری قرأت اور اس کے علاوہ دوسری سورۃ کی قرأت سے ممانعت کرتے ہیں یا یہ کہتے ہیں کہ سکتات امام میں سورہ فاتحہ کی قرأت کرے تاکہ امام کی قرأت کو اچھی طرح سے سن سکے۔

اور یہ صاحب کہتے ہیں کہ ممکن ہے کہ یہ حدیث صحیح ہو کہ "جس کا امام ہو تو امام کی قرأت مقتدی کی قرأت ہے"۔

ہم کہتے ہیں کہ (سورہ فاتحہ کے علاوہ) امام کی قرأت مقتدی کی قرأت ہے یا امام کا قرأت میں جہر کرنا مقتدی کا جہر کرنا ہے اب اس کو امام کے ساتھ جہر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ جن نمازوں میں امام جہر سے قرأت کرتا ہے یا امام کی قرأت مقتدی کی قرأت ہے جب کہ امام کو رکوع کی حالت میں پائے اور اس کے ساتھ قیام کا موقع نہ مل سکے۔

اور جو آدمی آیات اور احادیث دونوں پر عمل کرے وہ بہر حال اس آدمی سے بہتر ہے جو

بعض پر عمل کرے اور بعض کو چھوڑ دے۔ سو اللہ تعالیٰ کیلئے بیشمار تعریف ہے۔ کہ اس نے ہمیں سب پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائی ہے اور اللہ تعالیٰ کا بیشمار شکر ہے کہ اس نے ہمیں اپنی کتاب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی اتباع کرنے کی توفیق بخشی ہے۔

حافظ ابو عبد اللہ نے اپنی تاریخ میں بیان کیا ہے کہ میں ابو الحسن حاتمی فقیہ سے سنا اس نے کہا کہ میں نے ابو زید فقیہ مروزی سے سنا وہ کہتا تھا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا ان دنوں میں ماجان (نہر) کے نچلے علاقہ میں تھا کہ آپ قبلہ کی دیوار سے ٹیک لگائے ہوئے ہیں اور میں اور ابو الفضل حدادی آپ کے سامنے بیٹھے ہیں میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول آپ کی طرف سے منسوب کرکے بیان کیا جاتا ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ "سورہ الحمد پڑھے بغیر نماز نہیں ہوتی کیا جو کچھ آپ سے منسوب کر کے بیان کیا جاتا ہے یہ صحیح ہے ؟ تو آپ نے فرمایا ہاں۔ میں نے ابو الفضل حدادی سے (خواب ہی میں) کہا اب بچ کر رہنا۔ اگر تو نے اب مخالفت کی تو کافر ہو جائے گا۔ تو کہا کرتا تھا کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔ اب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تجھ سے بالمشافہ بیان کر رہے ہیں۔

فصل قیاسات کے بیان میں

۱۹۵ ہم سے ہمارے شیخ امام ابو الفتح ناصر بن حسین العمری رحمتہ اللہ علیہ نے شیخ امام ابو الطیب سہل بن محمد بن سلیمان رحمتہ اللہ علیہ سے بیان کیا کہ آپ نے کہا اس مسئلہ میں جن قیاسات سے دلیل لی گئی ہے ان میں سے یہ بھی ہے کہ اگر مقتدی مسبوق ہو تو اس پر وہی چیزیں لازم ہوں گی جو کہ امام کے پیچھے اس پر لازم تھیں جیسے کہ اعمال نماز اور جو چیزیں منفرد پر فرض ہوں گی وہ تمام کی تمام مقتدی پر بھی فرض رہیں گی جیسے کہ اعمال نماز اور اگر مقتدی مسبوق رکوع کی حالت میں اپنے امام کو پائے تو جو کچھ اس پر اس رکعت میں لازم ہو گا وہی کچھ ساتھ کی دوسری رکعت میں بھی فرض ہو گا اور یہ اس پر قیاس

کیا گیا ہے کہ جو صبح کی نماز میں اپنے امام کو پہلی رکعت میں پالے وہ اسی طرح ہے جو دوسری رکعت میں امام کے ساتھ آکر شامل ہوا اور یہ کہ جماعت کی فضیلت اور اس کے موقعہ کو پالینا قرأت کے فریضہ کو اس کے مقام سے ساقط نہیں کر سکتا۔ اور اس کی دلیل مسبوق ہے جو اپنی بقایا نماز میں منفرد ہے اس سے معلوم ہوا کہ قرأت کا فریضہ جماعت کے رکن یا جمعہ کے رکن سے امام کی وجہ سے ساقط نہیں ہوتا اور ہمارے عراقی بھائیوں کی اس مسئلہ میں کچھ گفتگو ہے۔

ایک یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ نماز کے ارکان میں سے کوئی رکن جس کا محل مقتدی امام کے ساتھ پالے تو ضروری ہے کہ اقتدا کی وجہ سے وہ فرض ساقط نہیں ہوگا جیسے رکوع اور سجدہ اور قیام وغیرہ اور ہر وہ آدمی جس پر انفرادی حالت میں قرأت لازم ہے جائز ہے کہ اس پر جماعت کی حالت میں بھی وہ لازم ہو یا اس پر لازم ہو جبکہ اس کو جماعت میں اس کی قدرت ہو جیسے امام اور اس لیے بھی کہ ہر وہ شخص جس کی نماز قدرت کے باوجود قرأت سے خالی ہو وہ نماز شمار نہیں کی جائے گی منفرد پر قیاس کرتے ہوئے کہ جب وہ بغیر قرأت کے نماز پڑھے اور اس لیے بھی کہ قرأت امام کی نماز کی صحت کے لیے شرط بیان کی گئی ہے تو لازمی ہے کہ وہ مقتدی کی نماز کی صحت کے لیے بھی شرط قرار دی جائے جبکہ اس کا امکان ہو جیسے تکبیر وغیرہ۔

ہمارے بعض اصحاب اس کو (یعنی فاتحہ کو) نماز کے اذکار میں سے ایک ذکر شمار کرتے ہیں جس پر مقتدی کو قدرت حاصل ہے تو اس صورت میں یہ امام اور منفرد کے ساتھ خاص نہیں ہوگی۔

۱۹۶۔ میں نے امام محمد بن اسمٰعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب میں پڑھا ہے کہ جو آدمی
اس مسئلہ میں اختلاف کرتے ہیں ان سے سوال کیا جائے گا کہ تمام اہل علم کا اتفاق ہے اور تم بھی ۱۹۶
اس پر متفق ہو کہ امام قوم کے فرض کو نہیں اٹھا سکتا پھر تم یہ بھی کہتے ہو کہ قرأت فرض ہے اور اس فرض کو امام اپنی قوم (مقتدیوں) سے اٹھا لیتا ہے خواہ وہ جہر سے قرأت کرے یا آہستہ اور امام تو مقتدی سے سنت بھی نہیں اٹھا سکتا مثلاً ثناء، تسبیحات اور التحیات

وغیرہ تو اس صورت میں تم نے فرض کو سنت سے بھی ہلکا کر دیا اور تمہارے نزدیک صحیح قیاس یہ تھا کہ فرض کو نفل پر قیاس نہ کیا جائے اور فرض کو نفل سے ہلکا نہ بنایا جائے اور قیاس یہ تھا کہ فرض یا فرض کی فرع کو فرض ہی پر قیاس کیا جائے جبکہ وہ اس کی طرح ہو اگر تم لوگ قرأت کو رکوع سجود اور تشہد پر قیاس کرتے تو یہ بہتر ہوتا کیونکہ وہ سب فرض ہیں اس کے باوجود تم نے ایک فرض میں اختلاف کیا حالانکہ قیاس کی رو سے بہتر یہ تھا کہ فرض کو فرض یا فرع فرض پر قیاس کیا جاتا۔

امام احمد بیہقی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ "جب مقتدی امام کو رکوع کی حالت میں پائے" کیونکہ ان کے نزدیک بھی مقتدی رکوع کی حالت میں اس وقت تک رکعت پانے والا شمار نہیں ہوتا جب تک کہ قیام کا کچھ حصہ نہ پائے اور قراءت نہ کرے اس کو حضرت ابو ہریرہ نے روایت کیا ہے کہ مقتدی جب تک امام کو قیام کی حالت میں نہ پائے اس کی رکعت نہ ہوگی اور ابو ہریرہ کی ایک اور حدیث میں ہے جب تو قوم کو رکوع کی حالت میں پائے تو اس رکعت کو شمار نہ کر۔

امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ابو سعید اور حضرت عائشہ کا قول ہے کہ جب تک کوئی تم میں سے الحمد شریف نہ پڑھ لے رکوع نہ کرے۔

امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ابو قتادہ، انس اور ابو ہریرہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ "جب تم نماز کے لیے آؤ تو جو تم کو امام کے ساتھ مل جائے وہ پڑھ لو اور جو رہ چکا ہے اس کو پورا کر لو۔" اور کہا کہ جس سے فرض قرآت اور قیام رہ جائے اس پر لازم ہے کہ اس کو پورا کرے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے۔

امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ نے یحیی بن ابی سلیمان مدنی اور یحیی بن حمید کی حدیث کو ضعیف کہا ہے جس میں بیان کیا گیا ہے کہ رکوع پا لینے سے رکعت مل جاتی ہے۔

اور میں نے حافظ ابو عبد اللہ رحمتہ اللہ علیہ سے سنا آپ کہتے تھے کہ میں نے ابو بکر احمد بن اسحاق بن ایوب الضبعی سے سنا وہ اس مسئلہ میں فتوی دیتے تھے،

کہ رکوع میں شامل ہونے والے کی رکعت نہیں ہوتی۔

اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ رکوع میں شامل ہو جانے سے رکعت کے مل جانے کا فتویٰ دیا کرتے تھے کیونکہ اس کے متعلق حضرت ابوبکر، زید بن ثابت، ابن مسعود ابن عمر اور ابن زبیر کے آثار موجود ہیں اور اس بارے میں ہم نے ابوبکر کی حدیث بھی بیان کر دی ہے اور مرسل روائتیں بھی بیان کی ہیں۔

۱۹۷۔ اور رکوع میں شامل ہونے سے رکعت کے مل جانے پر ترک قرأت کے لیے استدلال نہیں کیا جا سکتا کیونکہ (جن لوگوں کے نزدیک رکوع میں شامل ہونے سے رکعت مل جاتی ہے ان کے نزدیک بھی) یہ رخصت ہے جس کی شریعت نے اجازت دی ہے اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے قول کا یہی مطلب ہے۔

اور اگر اس مسئلہ (رکوع میں شامل ہونے سے رکعت کے مل جانے) پر اجماع بھی ہوتا تو بھی صورت عام حکم سے مستثنیٰ ہوتی اور پھر اس پر اجماع بھی نہیں ہے۔

اور پھر یہ بھی قابل غور ہے کہ ان کے نزدیک رکوع میں شامل ہونے سے قیام بھی تو ساقط ہوتا ہے (حالانکہ وہ قیام کو فرض تسلیم کرتے ہیں) اور اتنا قیام جس میں آدمی صرف تکبیر ہی کہہ سکے۔ یہ قیام وہ نہیں ہے جو محل قرأت ہے۔

پھر رکوع میں شامل ہونے سے امام مقتدی کے قیام کا متحمل بھی تو نہیں ہوتا اسی طرح رکوع پانے سے اس سے قرأت بھی ساقط نہیں ہوگی۔

اور اسی طرح رکوع پانے سے اس سے قرأت بھی ساقط نہیں ہوگی اور اسی طرح جب قرأت کا وقت مل جائے تو بھی امام مقتدی سے قرأت کا متحمل نہیں ہوگا۔

اس کو آسان لفظوں میں یوں کہو جب مقتدی رکوع میں شامل ہو تو اس نے محل قرأت ہی نہ پایا تو اس پر قرأت لازم نہ ہوئی اور جب امام کو قیام کی حالت میں پالے گا تو اس نے محل قرأت کو پا لیا اس صورت میں اس پر قرأت لازم ہوگی۔

اور یہ قول کہ "اگر قرأت کا فرض جماعت میں بھی ہر نمازی پر باقی رہتا ہے تو پھر جماعت کی فضیلت کیا ہوئی؟"

یہ کلام ایسے آدمی کا ہو سکتا ہے جس میں کوئی عقل نہ ہو۔ کیونکہ جو شخص امام کو آخری رکعت کے رکوع میں پالے اسکو بھی جماعت کی فضیلت مل جائے گی اور جو نماز کہ اس کی رہ گئی ہے اس کی قرأت اس کے ذمہ باقی رہے گی اور جو آخری تشہد میں آکر جماعت میں شامل ہو گا تکبیر تحریمہ کہے گا اور اقتدا کی نیت کرے گا اور امام کے ساتھ بیٹھ جائے گا پھر جب امام سلام پھیرے گا تو وہ اپنی نماز کی قضا کے لیے اٹھے گا اور ساری نماز میں قرأت کا فرض اس کے ذمہ باقی رہے گا حالانکہ اس کو جماعت کی فضیلت مل چکی ہے کیونکہ اس کے متعلق صاحب شریعت کی حدیث موجود ہے۔

پھر یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ جماعت یا سنت ہے یا فرض کفایہ ہے اور قرأت فرض عین ہے تو فرض عین کا چھوڑنا اس چیز کی وجہ سے جو مرتبہ میں اس سے کمتر ہے بغیر ضرورت کے جائز نہیں ہو گا۔

پھر مقتدی اپنے امام کے ساتھ نماز کے تمام اذکار اور افعال میں شریک ہوتا ہے اور جماعت اس میں کوئی اثر نہیں کرتی۔ اسی طرح مقتدی امام کے ساتھ قرأت میں بھی شریک ہو گا اور اگر اس نے محل قرأت کو پالیا تو جماعت اس میں کوئی اثر نہ کرے گی۔

اور جو آدمی یہ خیال کرتا ہے کہ جماعت اور انفراد کی حالت کی نماز میں صرف یہ فرق ہے کہ مقتدی سے قرأت ساقط ہو جاتی ہے تو اس کا یہ خیال بالکل غلط ہے کیونکہ اس کی نماز میں بہت سی باتوں میں فرق پڑے گا مثلاً مقتدی اقتدا کی نیت کرے گا۔ مقتدی امام کی پیروی کرے گا اور اقتدا اور ترتیب کی رعایت کرے گا تمام اذکار میں اور ارکان میں خواہ وہ فرض ہوں یا نفل۔

پھر مقتدی جہر سے قرأت نہیں کرے گا۔ سورۃ نہیں پڑھے گا اور رکوع میں شامل ہونے سے قیام اور قرأت نہیں کرے گا۔ سجدہ سہو جبکہ اسی کی اپنی غلطی سے ہو، چھوڑ دے گا۔ نماز کی رکعات کی تعداد کو محفوظ رکھنے کا کام اس سے ساقط ہو گا اور قرأت کی کیفیت میں مقتدی پر اثر پڑے گا۔ لیکن قرأت کے اصل پر اثر نہیں ہو گا

۱۹۸ - اور اس لیے بھی کہ ان کے نزدیک منفرد کے لیے قرأت میں اخفاء سنت ۱۹۹
ہے اور جماعت - نے اس پر اثر نہیں کیا - البتہ ہمارے نزدیک جماعت نے
قرأت کی کیفیت میں ضرور اثر کیا ہے تاکہ مقتدی کی قرأت بالجہر امام سے
منازعت اور مخالجت نہ کرے اور پھر امام کی حالت مقتدیوں جیسی نہیں ہے -
کیونکہ امام ایک ہوتا ہے اور مقتدی بعض اوقات بہت زیادہ ہوتے ہیں اگر ہر ایک
جہر سے قرأت کرے گا تو امام سے بھی منازعت ہوگی اور بعض کی قرأت بعض
میں بھی غلجان پیدا کرے گی -

اور پھر جہر سے قرأت کرنا اور اس کی ہیئت کذائی دونوں سنت میں فرض نہیں
ہیں یہ تو امام مقتدی سے اٹھائے گا لیکن فرض نہیں اٹھائے گا جیسے سجدۂ سہو سنت
ہے وہ امام مقتدی سے اٹھا لیتا ہے لیکن رکوع اور سجدہ واجب ہیں وہ نہیں
اٹھا سکتا -

اگر اس کو سجدۂ سہو پر قیاس کریں تو ہم کہیں گے سجدہ سہو کا واجب نہیں ہے اور
امام کی متابعت فرض ہے اور قرأت واجب ہے تو اس کا امکان ہوتے ہوئے
اس کو چھوڑنا جائز نہیں ہوگا - جیسا کہ امام کی متابعت اور دوسرے تمام واجبات
نہیں چھوڑے جا سکتے -

اور پھر امام پر اپنی سہو کا سجدہ لازم ہے تو جائز ہے کہ مقتدی کی سہو کا سجدہ امام
برداشت کرے اور (سورہ فاتحہ کے علاوہ) امام پر قرأت لازم نہیں ہے اور نہ ہی
مقتدی پر لازم ہوگی کہ امام اس سے اس کا تحمل کرے -

اور اگر اس کو سورۃ کی قرأت پر قیاس کیا جائے تو ہم کہتے ہیں کہ اس کے دو
جواب ہیں ایک یہ کہ مقتدی امام کے پیچھے سورۃ کی قرأت کرے گا اور اگر ہم یہ بھی کہہ دیں کہ
قرأت نہیں کرے گا تو اس لیے کہ امامت انفراد کی سنت میں تو اثر کرے گی اور انفراد
کے فرض میں موثر نہیں ہوگی جیسا کہ امامت سجدہ سہو میں تو موثر ہے لیکن اصل سجدہ میں
موثر نہیں ہے -

اگر امی (ان پڑھ) قاری کی امامت کرائے تو وہ دو قولوں میں سے ایک قول کے مطابق ہمارے نزدیک یہ جائز ہے اور اگر ہم اس کو جائز نہ بھی کہیں تو اس کی وجہ اس کا نقص ہے یہ وجہ نہیں کہ وہ اس سے قرأت برداشت نہیں کر سکتا یہ ایسا ہی نقص ہے جیسا کہ عورت ہونا نقص ہے اور جیسے کہتے ہیں کہ کھڑا ہونے والا اشارے والے کی اقتدا نہ کرے اور لباس والا ننگے کی اقتدا نہ کرے اگرچہ وہ مقتدی سے قیام اور لباس کا تحمل نہیں کر سکتے اور اس لیے بھی کہ قاری جب امی کی اقتدا کرے گا تو امی کی نماز بھی ان کے نزدیک ایسی ہی ہوگی اگرچہ مقتدی امام سے کسی چیز کا متحمل نہیں ہو سکتا۔

۱۹۹ **۱۹۹** اگر یہ کہا جائے کہ قرأت ایک لمبا ذکر ہے جو نماز کی صحت کے لیے شرط قرار دیا گیا ہے۔ لہذا یہ مقتدی پر واجب نہیں ہوگا جیسے کہ جمعہ کا خطبہ (مقتدی پر واجب نہیں) تو اس کا جواب یہ ہے کہ تمہارے نزدیک تو قرأت لمبا ذکر نہیں ہے کیونکہ وہ ایک آیت سے ادا ہو جاتا ہے اور اسی طرح خطبہ بھی تمہارے نزدیک لمبا ذکر نہیں کیونکہ تمہارے نزدیک ایک تسبیح یا تحمید سے وہ ادا ہو جاتا ہے پس اس کی یہ حقیقت (لمبا ہونا) اصل اور فرع دونوں میں صحیح نہیں ہے اور اگر اس کو مقتدی چھوڑ دیں تو پھر بھی یہ علت (سبب) تکبیر تحریمہ سے باطل ہو جائے گی۔

پھر خطبہ منفرد پر واجب نہیں ہے لہذا مقتدی پر بھی واجب نہیں ہوگا اور قرأت منفرد پر بھی واجب ہے لہذا وہ مقتدی پر بھی قدرت ہوتے واجب رہے گی۔

اور پھر یہ وجہ بھی ہے کہ مقتدی خطبہ کے افعال میں امام کے ساتھ مشارک نہیں ہے لہذا وہ اس کے اذکار میں بھی شریک نہیں ہوگا اور نماز میں مقتدی امام کے ساتھ شریک ہوتا ہے لہذا مقتدی نماز کے افعال قیام وغیرہ میں بھی شریک ہوگا اور قدرت ہوتے قیام کے اذکار میں بھی شریک ہوگا۔

اگر یہ کہا جائے کہ جب وفد بادشاہ کے سامنے حاضر ہوتا ہے تو ایک ہی آدمی کلام کرتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ باطل ہے مقتدی تکبیر کہتا ہے۔

تشہد پڑھتا ہے اور نماز کے تمام اذکار میں شریک ہوتا ہے اور پھر یہ بات بھی ہے۔ کہ اللہ تعالے کو کسی آدمی کی بات سننے سے کسی دوسرے کی بات مانع نہیں ہوسکتی اور آدمی کی حالت اس کے برخلاف ہے۔

اور اگر ترجیح کو دیکھا جائے تو نماز کے معاملہ میں ترجیح اور احتیاط اس کی طرف ہے جو قرأت خلف الامام کو واجب کہتا ہے۔ کیونکہ جو واجب کہتا ہے وہ کہتا ہے۔ کہ جو قرأت خلف الامام نہ کرے وہ نماز دوبارہ پڑھے اور جو اس کو واجب نہیں کہتے وہ اس آدمی کو نماز لوٹانے کا حکم نہیں دیتے جو قرأت خلف الامام کرتا ہے۔

اور یہ بھی قابل غور ہے کہ قرأت میں اصل وجوب ہے پس جو شخص مقتدی کے لیے قرأت کہتا ہے اس نے اصل کے مطابق حکم دیا اور جو مقتدی سے قرأت ساقط کرتا ہے تو وہ دلیل کا محتاج ہے۔

اور پھر یہ بھی ہے کہ نماز میں اصل یہ ہے کہ اس میں نیابت جائز نہیں ہے اور دوسرا کوئی شخص کسی آدمی کی طرف سے اس کا متحمل نہیں ہوسکتا۔ پھر جو شخص نماز کے ارکان میں سے کسی رکن کے متعلق کہے کہ اس میں نیابت جائز ہے تو اس نے اصل نماز کا خلاف کیا۔

اور پھر یہ بھی کہ عبادت کی دو قسمیں ہیں ایک وہ ہیں جن میں نیابت جائز نہیں ہے جیسے طہارت اور نماز وغیرہ اور ایک قول کے مطابق روزہ بھی۔ اور دوسری قسم وہ ہے جس میں نیابت جائز ہے جیسے حج اور عمرہ اور زکوٰۃ اور ایک قول کے مطابق روزہ تو قراءت اصل نماز اور طہارت کے زیادہ مشابہ ہے لہذا اس میں بھی نیابت جائز نہیں ہوگی۔

اور پھر جن عبادات میں مال خرچ ہوتا ہے ان میں نیابت جائز ہے اور جن میں مال خرچ نہیں ہوتا ان میں نیابت جائز نہیں ہے اور قرأت میں مال کا کوئی دخل نہیں ہے۔

پھر وہ عبادتیں جن میں نیابت کو دخل ہے ان میں کوئی آدمی کسی دوسرے آدمی کی طرف سے نیابتاً وہ عبادت ادا کرتا ہے اور وہ عبادت مفعول عنہ کی طرف سے سمجھی جاتی ہے نہ کہ فاعل کی طرف سے اور تم قرأت کو امام اور مقتدی دونوں میں مشترک سمجھتے ہو اور یہ اصول کے خلاف ہے۔ وباللہ التوفیق

اللہ کی مدد اور حسن توفیق سے یہ کتاب ختم ہوئی اور اللہ تعالےٰ ہمارے سردار محمد اور ان کی آل اور صحابہ کرام پر بے شمار رحمتیں اور سلام نازل فرمائے۔